

شیعہ مذہب  
المعروف

# عقائدِ حقیرہ

جلد چہارم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَعْلَمُ السَّنَةَ فَاَلَمْ يَكُنْ يَسْأَلُهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَوَلَوْ مَا  
 قَالَ لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُهُ قَالُوا وَمَنْ يَسْأَلُهُ (اجتمع طرس بطول ص ۱۲۸)  
 حضرت علیؑ نے فرمایا البتہ  
 میں جو اللہ کے رسول کے طریقے سے تنگ  
 کرتے ہیں اور اہل جماعت میں سے متبعین ہیں یعنی  
 حضرت علیؑ البتہ والجماعت ہیں۔

# عقائدِ حنفیہ (جلد چہارم)

|         |   |
|---------|---|
| باب اول | تقیہ کی دلائل قاہرہ سے تردید                      |
| باب دوم | جنار و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحقیقی بحث |
| باب سوم | بارہ ائمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت         |

نحقق اسلام - من الحدیث عائدہ  
 رحمۃ اللہ علیہ  
 محمد علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جامعہ نسولیہ شیرازیہ  
 بلال سنگھ، لاہور، پاکستان فون 7227228

## جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب — عقائد جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف — محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت — راجہ محمد صدیق کیلیا نوالہ شریف گوجرانوالہ

ہدیہ

### نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعہ سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعہ سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نورِ حسینہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج لاہور پاکستان فون 7227228

## الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجتہ الواصلین  
پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ  
اللہ علیہ سرکار کیلیا نوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول  
محبت اولاد بتول سپر طریقت راہبیر شریعت حضرت قبلہ  
پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیا نوالہ شریف  
کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف  
نے مشرک مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے  
ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

# الْاَهْدَاءُ

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین جتہ الکاملین، میزبان  
 ہمارا، رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب  
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب العجم حضرت  
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع  
 (مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا  
 خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں  
 ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس  
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع - اگر قبول افتد زبے عز و شرف

مُحَمَّدٌ عَلٰی عَدَدِ لَدُنْہِ

## تقریر

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ الہی بخش لاہور

استاذ العلماء مناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم علی جامعہ سولیشہ رازیہ

جلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک علی

پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آ سکتا

تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے اتفاقات

اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد اہل کر

ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا

مختار العقول کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد اہل کر مدتوں

تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور اہل کا نام صدیوں تک زندہ و تابندہ رہتا ہے

عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز

ویسے سے ویسے تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دھارے ہمیشہ

بہتے بہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شیعہ مذہب

انہدام سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شیعہ مذہب کا بانی کون تھا؟ اس کے

عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب

اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کے زمرے

عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے۔ اس عظیم کام کے لیے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوفیؒ کیا۔ نہایت متعقباتہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا اس درویش صفت انسان نے گوشہٴ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفرِ رُخسار کیا عقل و فکر کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کشیدہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پابکرہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ ————— عقائد جعفریہ کی چھ ————— اور فقہ جعفریہ کی چار جلدیں ————— ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ تحقیقت بالکل بجا ہے۔ کس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ذاتہ الخفاء اور تحفہ اشاعریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ یہ خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب ردِ روافض میں نہیں لکھی گئی۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضل مصنف کو دعا اور مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ فیض الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمرِ راز قلم سے ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بندہ صمیمی بخش قادری

راقم الحروف

## تقریظ

شیخ الحدیث القسیر جامع المعقول والمنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا  
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء وامام المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین !  
اما بعد !

میں نے شیعہ مذہب (تحفہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا تا نفل  
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل  
سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ  
افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور  
ان کو بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں  
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام  
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ ازل سے آخر  
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل  
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی منادوی ہیں  
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا۔ جسے کہ انہوں نے نہایت ہی عبق ریزی سے  
المست وجہات کی اہم نزہت کو پورا کیا اور عوام پر نفیم احسان فرمایا آمین

ندم رسول رضوی

marfat.com

Marfat.com

## تقریر

مفسر قرآن علامۃ العصر شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد ایسی نقیہ  
(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رویم جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر ایسی نے اس وقت بنایا جب  
سنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک جہی مجلس میں قرآن اسلام والملت حضرت  
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ٹاکہ کاش کوئی مرد میہ ان ہوتا جو شیعہ  
مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی تعلیم کھوتا۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب  
در سائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر . . . . . انہوں نے فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور  
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رویم فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی  
تعلق نہیں رہا جب ناٹل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم  
کو ”تحدیث جعفریہ“ کی تصنیف میں منہمک پایا، اب یہ سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے  
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ  
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رویم  
درجوں شیعہ کتب تحقیق فرمائی ہے۔ اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ  
نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہل سنت کی ایک بڑی  
خداہست کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے آمین۔

محمد فیض احمد۔ ایسی الرضوی غفرلہ (بہاولپور)۔ ۹ شعبان ۱۴۲۰ھ

## تقریر

محقق ابن عثیق، شارح بخاری، سفرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت  
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رولہ شیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل  
درس نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا شغل ہے۔  
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان  
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف تحفہ جعفریہ ایک نہایت دقیق  
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور صفار  
ثلاثہ سلیم الرحمة والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی  
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و ہدایں کی رفعت  
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل  
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے  
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و مغفلت کا سبب بنے۔



سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف  
گنج بخش روڈ لاہور - ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

## تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالنور صدیقی بھروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا بھادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے ائمہ ہدایت کو بلا کر کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے گرد و غبار کا بیج بکھایا ہے اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمت صحابہ کو داغدار کرنا چاہا ہے۔

اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک بچانے تین کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۶ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں لکھا سے لے کر مناظر تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی جمیعہ محمد و آلہ و صحابہ

محمد عبدالنور صدیقی  
خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

## تاثرات

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت  
قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین  
آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت و صحابہ رواقم الحروف سید محمد باقر علی شاہ کی درویشہ تمنا تھی کہ جو ملے  
مہمان اہل بیت المعروف شیعہ فرقہ کی ترویج میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے  
اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی مشنگ جلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی  
نہ مہری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے استاد کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس  
طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ  
نفعہ جعفریہ ضبط تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر ۱۶ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی  
شک نہیں کرے کہ کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہیں۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق  
اس قدر شکر آمیز نہیں کہ سنوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب  
ارادہ مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتابیں  
خریدے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول  
فرمائے اللہ ہمارے استاد کے روحانی اجداد کی شفاعت فرمائے۔ آمین ثم آمین  
سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ  
حضرت کیدیا نوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

## تأثرات مشائخ عظام

فیض الرحمن صاحب  
شرح العرب والعجم علامہ (مذہب منور)



الحمد لله الذي جعل في الدنيا داراً للدين والدنيا

والله رسول الله صلى الله عليه وسلم

لأن بعث الله نبيه رسلاً واحداً من كل أمة من خسر النعم  
الحمد لله الذي جعل في هذه الأمة المحمديّة بالعلماء والعلماء  
ومشايخها من جملة العباد: وحفظاً لتسريع المفقود من أهلي  
النزع والعباد: وتوجهم إلى حفظه وفاد: والصلوة والسلام  
عليه عليه ورسوله سيدنا وحبيبنا وشفيعنا محمد صلى الله عليه وسلم  
يا ضلعاً من بين سائر أعضائه: وسنة عاتقهم الصلاة والسلام فقال  
صلى الله عليه وسلم إلى يارك: قدام الثقلين كتاب الله ثم قال  
وعشر أهلي: أديتم القرآن في أهل بيتي وأنا - واصطفاه  
مراعاة: سيما لا تجمع: دليل كالشعور: ومنهم من شرفه الله  
برأيه الفصل: والأمرأة لا تخلفاء الرأس: وبقي العشرة  
المسترس: غيرهم: رسول الله تعالى عليهم أجمعين: وهذا أهدم  
سائر: الجمل: أمثلة: الأدب: الكيس: قدوة السائلين رتبة المحققين  
والمدققين مولا محمد علي حفظه الله على إهدائه ألفت التي ألفها  
وضعها المحرر هذه الأسطر: مراة الله عن وعن الإسلام والمسلمين  
من الحرآ: راعى قد طالعت في مؤاماته آلاف ذكرها من عدة أماكن  
وأسمعني قراءه بعض المحققين من أجزائه متفرقة من كتابه [شعبه  
مذهب] المعروف بعقائد الجعة مؤلف وكذا التحفة المحصورة من المجلد  
الأول والمجلد الثاني وعبرها من عقائدهم القاسده



بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي جعل في سبيل إخراج هذه المجموعة الكثير السلف ربه  
والحق يقال - إنها دائرة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتواليه  
والتي جعلها سهله التناول - لكل من يسر له الله لمعرفه دينه الخفيف  
وسنة نبه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد ألفت في شخصه الجليل  
هذه المجموعة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تليده من سحر متوكل  
وسعى حثيث في تحقير مشروعيه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة  
الجميلة - وما توبه ورثته في كل كتاب منها من فصول وأصول - ربما  
زنته من آيات قرآنية كريمة - أدرجه في عبارة لطيفة مستعصية من  
ألمر العالمة في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ومحب في حقهم من حُسن الاعتقاد - ولزوم سبيل التدارك -  
وتزج أحسن القول في أصح باب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
بما راجع ودرجاته - فقد سررت من الاتفاق - ومن زلزلهم بسوء  
هو عن شر سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم  
سار منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فلكذلك  
الدريه الظاهره فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم  
واللهذا يتضح أن أصل الفضائل - فضل النبي صلى الله عليه وسلم  
والله أعلم بالصواب

والحقيقة أن فصلته نستحق الشكر والتعظيم في مثل مجوداته  
القوية التمهيد في سبيل إخراج هذه المجموعة الكثير السلف ربه  
والحق يقال - إنها دائرة معارف دينية - في مؤلفاته الثمينة المتواليه  
والتي جعلها سهله التناول - لكل من يسر له الله لمعرفه دينه الخفيف  
وسنة نبه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد ألفت في شخصه الجليل  
هذه المجموعة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تليده من سحر متوكل  
وسعى حثيث في تحقير مشروعيه الذي هو الأول من نوعه بهذه السلسلة  
الجميلة - وما توبه ورثته في كل كتاب منها من فصول وأصول - ربما  
زنته من آيات قرآنية كريمة - أدرجه في عبارة لطيفة مستعصية من  
ألمر العالمة في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ومحب في حقهم من حُسن الاعتقاد - ولزوم سبيل التدارك -  
وتزج أحسن القول في أصح باب رسول الله صلى الله عليه وسلم  
بما راجع ودرجاته - فقد سررت من الاتفاق - ومن زلزلهم بسوء  
هو عن شر سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم  
سار منه في فضل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فلكذلك  
الدريه الظاهره فضلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم  
واللهذا يتضح أن أصل الفضائل - فضل النبي صلى الله عليه وسلم  
والله أعلم بالصواب



بسم الله الرحمن الرحيم

فصل في بيان فضيلة الشيخ الفقيه

العلامة السيد محمد باقر الخليلي

فمنها حصل لأحد هما من مدح أو ذم - لأنه أن يتعدى على الآخر  
فأخذه الله على من فرق بولاد بعضهم - وفعارات البعض  
فإن عادى أحدهما لم ينفعه ولاد الآخر وكان عدو الله  
وسوله - وأعود فأقول لقد خلقت مؤلفات فضيلة -  
من تسييق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به  
من تقارب وجهه لذة العالم والدين - وتقدير المشايخ والعلماء  
العالمين وقد بين فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة  
أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق  
ثم عثمان ابن عفان ثم أسد الله على ابن أبي طالب ثم من بعد  
الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين  
هذه ما ظهر على قلبي وجري به لساني - حررته وقت السحر  
وأنا مسرور بما أمانته عليه من الأساسة الذهبية المأثور  
إليها - وهذا ما كون العظم والعلم انما دارجه الله ورضوانه  
أسأل الله الكريم رب العرش العظيم أن يبارك في امره - و  
أن يزيل المشقة - ويحضر فضله وكرمه وقته في ربي جميع الأعداء  
وصلى الله على سيدنا محمد وآله الطيبين وعلى آل وأدمي العالمين

في ١٢ - ١٣ - ١٤  
فضل الرحمن بن فضيلة التبريزي  
صياح الله ووالاه آري المازة  
فضل الرحمن بن كركر  
عم الله بن كركر

# ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عُمدة الاتقياء مینربان مہمانانِ مصطفیٰ علیہ التمجیۃ والثنا  
علامہ محمد فیض الرحمن <sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup>

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحبِ حرمہ اللہ علیہ ساکن  
مدینہ شریف، زادہا اللہ شرفاً

خضر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو  
ہدایت فرمادے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے ماہل ہونے سے  
کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔  
تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امت محمدیہ کو باہل علماء کے  
ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدمہ پر  
گمراہ اور اس کے دشمنوں کے گناہار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے  
اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں  
سونپی۔

اور۔ بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور  
عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا و حبیب

اور شتہ امت فرمائے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنایا حقہ و علی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

”ویشک یں تم میں دوبھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عزت یعنی اہل بیت۔ میں انہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں“

یہ اپنے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قربت یعنی رشتہ داری کو تمام قرآنوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں، انہیں بکے روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے تفصیلات اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازاں میں فاضل کبیر، استاد منظم، قزوہ السالکین، زبدۃ المتقین والمذتبین جناب مولانا محمد علی صاحب راشدان کی حفاظت فرمائے، اکاشگرہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم المعروف کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہریر عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعہ مذہب المعروف تفسیر جعفریہ کی پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعہ کے فاسد عقیدوں کی نیخ کنی کی گئی۔

اور تحقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی اُن تھک محنت لائق شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہ

# فہرست مضامین

عقائد جعفریہ جلد چہارم

| نمبر شمار | مضمون  | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۱         | ایک ضروری وضاحت۔   | ۳۹   |
| ۲         | شیعہ کا ایک ہیئت بڑا طعن۔  | ۴۰   |
| ۳         | مذکورہ طعن کے تین ارکان۔   | ۴۲   |
| ۴         | جواب رکن اول۔  | ۴۲   |
| ۵         | سنت کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے۔                                 | ۴۳   |
| ۶         | لفظ "سنت" کی عظمت کتب اہل شیعہ میں۔                                | ۴۷   |
| ۷         | جواب رکن دوم۔  | ۴۹   |
| ۸         | یہود و نصاریٰ نے عربوں اور چینیوں کو بھی قرآن میں شیعہ کہا گیا ہے۔ | ۵۱   |

| صفحہ | مضمون   | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۵۵   | ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ بننے کی دعا کی۔ | ۸         |
| ۶۰   | جواب رکنِ سوہر:   | ۹         |
| ۶۸   | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سنی تھے۔                               | ۱۰        |
| ۷۰   | حضرت ائمہ اہل بیتؑ ہاں شیعوں کا مقام و مرتبہ۔                         | ۱۱        |
| ۷۴   | حضرات ائمہ اہل بیتؑ نے شیعوں پر لعنت بھیجی اور دوری                   | ۱۲        |
| ۷۸   | کی دعا مانگی  |           |
|      | <b>باب ثقیہ</b>   | ۱۳        |
| ۸۰   | <b>فصل اول</b>  | ۱۴        |
| ۸۰   | تقیہ کے متعلق فریقین (شیعہ، سنی) کے نظریات و عقائد                    | ۱۵        |
|      | عقیدہ اہل تشیع۔   |           |
| ۸۲   | <b>فصل دوم</b>  | ۱۶        |
| ۸۲   | اثباتِ تقیہ پر شیعہ لوگوں کے دلائل اور اُن کے جوابات                  |           |
|      | دلیل اقل:   |           |
|      | حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت             |           |
|      | سائرہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ کہا۔                                     |           |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۸۳   | جواب:  | ۱۷        |
| ۸۵   | تقیہ اور تورہ میں فرق۔   | ۱۸        |
| ۸۶   | دلیل دوم:  | ۱۹        |
| ۸۶   | حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تقیہ اپنے بھائی کی بوری میں پیمانے کو چھپا دیا۔    |           |
| ۸۷   | جواب اول:  | ۲۰        |
| ۸۸   | جواب دوم اور   | ۲۱        |
| ۸۸   | جواب سوم:  |           |
| ۹۳   | دلیل سوم:  | ۲۲        |
| ۹۳   | حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا۔                 |           |
| ۹۴   | جواب   | ۲۳        |
| ۱۰۱  | دلیل چہارم:  | ۲۴        |
| ۱۰۱  | حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی۔ |           |
| ۱۰۲  | جواب:  | ۲۵        |
| ۱۰۵  | دلیل پنجم:   | ۲۶        |
| ۱۰۵  | اصحاب کعبہ نے بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنا رٹا لے۔                                |           |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۱۰۷  | جواب:  | ۲۷        |
| ۱۱۲  | دلیل ششم:  | ۲۸        |
| ۱۱۲  | لفظ تقیۃ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔  |           |
| ۱۱۳  | جواب:  | ۲۹        |
| ۱۱۷  | فصل سوم — فضائل تقیۃ   | ۳۰        |
| ۱۱۸  | روایت ۱: دین کے نوحے تقیۃ میں ہیں۔   | ۳۱        |
| ۱۱۹  | روایت ۲: ”تقیۃ“ سنی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے۔   | ۳۲        |
| ۱۲۰  | روایت ۳: ترک تقیۃ ناقابل معافی گناہ ہے۔  | ۳۳        |
| ۱۲۱  | روایت ۴: تقیۃ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ اہم ہے۔ اور خصلت ائمہ ہے۔                      | ۳۴        |
| ۱۲۲  | روایت ۵: تقیۃ نماز پڑھنے سے کئی نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔  | ۳۵        |
| ۱۲۳  | روایت ۶: صفت اول میں تقیۃ نماز پڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔ | ۳۶        |
| ۱۲۴  | روایت ۷: اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے گویا اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی۔  | ۳۷        |
| ۱۲۵  | روایت ۸: امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہماری بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں عمداً قتل کیا    | ۳۸        |

| نمبر شمار | مضمون  | صفحہ |
|-----------|--|------|
| ۳۹        | روایت ۹: بطور تقیہ نماز پڑھنے والے پر فرشتے                              | ۱۲۷  |
| ۴۰        | درود و سلام بھیجتے ہیں ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ |      |
| ۴۱        | روایت ۱۰: امام قائم کے ظہور تک شیعوں کے لیے جھوٹ                         | ۱۲۹  |
|           | یوں نا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ سے خارج ہو جائیں گے۔                    |      |
| ۴۲        | روایت ۱۱: جو تقیہ نہ کرے بے دین ہے۔                                      | (۳۱) |
| ۴۳        | روایت ۱۲: تقیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا نماز                       | ۱۳۲  |
|           | چھوڑنے والا۔   |      |
| ۴۴        | روایت ۱۳: تقیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔                               | ۱۳۳  |
| ۴۵        | روایت ۱۴: تقیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں                           | ۱۳۴  |
|           | کے درمیان نور ہو گا۔ جس سے وہاں روشنی حاصل کی جائے گی۔                   |      |
| ۴۶        | روایت نمبر ۱۵: شیعہ مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی مذہب                      | ۱۳۶  |
|           | چھپانا جائز ہے۔ اور بندی درجات کا عامل ہے۔                               |      |
| ۴۷        | روایت ۱۶: جس نے تقیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)                | ۱۳۸  |
| ۴۸        | روایت ۱۷: تمام اعمال سے تقیہ افضل ہے۔ اور شیعوں                          | ۱۳۸  |
|           | کے اعمال کی جان ہے۔  |      |
| ۴۸        | روایت ۱۸: تقیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام                 | ۱۳۹  |
|           | کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں۔  |      |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۱۴۱  | <b>فصل چہارم</b>                                   | ۴۹        |
| ۱۴۱  | دست تقیہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی۔             |           |
| ۱۴۱  | روایت ۱:   |           |
| ۱۴۵  | روایت ۲:   | ۵۰        |
| ۱۴۷  | روایت ۳:   | ۵۱        |
| ۱۴۹  | روایت ۴:   | ۵۲        |
| ۱۵۱  | روایت ۵:   | ۵۳        |
| ۱۵۳  | روایت ۶:   | ۵۴        |
| ۱۵۵  | <b>فصل پنجم</b>                                    | ۵۵        |
| ۱۵۵  | تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔ |           |
| ۱۵۵  | دلیل اول:  |           |
| ۱۵۹  | دلیل دوم:  | ۵۶        |
| ۱۶۱  | دلیل سوم:  | ۵۷        |
| ۱۶۷  | دلیل چہارم:  | ۵۸        |
| ۱۶۸  | دلیل پنجم:   | ۵۹        |
| ۱۷۰  | دلیل ششم:  | ۶۰        |
| ۱۷۱  | دلیل ہفتم:   | ۶۱        |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۱۷۲  | دلیل ہشتم:   | ۶۲        |
| ۱۷۳  | دلیل نہم:  | ۶۳        |
| ۱۷۵  | دلیل دہم:  | ۶۴        |
| ۱۷۶  | دلیل یازدہم:   | ۶۵        |
| ۱۷۷  | دلیل دوازدہم:  | ۶۶        |
| ۱۷۹  | دلیل سیزدہم:   | ۶۷        |
| ۱۸۰  | دلیل چہار دہم:   | ۶۸        |
| ۱۸۲  | فصل ششم  | ۶۹        |
| ۱۸۲  | بخشش اور دعا کے وقت تبرع اور لعنت۔                                 | ۷۰        |
| ۱۸۶  | سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس کے لیے لعنت،               | ۷۱        |
| ۱۹۲  | حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر ماضی کے وقت شیعوں کی پسندیدہ دعا۔ | ۷۲        |
| ۱۹۳  | امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی پسندیدہ دعا۔            | ۷۳        |
| ۱۹۶  | فصل ہفتم   | ۷۴        |
| ۱۹۶  | اثم اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے۔                            | ۷۵        |
| ۲۰۱  | فصل ششم  | ۷۶        |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۰۱  | حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے سچی دوستی و یگانہ<br>تقیہ کی علت ہے     | ۷۷        |
| ۲۰۲  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا۔                                  | ۷۸        |
| ۲۰۳  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے<br>پیچھے نماز پڑھنا۔ | ۷۹        |
| ۲۰۵  | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح                 | ۸۰        |
| ۲۲۰  | ایشیخ العلمائہ مولانا فضل الرحمان صاحب مدظلہ العالی مدنی کا بیان                 | ۸۱        |
| ۲۲۱  | <b>باب دوم</b>   |           |
| ۲۲۲  | <b>بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم</b>   | ۸۲        |
| ۲۲۲  | <b>طعن اول</b>   | ۸۳        |
| ۲۲۲  | صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔<br>(معاذ اللہ)    | ۸۴        |
| ۲۲۳  | صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی۔   | ۸۵        |
| ۲۲۴  | <b>جواب طعن:</b>   | ۸۶        |
| ۲۲۴  | تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔                     | ۸۷        |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۲۲۶  | روایات شیعہ سے مذکورہ طعن کی تردید۔  | ۸۸        |
| ۲۳۸  | <b>چیلنج: دس ہزار روپیہ انعام</b>  | ۸۹        |
| ۲۴۱  | برداشت فروغ کافی۔  | ۹۰        |
| ۲۴۱  | عسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے۔  | ۹۱        |
| ۲۴۲  | وفات رسول علیہ السلام پر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو بیٹھے۔                  | ۹۲        |
| ۲۵۰  | <b>شبہ اول:</b>  | ۹۳        |
| ۲۵۰  | اگر صحابہ محبت رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہو گئے۔ | ۹۴        |
| ۲۵۰  | <b>ازالہ شبہ:</b>  | ۹۵        |
| ۲۵۱  | ثانی اشین الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت صدیقی پر متفق ہو گئے۔             | ۹۶        |
| ۲۵۶  | <b>شبہ دوم:</b>  | ۹۷        |
| ۲۵۶  | صحابہ کی عدم موجودگی کے سبب جنازہ رسول دونوں تک مؤخر رہا                               | ۹۸        |
| ۲۵۶  | <b>جواب:</b>   | ۹۹        |
| ۲۵۶  | <b>حقیقت کا انکشاف</b>   | ۱۰۰       |

| نمبر شمار | مضمون   | صفحہ |
|-----------|---|------|
| ۱۰۱       | حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث، شیعوں کے نزدیک حضرت علی کی شان اور مرتبہ رسول خدا سے زیادہ ہے۔                                       | ۲۵۸  |
| ۱۰۲       | علی المرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہیں ہوا۔  | ۲۶۰  |
| ۱۰۳       | خلافت علی میں کوفہ میں بیسنے والے کون تھے۔  | ۲۶۱  |
| ۱۰۴       | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے کمر توڑ۔   | ۲۶۲  |
| ۱۰۵       | چیلنج :   | ۲۶۲  |
| ۱۰۶       | جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں۔<br>(از کتب شیعہ)        | ۲۶۵  |
| ۱۰۷       | نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا   | ۲۶۸  |
| ۱۰۸       | طعن دوم   | ۲۶۴  |
| ۱۰۹       | ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے۔ | ۲۶۴  |
| ۱۱۰       | جواب اول :  | ۲۶۵  |
| ۱۱۱       | طعن اول کی عبارت کی سند پر جرح  | ۲۶۵  |
| ۱۱۲       | جواب دوم :  | ۲۶۹  |

| صفحہ | مضمون   | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۲۸۲  | جواب سوم:   | ۱۱۳       |
| ۲۸۶  | پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صا<br>کا بیان                          | ۱۱۴       |
| ۲۹۳  | <b>باب سوم:</b>   | ۱۱۵       |
| ۲۹۴  | مناقب اہل بیت   | ۱۱۶       |
| ۲۹۵  | مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  | ۱۱۷       |
| ۲۹۵  | <b>فصل اول:</b>   | ۱۱۸       |
| ۲۹۶  | آپ کی کنیت، علیہ اور آپ کے اسم گرامی کا بیان  | ۱۱۹       |
| ۲۹۹  | <b>فصل دوم:</b>   | ۱۲۰       |
| ۲۹۹  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا بیان                                   | ۱۲۱       |
| ۳۰۳  | <b>فصل سوم:</b>   | ۱۲۲       |
| ۳۰۳  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم<br>کے ہاں مرتبہ و مقام۔ | ۱۲۳       |
| ۳۰۵  | ایک مغالطہ اور اس کا جواب۔  | ۱۲۴       |
| ۳۱۲  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات کی رعایت  | ۱۲۵       |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۳۲۳  | <b>فصل چہارم:</b>  | ۱۲۷       |
| ۳۲۳  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم مبارک کے بیان میں<br>علم و حکمت کے دس حصوں میں ساڑھے نو حصے آپ کو عطا<br>ہوئے۔             | ۱۲۷       |
| ۳۲۵  | علم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے سے پہلے حضرات<br>سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے درجہ تک نہ<br>پہنچ سکا۔ | ۱۲۸       |
| ۳۲۶  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی موت یا خبر تھے۔  | ۱۲۹       |
| ۳۲۷  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرح علم پیا۔   | ۱۳۰       |
| ۳۲۹  | حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت اور مضبوطی دراصل<br>حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔                         | ۱۳۱       |
| ۳۳۰  | حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا شان نزول جانتے تھے۔  | ۱۳۲       |
| ۳۳۱  | حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا کہ جو چاہو پوچھو۔   | ۱۳۳       |
| ۳۳۲  | ایک شکل ترین سوال کافی البدیہ جواب۔  | ۱۳۴       |
| ۳۳۳  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل۔   | ۱۳۵       |
| ۳۳۵  | حضرت علی المرتضیٰ کی قضاہت کی ایک نادر جھلک۔   | ۱۳۶       |
| ۳۳۷  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب کے بھی امام تھے۔   | ۱۳۷       |
| ۳۳۸  | امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عظیم نبوت<br>کا خزانہ سمجھتے تھے۔                                     | ۱۳۸       |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۳۴۹  | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب حضرت علی المرتضیٰ کو دین کا بہت بڑا عالم سمجھتی تھیں۔                    | ۱۲۹       |
| ۳۵۰  | حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حلیہ شریف کے سب زیادہ حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔              | ۱۳۰       |
| ۳۵۲  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ علمائے کالمین میں سے سمجھتے تھے۔             | ۱۳۱       |
| ۳۵۳  | <b>فصل پنجم:</b>   | ۱۳۲       |
| ۳۵۴  | حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی جان نثار کر دینا۔                                       | ۱۳۳       |
| ۳۵۶  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔   | ۱۳۴       |
| ۳۵۶  | سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔   | ۱۳۵       |
| ۳۵۷  | حضرت علی المرتضیٰ سید العرب ہیں۔   | ۱۳۶       |
| ۳۵۸  | حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی۔             | ۱۳۷       |
| ۳۵۹  | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان کہ کل جہنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔ | ۱۳۸       |
| ۳۶۱  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے۔                                 | ۱۳۹       |
| ۳۶۲  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ اور اس کے رسول کے محبوب تھے۔                                      | ۱۴۰       |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۳۴۲  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ڈوبا سورج بھی واپس کیا گیا۔                                    | ۱۵۱       |
| ۳۴۵  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔                  | ۱۵۲       |
| ۳۴۶  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے :-                                     | ۱۵۳       |
| ۳۴۹  | سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیر خدا سے عقیدت   | ۱۵۴       |
| ۳۵۷  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ضرار مدائنی کا اہمیرۃ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان۔ | ۱۵۵       |
| ۳۶۲  | قیامت کے دن جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ ہوگا۔  | ۱۵۶       |
| ۳۶۴  | حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت کے باغات تھیں۔  | ۱۵۷       |
| ۳۷۴  | <b>فصل ششم:</b>  | ۱۵۸       |
| ۳۷۴  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ  | ۱۵۹       |
| ۳۳۸  | ۱۵۹ لاکھوں سامان غزواؤں میں تقسیم کر دیا۔  | ۱۶۰       |
| ۳۷۹  | علی المرتضیٰ نے دنیاوی زیبائش کا کبھی بھی خیال نہ فرمایا   | ۱۶۱       |
| ۳۸۳  | <b>فصل ہفتم:</b>   | ۱۶۱       |
| ۳۸۳  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مخالفین پر اللہ کی پھٹکار۔   | ۱۶۲       |

| صفحہ | مضمون   | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۳۸۶  | فصل ہشتم:   | ۱۴۳       |
| ۳۸۶  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت اور غلبہ خداوندی   | ۱۴۴       |
| ۳۹۰  | فصل نہم:  | ۱۴۵       |
| ۳۹۰  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں   | ۱۴۶       |
| ۳۹۵  | فصل دہم:  | ۱۴۷       |
| ۳۹۵  | شیخین کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا فیصلہ۔  | ۱۴۸       |
| ۳۹۷  | حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کر دینے کی دھمکی سنائی جس نے آپ کو ابو بکر سے افضل کہا۔           | ۱۴۹       |
| ۳۹۹  | حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے کو مقتدری کی مدد لگانے کی وعید (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) | ۱۵۰       |
| ۴۰۰  | کسی کے سینہ میں میری محبت اور شیخین سے بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)                     | ۱۵۱       |
| ۴۰۵  | شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔<br>(امام باقر کا قول)   | ۱۵۲       |
| ۴۰۶  | حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے۔ (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)               | ۱۵۳       |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۴۰۶  | آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیعہ کہلانے کے باوجود شیخین کو بُرا جانیں گے۔ وہ بدترین لوگ ہوں گے۔<br>(حضرت علی المرتضیٰ)  | ۱۷۴       |
| ۴۱۰  | شیخین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے۔<br>(حضرت علی المرتضیٰ)  | ۱۷۵       |
| ۴۱۱  | شیخین امت میں افضل ترین ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)   | ۱۷۶       |
| ۴۱۲  | شیخین سے محبت علامتِ ایمان اور ان سے دشمنی بدعتی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)   | ۱۷۷       |
| ۴۱۳  | شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں ہے۔ وہ دونوں جنتی ہوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)   | ۱۷۸       |
| ۴۱۵  | شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔<br>(حضرت علی المرتضیٰ)   | ۱۷۹       |
| ۴۱۶  | فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اُن کا نام اعمال کے کردار کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں۔ (حضرت علی المرتضیٰ) | ۱۸۰       |
| ۴۱۸  | حضرت ابوالدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین سے آگے چلنے سے منع فرمایا۔  | ۱۸۱       |
| ۴۲۰  | فصل یازدہم:  | ۱۸۲       |
| ۴۲۰  | امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔  | ۱۸۳       |

| نمبر شمار | مضمون   | صفحہ |
|-----------|---|------|
| ۱۸۴       | ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا جو دنیا میں عدل ہی<br>عدل قائم کر دے گا۔                          | ۴۲۰  |
| ۱۸۵       | ان کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گرتا رہا۔   | ۴۲۱  |
| ۱۸۶       | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کی زبان چومتے تھے۔  | ۴۲۱  |
| ۱۸۷       | ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا۔  | ۴۲۱  |
| ۱۸۸       | امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیارے رکھنے والے کو اللہ پیارا<br>سمجھتا ہے۔                                 | ۴۲۲  |
| ۱۸۹       | اُن کی پیاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لعابِ دھن<br>سے بجھائی۔                                 | ۴۲۲  |
| ۱۹۰       | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کو فرمایا "ویر مجھ سے ہے،"   | ۴۲۳  |
| ۱۹۱       | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں کی سواری انہیں میسر ہوئی  | ۴۲۴  |
| ۱۹۲       | ان کی شکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی۔   | ۴۲۵  |
| ۱۹۳       | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ذریعہ دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی                              | ۴۲۵  |
| ۱۹۴       | <b>فصل دوازدهم:</b>   | ۴۲۷  |
|           | فضائل امام حسین رضی اللہ عنہ۔   | ۴۲۷  |
| ۱۹۵       | حضرت عمر بن الخطاب کے نزدیک احترام حسین رضی اللہ عنہ  | ۴۲۷  |
| ۱۹۶       | ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو دیئے۔                                     | ۴۲۸  |
| ۱۹۷       | ان کا شکم پیغمبر پر بول کر ٹاٹا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں<br>دہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا۔ | ۴۳۰  |

| صفحہ | مضمون   | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۳۱  | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا تھا کہ انہیں رونے مت دیا کرو | ۱۹۸       |
| ۴۳۳  | گردن سے ٹخنوں تک ان کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشابہت تھی                           | ۱۹۹       |
| ۴۳۴  | حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔                   | ۲۰۰       |
|      | <b>فصل سیزدہم:</b>  | ۲۰۱       |
| ۴۳۴  | امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشترک فضائل۔  |           |
| ۴۳۴  | دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہونا۔                     | ۲۰۲       |
| ۴۳۵  | ان دونوں کی محافلت کرنے والا جہنمی ہے۔  | ۲۰۳       |
| ۴۳۵  | حالات نماز میں اپنی پشت انور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گرنے نہ دیا۔    | ۲۰۴       |
| ۴۳۸  | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے۔    | ۲۰۵       |
| ۴۴۰  | ان کے جنتیوں کے سردار ہونے کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔         | ۲۰۶       |
| ۴۴۰  | ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو گئے۔                 | ۲۰۷       |
| ۴۴۲  | یہ دونوں جنت کے زیور ہیں۔   | ۲۰۸       |
| ۴۴۳  | دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے۔                    | ۲۰۹       |

| صفحہ | مضمون  | پر شمار |
|------|--|---------|
| ۴۴۴  | ان کی نسبی بڑائی خود حضور علیہ السلام نے بیان فرمائی۔                                | ۲۱۰     |
| ۴۴۵  | حسین کریمین کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔   | ۲۱۱     |
| ۴۴۶  | <b>فصل چہارم:</b>  | ۲۱۲     |
| ۴۴۶  | فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔  | ۲۱۳     |
| ۴۴۶  | سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سرار ہیں۔                                    | ۲۱۴     |
| ۴۴۷  | خاتون جنت کو اپنی موت کا پہلے سے علم تھا۔  | ۲۱۵     |
| ۴۴۹  | گھر کی تمام عورتوں سے حضور علیہ السلام کو خاتون جنت رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں۔  | ۲۱۶     |
| ۴۴۹  | خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے میدان حشر سے گزرتے وقت اہل محشر نگاہیں جھکا لیں گے        | ۲۱۷     |
| ۴۵۰  | عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی۔                        | ۲۱۸     |
| ۴۵۱  | سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بہت سے اوصاف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل تھیں۔ | ۲۱۹     |
| ۴۵۲  | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ کے حق میں مخصوص دعا۔                            | ۲۲۰     |
| ۴۵۴  | <b>فصل پانزدہم:</b>  | ۲۲۱     |
| ۴۵۴  | فضائل سیدہ ام زین العابدین رضی اللہ عنہ۔   | ۲۲۲     |
| ۴۵۴  | تعارف امام موصوف - marfat.com  | ۲۲۳     |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۴۵۵  | ان کی چند کرامات                             | ۲۲۳       |
| ۴۶۲  | امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاق حسنہ | ۲۲۵       |
| ۴۶۳  | فصل شش دہم:                                  | ۲۲۶       |
| ۴۶۳  | فضائل امام باقر رضی اللہ عنہ                 | ۲۲۷       |
| ۴۶۵  | ان کی کرامات۔                                | ۲۲۸       |
| ۴۷۴  | آپ کی وفات جسرت آیات۔                        | ۲۲۹       |
| ۴۷۵  | فصل سیزدہم                                   | ۲۳۰       |
| ۴۷۵  | فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ            | ۲۳۱       |
| ۴۷۵  | آپ کا تعارف۔                                 | ۲۳۲       |
| ۴۷۷  | آپ کی چند کرامات۔                            | ۲۳۳       |
| ۴۸۴  | آپ کی وفات۔                                  | ۲۳۴       |
| ۴۸۵  | فصل ہشتم                                     | ۲۳۵       |
| ۴۸۵  | فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ۔          | ۲۳۶       |
| ۴۸۶  | آپ کا تعارف۔                                 | ۲۳۷       |
| ۴۸۶  | آپ کی علمی وسعت۔                             | ۲۳۸       |
| ۴۸۷  | آپ کی کرامات                                 | ۲۳۹       |
| ۴۹۴  | آپ کی شب روز کی عبادت                        | ۲۴۰       |

| صفحہ | مضمون   | نمبر شمار |
|------|---|-----------|
| ۴۹۳  | آپ کی سخاوت۔  | ۲۴۱       |
| ۴۹۶  | فصل نو دھم:   | ۲۴۲       |
| ۴۹۶  | فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ                               | ۲۴۳       |
| ۴۹۶  | آپ کا تعارف:  | ۲۴۴       |
| ۴۹۷  | آپ کی بعض کرامات  | ۲۴۵       |
| ۵۰۵  | آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک  | ۲۴۶       |
| ۵۰۸  | فصل یستم:   | ۲۴۷       |
| ۵۰۸  | فضائل امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی رضی اللہ عنہ | ۲۴۸       |
| ۵۰۸  | آپ کا تعارف۔  | ۲۴۹       |
| ۵۰۹  | ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ۔   | ۲۵۰       |
| ۵۱۰  | آپ کی کچھ کرامات  | ۲۵۱       |
| ۵۱۴  | فصل یکم رست:  | ۲۵۲       |
| ۵۱۴  | فضائل امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی       | ۲۵۳       |
| ۵۱۴  | آپ کی بعض کرامات  | ۲۵۴       |
| ۵۱۸  | آپ کا ایثار   | ۲۵۵       |
| ۵۲۰  | فصل دوم رست:  | ۲۵۶       |
| ۵۲۰  | امام حسن بن علی المعروف ہادی اور حسن عسکری کے فضائل۔                  | ۲۵۷       |

| صفحہ | مضمون  | نمبر شمار |
|------|--|-----------|
| ۵۲۱  | آپ کی کرامات کا تذکرہ۔   | ۲۵۸       |
| ۵۲۸  | فصل سوم رست:   | ۲۵۹       |
| ۵۲۸  | امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔ تعارف   | ۲۶۰       |
| ۵۲۹  | ان کے مختصر فضائل و مناقب۔   | ۲۶۱       |
| ۵۳۱  | آپ کی شان میں چند احادیث۔  | ۲۶۲       |
| ۵۲۹  | فصل چہارم رست:   | ۲۶۳       |
| ۵۲۹  | فضائل اہل بیت علیہ السلام۔   | ۲۶۴       |
| ۵۲۹  | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہے              | ۲۶۵       |
| ۵۴۱  | اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو بروز حشر شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگی۔ | ۲۶۶       |

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد

# ایک ضروری وضاحت

اس جلد میں تین باب ہیں۔ جن میں شیعہ لوگوں کے ان اعتراضات کے  
 مہل جوابات دیے گئے ہیں جن سے شیعہ لوگ اثبات کرتے ہیں  
 کہ سینوں نے ائمہ اہل بیت کی مقبول اور پسندیدہ سنت ”تلقینہ کی مخالفت  
 کرتے ہوئے دین کو ضائع کیا۔ اسی طرح سنیوں کے پیشواؤں نے جنازہ  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پڑھا۔ اور یہ کہ سنیوں کو اہل بیت محبت نہیں ہے شیعہ  
 اس پر مزید بصرہ کرتے ہیں کہ سنیوں کے یہ عقائد ہیں ان کا لفظ ”سنی“  
 تک قرآن مجید میں نہیں ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں لفظ شیعہ قرآن مجید  
 میں وجود ہے۔ بلکہ جدانیا حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے چونکہ سنیوں  
 پر شیعوں کی طرف سے کیا گیا ایک بہت بڑا طعن ہے، اس لیے میں نے  
 یہ غم ورنی سمجھا کہ ان تینوں ابواب کے شروع کرنے سے پہلے لفظ سنی شیعہ  
 کی حقانیت پر بحث کروں تاکہ دوسرے تمام ابواب میں سنیوں کو مطلقاً  
 کرنے کے جن اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا لامالی جواب واضح  
 ہو جائے۔

شیعوں

کا ایک بہت بڑا طعن

(شیعہ) کا لفظ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

لیکن ”سنی“ کا لفظ نہیں ہے

اہل تشیع بڑی شد و مد کے ساتھ بھولے بھالے اہل سنت کو درغلاسنے کے لیے ایک جال پھیلاتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ تم اہل سنت، ہمیں برا بھلا کہتے، مولا و زاپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو۔ ایسا نہیں۔ بلکہ معاملہ الٹ ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں ”شیعہ“ کا لفظ موجود ہے۔ ”سنی“ کا لفظ نہیں۔ اگر شیعہ بقول تمہارے اللہ اور اس کے رسول کے منکر اور ان کے مخالفت ہوتے۔ تو قرآن کریم میں بار بار ان کا نام نہ آتا۔ اس لیے شیعہ لوگوں کو ایک یہودی کے پیر و کار بتلانا فطرتاً درست نہیں۔ دیکھئے قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس لفظ کو استعمال فرمایا۔ ان من شیعۃ لا یزکیہم اللہ تعالیٰ کے ”شیعہ“ میں سے ایک ابراہیم بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا ہے۔ تبھی تو

marfat.com

Marfat.com

آپ بھی اسی کے ایک فرد کہلائے۔ جدا لانیہ علیہ السلام کا جو مذہب تھا۔ وہ آج بھی مقبول و محبوب ہے۔

لہذا شیعوں کو بھی چاہیئے کہ اپنے سنی مسی کہلانے کی بجائے شیعہ کہلایا کریں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر خود اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہے کہ ختی ٹولہ یا فرقہ صرف دو شیعہ ہی ہے۔ تو پھر کیوں اس سے اتنا بغض و حسد کیا جاتا ہے۔

صواعق محرقة:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ  
هَذِهِ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
أُولَئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ  
هُوَ أَنتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاحِلِينَ  
مَرْضِيَّيْنِ۔

(الصواعق المحرقة ص ۱۶۱ فصل اول)

فی الآیات الواردة فیہم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت  
کریمہ نازل ہوئی۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات۔ بے شک جو لوگ ایمان  
لائے اور نیک کاموں کے پابند رہے۔ وہ بہترین مخلوق ہیں حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
اور ان کے شیعوں کے لیے اُتری ہے۔ وہ بروز حشر راضی رہیں گے  
اور اللہ تعالیٰ ان کو راضی کر دے گا۔

یہ طس المی تیشیع کے مناظر اور مبلغ اعظم مولوی اسماعیل شیعہ نے فتوحات شیعہ

ص ۷۰۔ اپر بھونان شیعہ کے حق میں پیشین گوئی، اور ص ۱۵۳ پر بعنوان ”مذہب شیعہ قرآن میں“ ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کا غلامہ پیش کیا ہے۔

## مذکورہ طعن کے تین ارکان

۱۔ قرآن کریم میں شیعہ کا نام تو ہے لیکن سُنی کا لفظ موجود نہیں

۲۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شیعہ تھے۔

۳۔ شیعوں کا جنتی ہونا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں سے ثابت ہوا کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے۔ اور اس کے پیروکار ہی جنتی ہیں۔ اور مذہب سُنی کوئی اصل نہیں رکھتا۔ اس لیے جنت کے خواہش مندوں کو شیعہ کہلانا چاہیئے۔

## جواب رکن اول:

معن مذکور کے رکن اول میں یہ دعوہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شیعہ کا لفظ تو قرآن مجید میں موجود نہ دسٹی، کا لفظ نہیں۔ یہ قرآن کریم سے نادراقت ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور حقیقت میں مٹرخ اور اس کے ساتھی قرآن کریم کا علم رکھتے ہی نہیں۔ اس کی وضاحت ہم دو تحریر قرآن، کے ضمن میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ دوسری، سُنت کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ چند مقامات پیش خدمت ہیں۔

”سنت“ کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے چند

آیات بطور حوالہ درج ذیل ہیں

آیت نمبر (۱)

سنة الله في الذين خلوا من قبل وكان امر الله  
قدرا مقدورا۔

(پہ۔ ۲۲ ع۔ ۲)

ترجمہ:

خدا کا طریقہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔ ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور خدا کا  
حکم ایک حد پر اندازہ کیا ہوتا ہے۔

آیت نمبر (۲)

يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْسَكُمْ وَيَكْفُرَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي كُنْتُمْ  
قَبْلَكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ۔

(پہ۔ ۲۳ ع۔ ۱)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے  
بیان فرمادے۔ اور ان کی طرف راہنمائی کر دے۔ اور تم پر رجوع  
فرمائے۔

## آیت نمبر (۱۳)

سُنَّةٌ مِّن قَدَرٍ مَّا بَدَّلْنَا مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّةِنَا  
تَحْوِيلًا

(پ ۱۵ ع ۸)

ترجمہ:

طریقہ ان رسولوں کا جو آپ کے قبل ہم نے بھیجے تھے۔ اور تم ہمارے  
طریقہ میں ہمیر پھیر نہ پاؤ گے۔

## آیت نمبر (۱۴)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَكَانَ تَجْدُ لِسُنَّةِنَا تَبْدِيلًا

(پ ۲۳ ع ۱۱)

ترجمہ:

اللہ کے طریقہ کے مطابق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا اور تم اللہ کے طریقہ  
کو ہرگز تبدیل نہ کرنا پاؤ گے۔

## آیت نمبر (۱۵)

قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ

(پ ۱۴ ع ۱)

ترجمہ:

پہلے کے طریقہ پہلے سے چلا ہے۔

## آیت نمبر (۶)

إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ۔

(پ ۱۵ - ع ۱۹)

ترجمہ ۱۔

مگر یہ کہ آگیا ان کے پاس طریقہ گزرے لوگوں کا

## آیت نمبر (۷)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ مَنْ أَلِفَ  
الْكُفْرُونَ

(پ ۲۲ - ع ۱۴)

ترجمہ ۱۔

اللہ کا طریقہ جو اس کے بندوں میں سے ہو گزرا۔ اور کافروں نے خسارے میں  
پڑے۔

## آیت نمبر (۸)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ  
وَإِنْ يَعُودُوا أَفَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ۔

(پ ۹ - ع آخری)

ترجمہ ۱۔

کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ معاف

کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ پھر سے لوٹ کر گنہگار نہ آئے۔ تو پھر پہلے  
سے گزرے لوگوں کا طریقہ ان کے ساتھ بھی برتا جائے گا۔

## انیت نمبر (۹)

سُئِلَ اللَّهُ فَاَلَمْ يَخْلُقْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجَدَّدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

(پت۔ ۵۷)

ترجمہ:

اللہ کا طریقہ گزرے لوگوں کے بارے میں۔ اور تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز  
تبدیلی نہ پاؤ گے۔

مذکورہ آیات کریمہ میں اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کے طریقہ اور اساتذہ  
کو ”سنت“ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ خصوصاً بعد الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے  
طریقہ مبارک کو ”سنت“ کہا گیا۔ اور اس بات کو اہل تشیع کے مجتہدین و مفسرین بھی تسلیم  
کرتے ہیں۔

## تفسیر منہج الصادقین:

رَبِّدُ اللَّهُ اُمِّي خَاطِمُهَا (يُثَبِّتُ لَكُمْ مَا بَيَّانَ كُنْدَ رَأْسِ شَمَا...  
رَوَيْتُ بِكَ يَكْفُرُ) اور اہل فہمہ شمار (مُسْكِنُ الْاَوْثَانِ) راہِ مائے انا کو روند  
(مِنْ قَبْلِكَ كُمْ) آپ شیخ از شما یعنی دینِ ابراہیم و اسماعیل۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم ص ۴۰)  
مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تاکہ تمہارے لیے بیان کرے اور تمہیں راستہ

دکھائے اُن لوگوں کی راہوں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی حضرت  
ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین کی طرف۔

قرآن کریم میں لفظ "سنت" کے ذکر ہونے کے بارے میں ہم نے جو آیات  
درج کی ہیں۔ آپ اُن میں غور فرمائیں۔ تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔ اول یہ کہ بعض مقامات  
میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا۔ (یعنی سنتہ اللہ) اور بعض آیات میں  
میں اس لفظ کی اضافت اس کے نیک بندوں یعنی حضرات انبیاء کرام کی طرف کی  
گئی ہے۔ اہل سنت کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش بختی ہے کہ انہوں نے  
اپنے طریقہ کے امتیاز کے لیے وہی لفظ استعمال کرنا پسند کیا جس کی اضافت  
اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف ہے۔ لفظ "سنت" کا ایسا امتیازی استعمال کتب  
شیعہ میں بھی اس کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

## لفظ سنت کی عظمت کتب اہل تشیع میں

فروع کافی :

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱ ص ۱۰۷ کتاب النکاح باب کراہتہ العزوبۃ ملبوسہ تہران مطبعہ مدینہ)

ترجمہ :

جو بھی میری سنت سے منہ پھیرے گا۔ وہ میرا نہیں ہے۔

جلال العیون :

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے۔ تو اپنے مدینہ منورہ  
کی طرف روانگی کے دوران ایک عظیم نصح و مبلغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ الفاظ

بھی تھے۔

### جللاء العیون:

”وہیت می فرمود ایشان را که دست از سنت و طریقہ او بر نہ دارد“

(جلاد العیون جلد اول صفحہ نمبر ۵۹)

فعل چہارم در بیان وصیت مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اُپ نے صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ان کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو وصیت فرمائی۔ کہ میری سنت اور میرے طریقے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ (یعنی اس کی پابندی کرتے رہنا۔)

### معافی الاخبار:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا وَجَدْتُكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا لَعَلَّ  
لَكُمْ بِهِ لَا عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِهِ وَمَا لَكُمْ يَكُنْ  
فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَثَّقَتْ فِيهِ سُنَّةٌ  
فِي قَوْلِ فَلَا عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِهِ سُنَّتِي -

(معافی الاخبار لعنیت ابن ابی نعیم)

۱۵۴/ باب معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اصحابی الم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے اباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں جو حکم اللہ رب العزت کی کتاب میں ملے۔ تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے چھوڑنے پر کوئی عذر تمہیں نہیں کرنا چاہیئے۔ اور وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے ملے۔ اور اس بکارے میں میری طرف سے کوئی سنت مل جائے۔ تو پھر میری سنت کے ترک میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیئے۔

قرآن حکیم کی آیات اور شیعہ مفسرین و مجتہدین کی کتب معتبرہ میں سے اہم آپ پڑھ چکے کہ لفظ و سنت، کئی دفعہ مذکور ہوا۔ اور اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف یا اپنے برگزیدہ بندوں کی طرف کی۔ اس لیے ہمیں اس پر فخر ہے۔ کہ ہم منسوب الی السنۃ یعنی سنی کہلاتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ پھر سنت پر عمل کرنے کی خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی۔ اور اس کے تارک کے متعلق فرمایا۔ وہ ہمارا نہیں۔ نتیجہ یہی سامنے آیا کہ معتزل کا یہ کہنا۔ کہ دوستی، کافران و حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ محض لامطی پر مبنی ہے۔ اور جہالت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب رکن دوم:

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے۔

marfat.com

Marfat.com

وان من شیعۃ لا براہیمہ۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام اس کے شیعوں میں سے ہیں۔ اس آیت میں اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیعہ کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے مراد موجودہ دور کے شیعہ نہیں۔ اور نہ ہی دو شیعیاں ملی، ہیں۔ بلکہ وہ اس شیعہ کی ضمیر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اب معنی یہ ہوا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے شیعوں میں ایک شیعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

لہذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجودہ شیعوں میں سے تھے۔ بالکل غلط اور قرآن کریم کی تاویل غلط ہے۔ خود اہل تشیع مانتے ہیں۔ کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کا شیعہ کہا گیا ہے۔

### تفسیر مجمع البیان:

(وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ) اُنْھِ وَ اَنّْ مِنْ شِيعَۃِ نُوْحٍ  
اِبْرَاہِیْمَ یَعْنِیْ اَنَّهُ عَلٰی مِثْلِہَا جِہٌ وَ سُنَّتِہَا فِی الشَّوْجِہِ  
وَ الْعَدْلِ وَ اتِّبَاعِ الْحَقِّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۱۲ جز ۵)

ص ۴۹ پارہ نمبر ۲ مطبوعہ تہران

لمعہ جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد وہاں ہے کہ ابراہیم اس کے شیعہ میں سے ہیں، یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے شیعہ میں سے ہیں مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اسی طریقہ اور اسی راستہ توحید و عدل اور اتباع حق پر تھے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔

تو جس طرح آیت مذکورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موجودہ دور کے شیعہ اور شیعیان علی میں سے ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شیعہ مذہب ہی حق ہے۔ اور یہی پاکیزہ مسلک ہے۔ کیونکہ لفظ ”شیعہ“ کے معنی گروہ کے ہیں۔ جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ ”شیعیان علی“، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفداروں کو اور ”شیعیان معاویہ“ حضرت امیر معاویہ کے حمایتیوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی مذہب کا نام نہیں۔ بلکہ کسی ایک گروہ پر لفظ شیعہ کا اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ نیک لوگوں کا ہو یا برے لوگوں کا۔ خود قرآن کریم نے اسے گروہ کے معنی میں استعمال فرمایا۔ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہیں۔

**قرآن کریم میں یہ سو دو نصاریٰ فرعونوں اور جنہوں کو بھی شیعہ کہا گیا ہے**

**آیت نمبر (۱)**

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أُمَّلَهَا شَيْعًا۔

(پٹ ۵۰)

**ترجمہ:**

بے شک فرعون زمین میں بڑا بن بیٹھا۔ اور زمین پر بسنے والوں کو شیعہ گروہ درگروہ کر دیا۔

**آیت نمبر (۲)**

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا ذُنُوبُهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا لِّتَمُوتَ مِنْهُمْ مَنِيٌّ۔

(پٹ ۵۰)

**ترجمہ:**

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو کھوئے کھوئے کر ڈالا۔ اور

وہ شیعوں (دروہ) تھے۔ اے حبیب آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

### آیت نمبر (۳)

قُلْ مُوقَدِّرٌ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ  
أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَكْسِفُكُمْ شَيْعًا۔

(پ۔ ع۔ ۱۴)

ترجمہ:

فرمادیجئے، اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے یا پاؤں  
کے نیچے سے عذاب بھیجے۔ یا تم کو شیعوں (دروہ درگروہ) بنا کر  
باہم لڑائے۔

### آیت نمبر (۴)

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ  
وَكَانُوا شَيْعًا۔

دپ

ترجمہ:

ہن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان مشرکین میں  
سے زہر باؤ۔ دروہ شیعوں ہو گئے۔

### آیت نمبر (۵)

فَوَرَبِّكَ لَخَشْرَتُهُمْ وَالشَّيْطَانِ ثُمَّ لَنَنْبَغُ لَهُمْ حَوْلَ  
جَهَنَّمَ جِثًا ثُمَّ لَنَزَعُنَّ مِنْ كُلِّ شَيْعَةٍ أَهْلَهَا شِعًا۔

عَلَى الرَّحْمَنِ عَيْتًا۔

(پ ۴۷)

ترجمہ:

اُپ کے پروردگار کی قسم! ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے۔  
پھر جہنم کے ارد گرد ہم انہیں لاکھڑا کریں گے۔ پھر ہر شیعہ (گروہ) سے ان  
لوگوں کو علیحدہ کر دیں گے۔ جو ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی کا رویہ  
رکھتے ہیں۔

## لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! مذکورہ آیات قرآنیہ میں کہیں تو لفظ شیعہ اور کہیں شیعاں وارد  
ہے پہلا مفروضہ اور دوسرا اس کی جمع ہے۔ لیکن ان تمام آیات میں اس لفظ سے مراد۔  
وفاہب شیعہ نہیں ہے۔ اب ہم دنیا کے شیعیت کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ دو باتوں میں  
سے جو ایک چاہیں اختیار کر لیں۔ اول یہ کہ شیعہ کا معنی گروہ ہے۔ دوم یہ کہ اس لفظ  
سے مراد وہاں شیعہ ہے۔

اگر حق اول تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ دو مذہب  
شیعہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بالکل غلط اور لاطبی کا مظہر ہے۔ کیونکہ گروہ عام  
مراد ہے۔ چاہے وہ کسی مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ گروہ یزید کو شیعیان یزید، گروہ علی  
کو شیعیان علی، گروہ فرعون کو شیعیان فرعون کہا جاتا ہے۔

اور اگر دوسری شق مراد ہو۔ تو پھر ان آیات میں مذکور اس لفظ سے مراد بھی  
یہی ہوگا۔

۱۔ فرعون نے حبیب زمین میں سرکشی کی تو اس نے لوگوں کو شیعہ بنا

دیا۔

۲۔ جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا وہ شیعہ تھے

۲۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور پیغمبر پر ہر طرف سے عذاب دے گا۔ وہ شیعہ ہوں گے۔

۴۔ اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اور شیعہ ہو گئے۔

۵۔ پھر ہم ان شیعوں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

ذرا بتلائیے کہ ان آیات میں لفظ شیعہ واقعی "مذہب شیعہ" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسے ہے۔ تو پھر اس مذہب کے ماننے والے فرعون کا نشانہ دین کے ٹکڑے کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے مذاب کے مستحق، شرک کرنے والے اور دوزخی ہوئے۔ حالانکہ تم اپنے تئیں حق پر اور متقی ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے کہاں تمہارا دلائل اور کہاں قرآن کریم کا مذکورہ آیات میں لفظ شیعہ کا مفہوم؟ اس کے باوجود اگر تمہیں اصرار ہے۔ کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ ہر جگہ ہمارے مذہب حق کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ تو پھر تمہیں اس لفظ کا مستحق ہونے کا دھیرول میل کس ہو اور اس میں مزید ترقی نصیب ہو۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ ہونے اور بننے کی قیامی شیعہ فرقہ کی گپ۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ **وَإِن مِّنْ شَيْعَةٍ إِلَّا بَرَأَ إِلَيْهِ** سے اہل تشیع نے حقیقت میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب شیعوں کی عظمتِ شان کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شیعہ بننے کی دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ یعنی آپ نے باوجود رسول و پیغمبر ہونے کے شیعہ ہونے کی تمنا کی ثبوت ملاحظہ ہو۔

## منہج الصادقین:

در حدیث آمدہ کہ چوں حق سبحانہ علوت آسمان را با ابراہیم نمود ابراہیم بہ جانب عرش مگر بیت نور عظیم دید گفت خداوند ایں چه نورست گفت نور حبیب و منی من محمد صلی اللہ علیہ وسلم است گفت در جنب آن نور دیگر می بینم گفت بل در دو صحنی اولیٰ لمن ابی طالب (ع) است..... گفت خداوند نور دیگر می بینم نزدیک ہر دو نور خطاب آمد کہ نور فاطمہ زہرا است و خیر سید الانبیاء و زوید خیر الامویاء..... گفت خداوند نور دیگر می بینم نزدیک ایشان فرمود کہ آن دو نور دو فرزند من سے اند حسن حسین..... گفت خدا یا نور ہائے بسیار می بینم کہ اگر دو ایشان دوا آمدہ اند فرمود آن نور ہائے شیعان

و مہمان علی اند و فرزندان او..... ابراہیم گفت خداوند امر شنید و فرزندان  
او گرد اوں حق تعالی دعا کئے اور راہ اجابت فرمود۔ و اوراد اہل شیعہ.....  
امیر المومنین (ع) اگر دانید و رسول خود را از آن خبر دادہ فرمود کہ ان من شیعۃ  
لابراہیم و بدستہی کہ ابراہیم از جملة شیعہ ان علی ابن ابی طالب است صلوات  
اللہ علیہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۳ ص ۴۴)  
پہلے سورۃ العاقبات مطبوعہ تہران

### ترجمہ:

مدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کو ملکوت آسمانی کی سیر کرائی۔ تو اس دوران انہوں نے عرش کی طرف دیکھا۔  
وہاں ایک بہت بڑا نور نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ خداوند! یہ کیسا نور  
ہے؟ فرمایا۔ یہ میرے حبیب اور معنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نور ہے۔ کہنے لگے۔ اس کے پہلو میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ  
کس کا ہے؟ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور معنی جناب علی بن  
ابی طالب کا ہے۔ کہا۔ یا اللہ! میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ جو ان  
دونوں کے قریب ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ نور فاطمہ زہرا کا ہے۔ جو  
سید الانبیاء کی بیٹی اور خیر الامم کی زوجہ ہیں..... حضرت ابراہیم علیہ السلام  
نے عرض کیا۔ اے اللہ! مجھے ان کے قریب دو اور نور نظر آ رہے ہیں۔  
وہ کس کے ہیں؟ فرمایا یہ دونوں نور حسن حسین کے ہیں۔ جو حضرت علی اقرضی  
کے فرزندان ہیں..... پھر عرض کیا خدا! یہ کد سال اور گزشتہ  
نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ کن لوگوں کے ہیں؟ فرمایا۔ یہ نور حضرت علی المرتضیٰ

کے شیعوں ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے فرزندوں کے ہیں۔۔۔  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ خداوند! مجھے بھی علی المرتضیٰ اور ان کے  
 فرزندوں کا شیعہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی۔ اور انہیں شیعیانِ علی میں  
 داخل فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ان من شیعۃ  
 لابرہیم (بے شک علی المرتضیٰ کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں)۔  
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک شیعہ ہونا اتنی عظمت رکھتا  
 ہے کہ اللہ کا پیغمبر اور خلیل بھی اس کا متمنی تھا۔ نبوت سے کہیں بڑھ کر مقام شہیدیت  
 ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا  
 دو شیعیانِ علی میں داخل ہونے سے پہلے کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا۔ ایک شیعہ ہونا اور  
 دوسرا امت و ایسے مقام میں۔ جن میں سے ایک کی تمنا اور دوسرے کا اقرار ہر  
 پیغمبر کے لیے لازم تھا۔ انوارِ نمائیدہ جلد اول ص ۲۵ کا ایک حوالہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ ضررہ میں اس لیے پھینکا گیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضراتِ ائمہ  
 اہل بیت کی امامت میں توفیق تھا۔ لیکن امامت کے انکار و ضررہ کی سزا اور وبالِ مرتد  
 یہی نہیں جو مذکور ہوا۔ بلکہ سرے سے اسلام سے ہی ہاتھ دھو ڈالنا ہے۔

## تفسیر فرات کو فی:

وَعَرِضَتْ وَلَا يَتَكُمُ عَلَي السَّمَوَاتِ وَ  
 أَهْلِهَا مَن قَبْلَ وَلَا يَتَكُمُ كَانَ عِنْدِي  
 مِنَ الْمُتَرِّ بَيْنَ وَهَنَ جَعَدَهَا كَانَ  
 عِنْدِي مِنَ الْكُفَّارِ۔

(تفسیر فرات کو فی م، مطبوعہ نجف)  
اشترت لم یبع قدم۔

ترجمہ:

(اے امانِ اہل بیت!) تمہاری ولایت تمام آسمانوں اور اس کے  
باشندوں پر عرش کی گئی۔ تو جس نے قبول کر لی وہ میرے نزدیک  
مقربین میں سے ہو گیا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا۔ وہ میرے نزدیک  
کافر ہے۔

شرمِ تم کو مگر نہیں آتی۔

روایت بالہی ائمہ اہل بیت کی ولایت و امامت کی یہ اہمیت بیان ہوئی  
کہ تمام لوگوں پر اس کا اقرار کرنا لازم قرار دیا گیا۔ جس نے کر لیا۔ وہ اللہ کا مقرب اور  
جو ممکن ہوا وہ کافر ہو گیا۔ اور پہلی روایت میں (انوارِ نعمانیہ والی) آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ  
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار امامت میں تردد کیا۔ تو اس کی وجہ سے وہ  
نارِ فرد کی آگ میں ڈالے گئے۔ ان دونوں روایتوں کو اکٹھا کر دیں۔ تو نتیجہ ٹوک  
بچنے کا۔

منصبِ امامت کا انکار کفر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع میں  
انکار کیا۔

لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔  
اہل تشیع کے فتویٰ سے اشر کے قیل بھی نہ بچ سکے۔ مالاخوان کی ہی امامت  
کے متعلق آیت میں بحث ہو رہی ہے۔ پیغمبری کے بعد انہوں نے شیعہ ہونے

کی تمنا کی۔ وہ پوری ہوئی۔ پھر امامت چاہی۔ وہ مل گئی۔ تو بیک وقت آپ اللہ کے پیغمبر، شیعہ اور امام بھی ہوئے۔ اور ائمہ اہل بیت کی امامت میں تردد کے باعث مذہب میں مبتلا ہوئے۔ اور انکار امامت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج۔ اور خود شیعوں کو اپنے بارے میں دعوئے کہ ہم سچے ہیں صادر جتنی ہیں۔ خود فرمائیں یہ مذہب شیعوں کے معتقدین کو جتنی بنائے۔ اور اللہ کے خلیل کو نارِ نمود میں ڈالے۔ اور کفر تک پہنچا دے۔ کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے۔ شرم کرنا چاہیئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

# جواب اول رکن سوم

يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رَاضِينَ مَرْضِيَّيْنَ

پیر کریمت

مولوی اسماعیل تنہا نے جو اہل حق و معصوم سے ایک روایت بایں الفاظ نقل کی کہ دو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اولان کے شیعہ قیامت میں اس حالت میں جنت میں جائیں گے۔ کہ اللہ ان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، تو اس سے اسماعیل نے ثابت کیا کہ شیعہ ہی اللہ کا پسندیدہ طبقہ ہے۔ اور یہی لوگ جنتی ہیں۔ مومنان و محرقین تو اس سے بڑھ کر بھی اسی جگہ اسی صفو پر رکھا ہوا ہے۔ شیعوں کی شان میں یہاں یہ الفاظ بھی جو ہیں

يَا أَبَا الْحَسَنِ أَنتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ ۔

اے ابوالحسن! تم اور تمہارے شیعہ سب جنتی ہیں۔

اس روایت کے الفاظ سے اہل تشیع اس قدر خوش و مطمئن ہیں۔ اور اپنے حق میں مژدہ سمجھتے ہوئے اتنے بے نیاز ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا بھی دین سے دور پلے جائیں۔ اور کسی ہی بے علمی اور بد علمی ہم میں ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا جنتی ہونا مقرر ہے۔ اور ناقابلِ منسوخ حقیقت ہے۔ مجھ لا قلم الحروف کو ابھی طرح یاد ہے۔ کہ آج سے تقریباً تیس سال قبل کٹر دلی شاہ میں اسی مولوی اسماعیل

کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ اسماعیل شیخی نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا ہوا اگر مان بھی لیا جائے کہ ہم نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ تو پھر بھی ہم بنتی ہی ہیں۔ کیونکہ سینوں کی معتبر کتاب میں ہمارا بنتی ہونا تحریر ہے۔ کاش صواعق محرقہ کی مکمل عبارت تحریر ہو جاتی۔ تو دھول کا پول کھل جاتا۔ اور دودھ پانی ٹکھڑا جاتے۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو صواعق محرقہ :

أَشْرَجَ الْحَاوِطُ جَمَالَ الدِّينِ الذَّرَنَدِيِّ عَنِ  
ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ  
لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْليُّ  
هَوَانَتْ وَشِيعَتُكَ تَأْتِيْ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِيَيْنَ وَيَأْتِيْ  
عَدُوَّكَ غَضَبَانًا مُّقْمَحَيْنَ - قَالَ وَمَنْ  
عَدُوِّيْ قَالَ مَنْ تَبَوَّأَ مِنْكَ وَلَعَنَكَ وَخَيْرُ  
السَّابِقَيْنِ إِلَى ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
طُوبَى لَهُمْ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
قَالَ شِيعَتُكَ يَا عَلِيُّ وَمُحِبُّوكَ فِيهِ كَذَابُ  
وَأَسْتَحْضِرُ مَا مَرَّ فِي صِفَاتِ شِيعَتِهِ وَ  
أَسْتَحْضِرُ أَيْضًا الْأَخْبَارَ السَّابِقَةَ فِي  
الْمُقَدَّمَاتِ أَوَّلَ الْبَابِ فِي الرَّافِضَةِ وَأَخْرَجَ  
الْإِدَارُ قُطَيْبِيُّ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَمَّا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ  
فِي الْجَنَّةِ وَأَنَّ قَوْمًا يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ يُحِبُّوكَ  
يَصْفُرُونَ الْإِسْلَامَ ثُمَّ يَلْفُظُونَهُ يَمْرُقُونَ

مِنْهُ كَمَا يَمُرُّ السَّيْمُ مِنَ الرَّمِيَةِ لَهُمْ نَبَذٌ يُقَالُ لَهُمُ  
 الرَّافِضَةُ فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَقَاتِلْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ  
 قَالَ الذَّارِقُطِيُّ لِهَذَا التَّحْدِيثِ عِنْدَنَا طُرُقَاتٌ كَثِيرَةٌ  
 ثُمَّ أَخْرَجَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ  
 لِي بَنَاتٌ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي  
 فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ فَتَبِعَهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَاصْحَابُكَ  
 فِي الْجَنَّةِ أَنْتَ وَشَيْعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا إِيَّاهُ مِمَّنْ  
 يُجِبُّكَ أَقْوَامٌ يَصْعُرُونَ الْإِسْلَامَ يَكْفُلُونَهُ يَتَّقُونَ  
 الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُونَ تَرَاهِيهِمْ لَهُمْ نَبَذٌ يُقَالُ لَهُمُ  
 الرَّافِضَةُ فَجَاهِدْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ قَالُوا  
 يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْعَلَامَةُ فِيهِمْ قَالَ  
 لَا يَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ وَلَا جَمَاعَةً وَ  
 يَطْعَمُونَ عَلَى السَّلَفِ.

دعواتی محقرہ فی الرد علی اہل البدع  
 والازہرۃ لعینت ابن حجر مکی رحمہ اللہ  
 ص ۱۷۱ مطبوعہ مصر

ترجمہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ماخوذ رجال الدین ذرندی  
 نے روایت کرتے ہوئے کہا۔ فرمایا۔ جب آیت ان الذین

امنوا و عملوا الصالحات اولئک هم خیر البریۃ  
 نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے  
 فرمایا یہ آیت تیرے اور تیرے شیعوں کے بارے میں ہے۔ تم اور  
 تمہارے شیعہ قیامت میں اللہ سے راضی ہو سکو گے۔ واللہ تعالیٰ  
 کے عرش کے سایہ میں بیعت کرنے والوں میں سے بہتر ہوں گے۔  
 لہذا انہیں بہت مبارک ہو۔ اور تیرے دشمن اللہ کے غضب اور لا انتقام  
 کا نشانہ بنیں گے۔ پوچھا میرے دشمن کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ تجھ سے کٹ  
 جائیں گے۔ اور تجھ پر لعن طعن کریں گے۔

(ابن حجر مکی معنی کتاب فرماتے ہیں)۔ اس روایت میں "الکذاب" ہیں۔  
 اور یہ بھی ذہن میں ماضی ہونا چاہیے۔ جو اس کتاب میں حضرت علی  
 المرتضیٰ کے شیعوں کی صفات مذکور ہو چکی ہیں۔ اور وہ روایات بھی سامنے  
 رہنی چاہئیں۔ جو شروع کتاب کے مقدمات میں گزریں۔ خاص کر پہلا  
 باب جو افضیول کے متعلق تھا۔ دارقطنی نے ایک روایت کا انحراف کیا  
 وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن!  
 تم اور تمہارے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ اور تعیناً ایک قوم اپنے  
 متعلق زعم یہ رکھتی ہوگی۔ کہ وہ تم سے محبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام  
 کو بالکل حقیر جانیں گے۔ پھر اسے بالکل ہی پھینک دیں گے۔ اور  
 اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیرا کمان سے۔ ان میں  
 سے ایک جماعت کو دور افقہ، کہا جائے گا۔ سو اگر وہ تمہیں ملی جائیں۔  
 تو ان کے غلاف صفت آرام ہو جانا۔ وہ مشرک ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں۔  
 اس روایت کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس کئی سندوں کے

طریق ہیں۔

پھر دار قطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر فرماتے ہوئے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس قیام پذیر تھے اور حضرت خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ بھی آئے۔ پہنچے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علی! تم اور تمہارے ساتھی، تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔ خبردار آگاہ رہنا تمہارے ساتھ محبت کے دعویداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے۔ جو اسلام کو حقیر سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کو چھوڑ دیں گے۔ قرآن کریم پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان میں سے ہی ایک گروہ ہوگا۔ جو دورِ افضہ، کھلائے گا۔ قرآن کے ساتھ جہاد کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی علامت کیا ہوگی۔ فرمایا وہ نہ جمعہ کی نماز باجماعت پڑھنے مسجد میں حاضر ہوں گے۔ اور دعائے پانچ وقتی جماعت میں شمولیت کر لیں گے۔ اور گزرے بزرگانِ دین پر لعن طعن کریں گے۔

مواہق محرق کی عبارت آپ نےلاحظہ فرمائی۔ اس میں شیعیانِ علی کے جنتی ہونے کی خوشخبری موجود ہے۔ لیکن ان کی علامات تلاش کریں۔ وہ کون میں پائی جاتی ہیں ان علامات کی بنا پر مکرر محنت و مضامنت کے ساتھ اس سے مراد دو امامی شیعہ، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تمام تبرائی اور ملت پر طعن کے مقتصد ہیں۔ جیسا کہ آپ ان مطالب میں ان کی کارکردگی دیکھ چکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو ان کے دشمن کی علامات بتلائی اور ان کے خلاف بوجہ ان کے شرک ہونے کے جہاد کا حکم دیا۔ اور ان مشرکوں تبرائیوں اور قرآن و حدیث کے احکام سے روگردانی

کرنے والوں کو درافضہ، فرمایا۔ تین ملائیں تلاش کریں۔ اور دیکھیں کون ان سے مموہ اور مہور ہیں۔

جب بھی شیعہ مسلک ذہن میں آتا ہے۔ تو فوراً اس کے ساتھ مساجد کی جگہ امام باڑے، اعتراف خانے اور ماتم کدے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی مجالس و محافل میں فضائل و مصائب اہل بیت کے نام پر حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین پر تبرقوں کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ پس پٹینا، تعزیرہ واری کرنا، سینہ کو بٹی، ذوالجناح کی پوجا پاٹ، متعہ اور مرد و زن کا اختلاط ان کے اجتماعات کی غرض ہوتے ہیں۔ پانچ وقتہ نماز کی جماعت اور نہ جمعہ کا قیام حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے بیت عرصہ قبل ان کی علامات بیان فرمادیں۔ اور ان علامات والوں کو فرمایا۔ اے علی! یہ تمہارے دشمن ہیں۔ آج دشمنان علی، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق دو مہمان علی، نام رکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ صواعق معقرہ کی عبارت سے اہل تشیع کا جنتی ہونا تو درکار مسلمان تھا۔ اہل ثنابت نہیں۔ لہذا اہل تشیع کو اس عبارت پر نہیں نہیں بھائی پائیں۔ بلکہ ان علامات کو چھوڑ کر سچے اور حقیقی دو مہمان علی، بنا چاہیے اور وہ حقیقی مہمان علی، اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ تمہاری کتاب میں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

## جامع الاخبار:

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى التَّائِبَةِ وَالْجَمَاعَةِ

(جامع الاخبار ص ۱۸۹ / الفصل

المعاوی والاشلاخون والمائتہ

فی الموت۔ مطبوعہ نجف، اشرف،

ترجمہ :-

جو شخص محبت اہل بیت و آل محمد پر فرت ہوا۔ وہ سنت اور جماعت

پر فرت ہوا۔

۔ اہل اہل سنت و جماعت ہیں۔ کہ جن کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔

جامع الاخبار:

وَكَيْسَ عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى الشُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ  
 الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيَمَةِ يَا مُحْتَمِدُ مَنْ أَحَبَّ  
 الْجَمَاعَةَ أَحَبَّ اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةُ  
 أَجْمَعِينَ۔

(جامع الاخبار ص ۸۷ فصل

السادس والثلاثون في

صلوة الجماعة۔ مطبوعہ

نجم اشرف)

ترجمہ :-

اور جو شخص مذہب اہل سنت و جماعت پر مرسے گا۔ اس کو قبر کا عذاب

نہ ہوگا۔ اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جو جماعت کو دوست رکھے گا۔ اس کو اللہ اور تمام فرشتے محبوب

رکھیں گے۔

کشف الغمہ:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

الْأَمَنَ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا أَلَا  
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مَغْفُورًا  
لَهُ وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا أَلَا  
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا  
مُسْتَكْمِلًا الْإِيمَانِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ  
بَشَرَهُ مَلَكَ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ وَمُنْكَرًا وَكَيُفَرُّ أَلَا وَمَنْ  
مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يَكُفُّ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تُزَفُّ  
الْعُرْسُ إِلَى بَيْتِ رَوْحِهَا أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ  
آلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهُ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ إِلَى الْجَنَّةِ أَلَا  
وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ  
مَزَارًا لِمَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ  
آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ -

دکھت الغر فی معرفۃ الائمہ بطراول

ص ۱۰۷ / باب ماحباء فی

حجۃ علیہ السلام مطبوعہ

تبریز طبع جدید

ترجمہ :-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگاہ رہو جو بھی آل محمد کی محبت  
میں مر جائے گا۔ وہ شہید مرنے گا۔ اور جو بھی آل کی محبت میں جان دے  
گا۔ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ اور وہ کامل الایمان  
مومن کی صورت میں دنیا سے رخصت ہوگا۔ اس کو ملک الموت اور

ملک و نیکر جنت کی بشارت دیں گے۔ وہ جنت میں یوں خوش و خرم جائے گا جس طرح دین اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اس کی قبر میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس کی قبر جنت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنے گی۔ اور وہ اہل سنت و جماعت پر سرگاہ ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ جن «شیعان علی» کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ان کی علامات بھی بیان فرمائیں تو انہی علامات کے حامل ان روایات کی روشنی میں سنت و جماعت کے پابند لوگ ہیں۔ اہل سنت و جماعت نام ہی ان کے تشخص اور وجہ تسمیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ موافق معرکہ کی روایت ہم اہل سنت کی تائید کرتی ہے۔ نہ کہ امامیہ شیعہ کی۔ جو مطلوبہ علامات سے محروم ہیں۔ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا۔ کہ اہل سنت وہ ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(اہل سنت و جماعت) تھے

احتجاج طبری:

رَوَى يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنِ الْحَسَنِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُخْطَبُ  
بِالْبَصْرَةِ بَعْدَ دُحُولِهِ بِأَيَّامِ حَقَامِ إِلَيْهِ رَجُلٌ

فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنِي مَنْ أَهْلُ الْجَمَاعَةِ  
وَمَنْ أَهْلُ الْفِرْقَةِ وَمَنْ أَهْلُ الْبِدْعَةِ وَمَنْ أَهْلُ  
السَّنَةِ؟ فَقَالَ وَيَحْكَ أَمَّا إِذَا سَأَلْتَنِي فَأَقْلَمُ  
عَقِي وَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَسْأَلَ عَنْهَا أَحَدًا بَعْدِي  
أَمَّا أَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَأَنَا وَمَنْ تَبِعَنِي وَإِنْ قَلُّوا  
وَذَلِكَ الْحَقُّ عَنْ أَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ أَمْرِ رَسُولِهِ  
وَأَهْلِ الْفِرْقَةِ الْمُخَالِفُونَ لِي وَلِمَنْ تَبِعَنِي وَإِنْ  
كَثُرُوا وَأَمَّا أَهْلُ السَّنَةِ فَالْمُتَمَسِّكُونَ بِمَا سَنَّهَ  
اللَّهُ لَهُمْ وَرَسُولُهُ الْإِمَامُ

(اجتہاد لمبرسی جلد اول ص ۲۲۶)

اجتہاد امیر المومنین بعد و خولہ

البعروہ مطبوعہ نعمت اشرف

(مطبوعہ جدید)

ترجمہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں جب  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعروہ میں تشریف لے گئے۔ تو چند دنوں  
بعد آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے کھڑے  
ہو کر چند باتیں پوچھیں۔ پوچھا۔ اے امیر المومنین! مجھے بتلائیے۔  
اہل جماعت کون ہے، اہل فرقہ کون ہے۔ اہل بدعت کون ہے۔  
اور اہل سنت کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تیرے لیے  
افسوس! اچھا اگر تو نے مجھ سے سوال کر ہی لیا۔ تو خود سے سن اور  
میرے بعد کسی اور سے مت پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میری اتباع

کرنے والے ہیں۔ بظاہر وہ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے امر سے یہی سختی ہے۔ اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں۔ جو میری اتباع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ کثرت کے مالک ہوں۔ اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم کے طریقہ کو اس نے ہمارے لیے مقرر فرمادیا۔ کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

## جواب دوم:

حضرات ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں

کا مقام و مرتبہ؟

مجمع المعارف بر حلیۃ السیقین:

از حضرت امام رضا و ولایت کہ اگر دو مقام تیز شیعہ برائیم نیایم ایشان را گرد و صفت کنندہ بزبان و اگر امتحان کنیم نیایم مگر مرتد و اگر غلامہ و زبیرہ کنیم ایشان را از ہزار کیے خالص نیاسخند تا آنکہ فرمود تکیہ میکنند بر مند و می گردند یا شیعہ علی ہستم و نیست شیعہ علی مگر کیہ فعل او قولش التبعی فیما یرا

(مجمع المعارف ص ۱۳۷) (مطبوعہ تہران ۱۳۷۴ھ)

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر ہم شیعوں کی

تیز کے طور پر تعریف کریں۔ تو پھر یہ لوگ ایسے ہی ملیں گے۔ کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے۔ (لیکن عمل میں صفر اور اگر ہم ان کا (محبت اہل بیت، ہونے میں) امتحان لیں۔ تو صرف اور صرف مرہم ہی نکلیں گے۔ اور اگر ان کا خلاصہ اور پتہ کر کے بیان کریں۔ ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ شیطانوں پر تیکہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اور کہتے پھریں گے۔ کہ ہم شیطان علی، ہیں۔ حالانکہ وہ شیطان علی، وہی لوگ ہیں۔ جن کے کام ان کی بات کی تصدیق کرتے ہوں۔ (یعنی منافق اور تقیہ باز نہ ہوں۔)

## ناسخ التواریخ:

فَقَالَ اَرَايَ وَاللّٰهِ اَنَّ مَعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْ هٰؤُلَاءِ  
يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ لِيْ شِيعَةٌ اَبْتَغُوا قَتْلِيْ وَانْتَقَبُوا  
لِيَّعِيْ وَآخِذُوا مَالِيْ -

دناسخ التواریخ حالات امام حسن  
جلداول صفحہ نمبر ۲۱۲ مطبوعہ تہران  
طبع جدید

## ترجمہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم امیر سے خیال میں  
امیر معادیہ درمئی اللہ عنہ ان لوگوں سے میرے حق میں کہیں بہتر ہیں  
یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے آپ کو وہ شیطان علی، کہلاتے اور گمان کرتے  
ہیں۔ (حالانکہ انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی

میرا سامان لوٹا۔ اور میرا مال چھین لیا۔

**مقتل ابی مخنف؛**

حَتَّىٰ أَتَاهُ إِلَىٰ ذُبَالَةٍ فَتَنَزَّلَ بِهَا ثُمَّ قَامَ خَطِيبًا  
فَحَمِدَ اللَّهَ وَآثَنَىٰ عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلَّىٰ عَلَىٰ كَثِيرٍ  
ثُمَّ نَادَىٰ بِأَعْلَىٰ صَوْتِهِ أَيْهَا النَّاسُ إِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ  
عَلَىٰ أَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَقَدْ جَاءَنِي خَبْرٌ  
صَحِيحٌ أَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَهَارِي بْنَ عُرْوَةَ قَتَلَا  
وَقَدْ حَدَّثَنَا شَيْعَتُنَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۴۲ میرا سامان)

الی العراق۔ مطبوعہ نجف اشرف

طبع قدیم

**ترجمہ؛**

یہاں تک کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ مقام ذبالہ پر پہنچے۔ تو سواری سے  
نیچے اترے۔ اور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پہلے اللہ  
کی حمد و ثنا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ پھر  
بلند آواز سے پکارا۔ لوگو! میں نے تمہیں اس لیے اکٹھا کیا ہے۔ دیکھو  
عراق میرے قبضہ میں ہے۔ اور مجھے ایک صحیح خبر پہنچی ہے۔ کہ جناب  
مسلم بن عقیل اور ہارثی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا۔ ہمیں تو ہمارے شیعوں  
نے ذلیل و رسوا کر دیا۔

ۛ

## حاصل جواب دوم:

صواعق محرقة کی مذکور عبارت سے مراد وہ شیعہ امامیہ، انہیں ہو سکتے۔ بلکہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

- ۱۔ حضرت امام رضا کے نزدیک بوقت امتحان شیعہ تہ کے برابر ہیں۔
- ۲۔ جہن میں سے ایک ہزار کے اندر بھی ایک مخلص اور فالحص محب نہیں۔
- ۳۔ ان کا وہ شیعان علی، کنا قطفہ بانی ہے۔ عمل اس کے بالکل خلاف ہے۔
- ۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انہوں نے سامان اور مال لوٹا بھی اور جینا بھی۔
- ۵۔ شیعوں نے ہی میرے قتل کے اسباب تلاش کیے۔ (قول حسن)
- ۶۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھ کر عراقی شیعوں نے محب ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن سبھی فدا نہ کیے۔
- ۷۔ انہوں نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر کے امام عالی مقام کو رسوا و ذلیل کرنے کی کوشش کی۔
- ۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ میں تو ان کو تیغ کر دینا۔
- ۹۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔

۱۰۔ دین سے اتنے دور قینا دور کمان سے تیر۔

اور اہل سنت و جماعت وہ کہ

۱۔ جن کی موت شہادت کی موت ہو۔

۲۔ جن کی مغفرت فرمادی جائے۔

۳۔ جو کالی الایمان ہوں۔

- ۴۔ ملک الموت اور منکر نکیر جن کو جنت کی بشارت دیں۔  
 ۵۔ جنت میں زیب و زینت ایسی پائیں جیسے دہن سسرال کے گہر باتے وقت  
 ۶۔ جن کی قبروں میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں  
 ۷۔ جن کی قبریں فرشتگان رحمت کی زیارت گاہ بنیں۔  
 اس موازنے سے آپ خود فیما کر لیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 کے سچے پیروکار اور ان سے حقیقی اور سچی محبت رکھنے والے کون لوگ ہیں؟  
 (فاعتبروا یا اولیاء الامصار)

## جواب سوم:

حضرات ائمہ اہل بیت شیعوں پر لعنت  
 بھیجی اور ان سے فوری کی علماء مانگی

## نیرنگ فصاحت:

باتحقیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک تو محبت  
 مفراط جس کو بے اندازہ اور بے جا محبت اُسے نیر حق کی طرف لے  
 باقی ہے۔ دوم مبغض مفراط جس کا میرے ساتھ مد سے بڑھا ہوا مبغض  
 اسے حق پر قائم رہنے نہیں دیتا۔ اور میرے بارے بہترین مردم لوگ  
 وہ ہیں۔ جو درمیان راستے کو اختیار کر رہے ہیں۔

(نیرنگ فصاحت ص ۸۰ مطبوعہ ریحانی دہلوی طبع قلم)

بصائر الدرجات: دفران امام زین العابدین (ع)  
وَأَقْرَأْتُكَ أَقْرَأْتُكَ الْآيَاتِ-

(بصائر الدرجات جزء ثالث ص ۱۳۹)  
باب فی ائمة - مطبوعہ تہران  
لمع جدید

ترجمہ:

ہم ائمہ اہل بیت کے بارے افراط یعنی زیادتی یہ ہے۔ کہ ہمیں پیغمبروں  
کے مرتبہ پر سمجھایا ہے۔

حاشیہ بصائر الدرجات:

أَقْرَأْتُكَ أَقْرَأْتُكَ الْآيَاتِ الْحَدِيثَ مِنْ جَانِبِ النَّبِيِّ  
وَالْحَكَمِ-

(حاشیہ بصائر الدرجات جزء ثالث ص ۱۳۹)

ترجمہ:

»افراط، افراط کی معنی ہے۔ اور زیادتی و کمال میں حد سے بڑھ کر بیان کرنا  
اور تجاوز کرنا و افراط، کہلاتا ہے۔

ان دونوں حوالہ جات سے میر دست ہم اتنا گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (نیز گنج فصاحت کے حوالہ سے) ایک اصل پیش کیا۔  
اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر کی تشریح فرمادی۔ اصل یہ کہ جو شخص بھی  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں زیادتی کرتا ہے۔ اعلان کو اتنا بڑھا چڑھا  
کر بیان کرتا ہے۔ جو ان میں نہیں۔ تو وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اور حضرت امام زین العابدین  
رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک توجیہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمیں دائم اہل بیت  
کو اپنی پیغمبروں کے برابر سمجھنا ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

لہذا جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرات ائمہ اہل بیت بغیر اہل ان کے برابر ہیں۔ وہ زیادتی کا مرتکب ہوا۔ اور بقول علی المرتضیٰ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ زیادتی اور اس کے متعلق حکم آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی سماعت فرمائیں۔

ربالکشی؛

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ يَا ثَمَّانِيًّا  
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ  
لَعْنَةُ اللَّهِ -

(ربالکشی ص ۲۵۵ تذکرہ البلاغ)

مطبوعہ کتب خانہ جبرہ

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہم ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ کہتا ہے کہ ہم ائمہ کے نبی ہیں۔ تو ایسے قاتل پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور اس پر بھی جو اس میں شک کرے۔

گوشہ اوراق قدس آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت علی کے شیعہ ہونے کی دعا کی۔ اللہ نے وہ قبول فرمائی۔ تو اس طریقہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ سے کم ٹھہرے۔ بلکہ تمام انبیاء کرام نے امت و ولایت کو جب تک تسلیم نہ کیا۔ انہیں نبوت و رسالت ہی نہ ملی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ لوگ حضرات انبیاء کرام سے ائمہ اہل بیت کو افضل و بہتر قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ان پر حافرا کی تعدیل ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ گمراہ اور بے دین ٹھہرے! اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی لیے ایسے "مجتہدین" سے دوری اور بیزاری کی

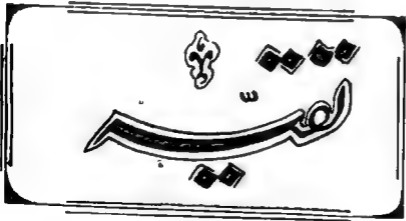
دعا کی تھی۔

## نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور یہ کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ قسم خدا کی! ان کی رائیں اور تدبیریں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ بردباریوں کے مالک تھے وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جو رستم کے ترک کرنے والے تھے گزر گئے در انجالیکان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔

اہل تشیع کے مذکور طعن کے تین رکن (۱۔ شیعہ کا لفظ قرآن میں ہے سنی کا نہیں۔ ۲۔ اہل بیت شیعہ تھے۔ ۳۔ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جائیں گے) کا ہم نے بالتفصیل جواب تحریر کر دیا ہے۔ اور ان کی متبرک کتب سے ان تین ارکان کی بیخ کنی کر دی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر صاحب انصاف اور حق کا ستلاشی مذکور طعن کو بے بنیاد اور مفروضات پر مبنی قرار دے گا۔ اور اہل تشیع کی کم علمی بلکہ بے علمی کا اقرار کرتے ہوئے ان کے ساتھ جہنم میں ایندھن بننے کا دعا گو ہو گا۔ اور سچی کلمت صحابہ اہل سنت اہل بیت کے سرشار ہونے کی توفیق مانگے گا۔ پھر اللہ رب العزت کی مشیت کے پیر۔ جسے چاہے راہ راست سے نوا دے۔ اور جسے چاہے محروم رکھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین



# باب

## تقیہ

تقیہ کا مسئلہ ایک سرگزدار اور مسئلہ ہے۔ جس کی بہت سی انواع و اقسام ہیں۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے تاکہ اس کے وہ تاریک پہلو جن سے عوام نا آشنا ہیں۔ انہیں دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ و قاطعہ سے روز روشن کی طرح واضح کیا جائے۔ اور اس کے جواز پر اہل تشیع جو دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے۔ جس سے ان کے مذہب کی قلعی کھول دی جائے۔

لہذا ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے سات فضیلتیں ذکر کیں۔ جن کو پڑھنے کے بعد اتقانِ حق اور ابطالِ باطل واضح ہو جائے گا۔ اور حق کے متلاشی کو اطمینانِ قلب کے لیے سب کچھ میرے گا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

# فصل دوم

## اثبات تہتہ بر شیعہ حضرات کے دلائل اور ان کے

### جوابات

دلیل اول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تہتہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سائرہ کو پیش کیا

اہل سنت و جماعت کی مشہور و معروف کتاب "البدایۃ والنہایۃ"، (جلد اول ص ۱۵)

مطبوعہ بیروت) میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سیدہ سائرہ (جو ان کی بیوی تھیں) کے ہمراہ سفر کرتے کرتے جب ایک شہر میں پہنچے جس کا حاکم باگود زلیک ظالم اور جابر آدمی تھا۔ اس کا طریقہ کار کچھ ایسا تھا کہ جب ایک نووارد اس کے شہر میں آتا۔

تو پہلے سے مقرر کردہ خفیہ طود پر اطلاع دینے والے کچھ آدمی اسے نووارد کے کوائف اگر

بتلاتے تو اگر اطلاع یہ ہوتی کہ نووارد کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہے۔ اور اتفاق سے

وہ خوبصورت بھی ہوتی تو اسے نووارد کے ساتھ لیتا۔ اور اپنی ہوس شیطانی

کا نشا دہناتا۔ اسی طرح جب مجنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سائرہ رضی اللہ عنہا

کی اطلاع دی تو اس ظالم و جابر حکمران نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ حضرت سائرہ کو

ابراہیم علیہ السلام سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ تو جب وہ کارندے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور آپ سے پوچھا۔

تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے۔ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا: **هَذِهِ اخْتِي**۔ (یہ میری بہن ہے) **اَقْرَبُ الْفَاظِ** آپ نے اس ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے کہے۔ حالانکہ سیدہ سائرہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن نہ تھیں۔ بلکہ بیوی تھیں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ بوقت ضرورت تقیہ کرنا درست ہے۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ سینوں کا یہ کتنا کہ اضطرابی حالت صرف عوام کے لیے ہے۔ انبیاء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حبیب القدر و پیغمبر ہیں۔ اور آپ نے تقیہ کیا۔ لہذا دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ اول یہ کہ تقیہ جائز ہے۔ اور دوسری یہ کہ تقیہ عوام و خواص سب کے لیے ہے۔

## جواب

شیخہ حضرت نے جو **البدایۃ والنہایۃ**، کی عبارت پیش کر کے اپنا اُتویدھا کرنے کی کوشش کی اس کا جواب بھی اسی کتاب میں اسی مقام پر موجود ہے۔ لیکن نقل کے اندھوں کو صرف اپنے مطلب سے غرض ہے۔ حقیقت کی تلاش وہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں اس کی ضرورت ہے۔ **”البدایۃ والنہایۃ“** کی مکمل عبارت، ہم نقل کر دیتے ہیں۔ پھر قارئین حضرات ان کی دیانت داری اور ایمان داری کا بھرم دیکھ لیں گے۔

لاحظہ ہو۔

**البدایۃ والنہایۃ**۔

وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةٌ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ  
مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ هَلْ مَنَّا رَجُلٌ مَّعَهُ امْرَأَةٌ  
مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ وَمَا لَهُ عَنْهَا  
فَقَالَ مِّنْ هَذِهِ؟ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةً فَقَالَ

يَا سَارَةَ كَيْسَ عَلَيَّ وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي  
وَعَيْرِي وَإِنَّ هَذَا اسَاكَنِي فَاخْتَرْتَهُ إِنَّكَ  
أَخِي فَلَا تُكَذِّبِينِي

(البدایۃ والنہایۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۰)

ہجرت النخیل الی بلاد الشام مطبوعہ بیروت  
(دریاض)

ترجمہ :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ایک دن حضرت ابراہیمؑ اور  
ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک ظالم حکمران کے پاس پہنچے۔  
تو اس کو اطلاع دی گئی۔ کہ اس شہر میں ایک مرد آیا ہے۔ اور اس کے  
ساتھ ایک خوبصورت ترین عورت بھی ہے۔ تو اس ظالم حکمران نے  
کسی کو ان کی طرف بھیجا۔ اور اس عورت کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔  
کارندہ آیا۔ اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ  
یہ عورت کون ہے؟ فرمایا۔ میری بہن ہے۔ اس کے بعد حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمانے  
لگے۔ اے سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے بغیر کوئی اور عورت  
نہیں ہے۔ اس شہر کے ظالم حکمران کے ایک کارندے نے  
مجھ سے تیری بابت پوچھا۔ تو میں نے تجھے اپنی بہن ظاہر کیا۔ لہذا اگر  
تجھ سے بھی اس بارے میں سوال ہو تو میری بات کی لاج رکھنا۔  
اور جھٹلانا نہیں۔

قارئین کرام! آپ نے روایت مذکورہ پڑھی۔ ترجمہ دیکھا۔ اس سے آپ

بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ کا ان لوگوں نے بہتان باندھا ہے۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ کو یہ فرما رہے ہیں۔ کہ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا مومن نہیں۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرا تیرا ایک رشتہ جسمانی ہے۔ جو خاوند اور بیوی سے عبارت ہے۔ اور دوسرا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔ جس کے لحاظ سے ہم دونوں مومن بہن بھائی ہیں۔ یعنی جو تیرے بارے میں میں نے اس کا رعبے کو اپنی بہن کہا۔ تو اس سے مراد دینی اور ایمانی بہن ہے۔ لہذا وہ اگر اس کی تصدیق کرنا چاہیں۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بہن (دینی) ہوں پس آپ کا قول (مذہب اختی) تو ریبہ کہلاتا ہے تقیہ نہیں۔

## تقیہ اور توریبہ میں فرق

تقیہ جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے۔ وہ سرسرجوٹ اور غلاف شریعت ہے اور توریبہ اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص ایسا نطق کرے۔ جس کے ایک سے زائد معنی ہوں۔ اسے بولنے والا اس انداز سے بولے کہ سننے والا اپنے علم کے مطابق اس کا جو معنی سمجھے اور بولنے والے نے وہ معنی مراد نہ لیا ہو۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ جس میں کذب کا کوئی احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کے متعلق خذیۃ اشجیٰ کہنا بھی از قبیل توریبہ تھا۔ کیونکہ سننے والے نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ اس عورت کو اپنی سگی بہن بتا رہے ہیں۔ حالانکہ دراخت، کا اطلاق رضاعی بہن، دینی بہن پر بھی ہوتا ہے۔ تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً ایسا نطق استعمال فرمایا۔ جو حقیقت بھی تھا۔ اور اس سے اس ظالم کے ارادوں سے چٹکارا کی بھی ایک صورت تھی۔ تقیہ تب بنتا جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا کسی طور پر بھی آپ

کی بہن ثابت ہونا ناممکن ہوتا۔

لہذا معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح اولوالعزم شخصیت پر اس قلم پر تئیم، تئیمیت کرنا انتہائی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہی نہیں۔ بلکہ بارگاہ خلیل اللہ میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی ہمت ہے۔  
(العیاذ باللہ)

**دلیل دوم:** حضرت یوسف علیہ السلام بطور تئیم اپنے بھائی کی بڑی میں پیمائش دیا  
اصول کافی ۱۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِ اللَّهِ كَذْتُ مَنْ دِينِ اللَّهِ؟  
قَالَ إِمْنِي وَاللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَعَدَّ قَالَ  
يُوسُفُ "أَيَّتِمَّا الْعَيْرُ لَكُمْ لَسَارِقُونَ"  
وَاللَّهُ مَا كَانُوا مَسْرُوقًا شَيْئًا۔

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۱، کتاب  
الایمان واکفر باب التئیم، مطبوعہ تہران  
طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو بصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے  
فرمایا تئیم اللہ کے دین میں سے ہے۔ لاوی کتا ہے۔ کہ میں نے عرض  
کیا کیا اتنی اللہ کے دین سے ہے؟ فرمایا اللہ کی قسم اس کے دین میں

سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ ”اے قافلہ والو! تم تعیناً سب چور ہو، خدا کی قسم حالانکہ انہوں نے کچھ بھی نہیں چُرایا تھا۔“

## طریقۂ استدلال :-

ان لوگوں نے اس آیت سے تفتیہ ثابت کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو قافلے والوں کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ ”اے قافلہ والو! تم بقیینا چور ہو۔“ یہ الفاظ آپ نے ان روئے تفتیہ کہے تھے۔ کیونکہ درحقیقت وہ چور نہ تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس امر سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ ان میں سے کوئی بھی چوری کا مرتکب نہیں۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ بوقت ضرورت تفتیہ یعنی جھوٹ بولنا درست ہے۔ دوسری بات اسی واقعہ سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ انبیائے کرام بھی بوقت ضرورت جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی تفتیہ سے کام لکال لیتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی۔ کہ تفتیہ کا ثبوت خود قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہذا اس کے جواز کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟

## جواب اول

اس دلیل کا جواب دینے سے قبل چند گزارشات ضروری ہیں۔ اول یہ کہ تفتیہ کو ثابت کرنے کے لیے اہل تشیع نے قرآن مجید اور ائمہ اہل بیت پر جو جرأت اور گستاخی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دیکھئے کہ اس طرح انہوں نے اللہ کے پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ اور پھر اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے ائمہ اہل بیت کی زبان سے اسے کہلوا یا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

## جواب دوم:-

تمام انبیائے کرام بالاتفاق معصوم ہیں۔ اور ان کی طرف کسی گناہ کے وقوع کی نسبت کرنا بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ گناہوں میں سے ”جھوٹ“، ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جو جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔ وہ معصوم کب رہ سکتا ہے۔

## جواب سوم:-

شیعہ حضرات کے نزدیک ائمہ اہل بیت بھی معصوم ہیں۔ اور کسی معصوم کا دوسرے شخص کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اس کی عصمت کے لیے مضر ہوتا ہے۔ جو جب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے (جو کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں) ایک غلط بات کی نسبت اللہ کے ایک نبی کی طرف کی۔ تو یہ بہتان ہو گا۔ اور بہتان لگانے والا معصوم کب رہ سکتا ہے۔ انہی گزارشات کو خود ان کے مفسرین کرام نے بھی اہمیت دی ہے۔

الجماع ہے پاؤں یا رکاز لیت دراز میں  
لو آپ اپنے دام میں میاں آگیا

تفسیر مجمع البیان:-

(شُعْرًا اَذَنَ مُؤَذِّنٌ) اُمّی نَادِیْ مُنَادٍ  
مُسْمِعًا مُعَلِّمًا (اَتَيْتُهَا الْعَبْدُ) اُمّی الْعَاقِلَةُ  
وَالْتَقَدَّرَ يَرْيَا اَهْلَ الْعَبْرِ وَقِيلَ كَانَتْ  
الْعَاقِلَةُ مِنَ الْحَمِيْرِ عَنْ مُجَاهِدٍ (اِتَّكَمُ  
لَسَارِقُونَ) قِيلَ اِسْمًا قَالَ ذَلِكَ بَعْضُ مَنْ

فَعَدَّ الصَّاعَ مِنْ قَوْمِ يُوسُفَ مِنْ غَيْرِ أَمْرِ  
وَلَمْ يَعْلَمْ بِمَا آمَرَهُ يُوسُفَ مِنْ جَعْلِ  
الصَّاعِ مِنْ رِجَالِهِمْ عَنِ الْجَبَائِثِ وَقِيلَ  
إِنَّ يُوسُفَ أَمَرَ الْمُتَادِي بِأَنْ يُتَادِيَ بِهِ  
وَلَمْ يُرِدْ بِهِ سَرَقَةَ الصَّاعِ وَاسْتَمَاعِي  
بِهِ اِتَّكُمُ سَرَفْتُمْ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ وَ  
الْقِيَامُ فِي الْحَبِّ عَنْ مُسْلِمٍ وَقِيلَ إِنَّ  
الْكَلامَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ خَارِجًا مَخْرَجِ  
الِاسْتِنْفَامِ كَأَنَّهُ قَالَ أَلَا تَكُمُ لَسَارِقُونَ  
فَاسْقَطُوا الْهَمَزَةَ الِاسْتِنْفَامِ -

(مجمع البیان جلد ۵ ص ۲۵۲ سورۃ یوسف)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یعنی اس نے قافلہ والوں کو تھلانے اور  
سنانے کی غرض سے آواز دی کہ اسے قافلہ والوں اس قافلہ کے بارے میں  
حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ کہ یہ لوگ گدھوں پر سوار تھے تم چور ہو  
قافلہ والوں کو چور کہنے والا وہ شخص تھا جس کا پیمانہ تم ہو گیا تھا۔ اور اسے  
اس بات کا علم نہ تھا اور وہ یہ بھی نہ جانتا تھا۔ کہ اس پیمانہ کو حضرت یوسف  
میلہ السلام نے خود کہہ کر اس قافلہ میں سے ایک شخص کے بورے میں رکھوایا  
تھا۔ یہ تاویل جیاتی نے کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت یوسف میلہ السلام نے ہی اس آواز دینوالے کو ایسا کہنے

کافر یا تھا لیکن اس چوری سے مُراد پیمانہ کی چوری نہ تھی۔ بلکہ انہیں چور اس طور پر کہا گیا۔ کہ ان لوگوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹے حضرت یوسف کو چُرا لیا تھا۔ اور چوری چھپے انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ یہ مسلم کا قول ہے۔  
یوں بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس مذکور نے واسطے نے یہ خداستغھامیہ طور پر کی ہو۔ اذنی یہ ہو۔ اسے قافلہ والو! کیا تم واقعی چور ہو؟ گویا اس عبارت میں سے ہمزہ استغھامیہ سا نظر دیا گیا ہے۔

علامہ بدری شیبی کی تفسیر سے اس امر کی پُر زور تردید ہوتی ہے۔ کہ قافلہ والوں کو حضرت یوسف نے چور کہا انہیں پکارا۔ لہذا جب آپ کا یہ قول ہی نہ ہوا۔ تو پھر آپ کی طرف تفتہ (جھوٹ) کی نسبت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خود شیعوں نے اس میں تین احتمالات (جو بات) ذکر کیے۔

۱۔ ”تم چور ہو“ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے کارندوں میں سے کسی ایک شاہی لازم کا مقولہ ہے۔ جیسا کہ انلا زکلام کسی آواز دینے والے نے آواز دی؟ تبارک! اور وہ شاہی لازم اس امر سے لازم تھا۔ کہ حضرت یوسف نے پیمانہ خود کھوایا۔

۲۔ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی ہے۔ لیکن اس چوری سے مُراد پیمانہ کی چوری ہی نہیں۔ بلکہ حضرت یوسف کو چُرا نا ہے۔ جبکہ ہی قافلہ والے (جو آپ کے بھائی تھے) حضرت یعقوب علیہ السلام سے انہیں چوری چھپے بہلا پھلا کر شکار کے لیے لے گئے۔ اور آپ کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور یہ حقیقت تھی۔ ایسا ہوا تھا۔ جس کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے۔ لہذا ایک حقیقت کو اسی طرح بیان کرنا جیسے وہ واقع ہوئی۔ تفتہ کب ہو سکتا ہے؟

۳۔ یہ قول بطور استغھام تھا۔ یعنی کہا گیا۔ اسے قافلہ والو! کیا تم چور ہو؟ لیکن درج کلام

میں ہنرہ استفہامیہ گواہ کیا ہے۔ لہذا استفہام کے طریقہ پر یہ کلام ہوا: ”جوئی۔ اور پھر جھوٹ کلام خبری میں ہوتا ہے۔ انشائی میں اس کا احتمال نہیں ہوتا۔ تو اس انشائی کلام کو تفسیر پر معمول کرنا صرف لامٹی کا بیجا جاگتا ثبوت ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کسی طور پر اس قول سے مدتیہ ثابت نہ ہوا۔

### منہج الصادقین:

رُفِعَ أَذُنُكَ مُؤَدِّكَ (پس نہ کہندہ از میانِ لازم کہ) (آیتھا العید)  
ای کاروانیاں (انکسر لسا ر قون) بدرستی کہ شہاد زوانید بایں معنی  
کہ یوسف را از پدر و زوید سو گفتم اندر نادای این سخن را نہ بفرمان یوسف گفت  
..... دیا بر بیل استفہام گفتہ کہ انکم لسا ر قون۔

تفسیر منہج الصادقین جلد ۵ ص ۶۳

مطبوعہ تہران

### نتیجہ:-

پھر سرکاری لازمین میں سے ایک نے آواز دی۔ اسے قافلہ والو بقیۃ  
تم چور ہو۔ وہ اس طرح کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام)  
سے تم نے چوری کر لیا تھا اور مفسرین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس آواز دینے  
والے نے یہ آواز حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم پر نہ دیا تھا۔۔۔۔۔  
یا استفہامیہ انداز میں انہیں کہا تھا۔ کیا تم چور ہو؟

تمی:-

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهِ  
آيَتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ . قَالَ  
مَا سَرَقُوا وَمَا كَذَبَ يُوسُفُ فَاِنَّمَا

عَنْ سَرَقَتْسَہِ یُوسُفَ مِنْ اَمِیْہِ۔

ترغیر قحی ص ۲۷۶ سورۃ یوسف مبلومہ

ایران طبع قدیم

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا۔ ”اے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو، تو آپ نے فرمایا اہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔ بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قول سے یہ مراد تھی کہ تم نے (اے قافلہ والو) یوسف کو ان کے باپ سے چرا لیا تھا۔

مذکورہ بالا معتبر تفاسیر شیعہ سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ اول تو قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے چور کہا ہی نہیں۔ اور کہا بھی ہے۔ تو یہ بیانہ کی چوری کا الزام نہ تھا۔ بلکہ خود اپنے آپ کو باپ سے چرا لینے کی بات کہی تھی۔ اور یہ حقیقت تھی۔ تو ان دونوں صورتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور پھر اس سے تئید ثابت کرنا کس قدر زیادتی ہے۔ اور اللہ کے پیغمبر پر بہتان باندھنے سے کم نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ خبیثہ حضرات کا اس آیت سے تئید پر استدلال پیش کرنا خود ان کے اکابرین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور ان کے پیشواؤں نے اس کی تردید کر کے اس کو باطل قرار دے دیا۔

✽

دلیل سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا:  
اصول کافی:-

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَاللّٰهُ مَا كَانَ سَقِيْمًا۔

(اصول کافی جلد دوم کتاب الکفر والایمان

باب التقیہ صفحہ نمبر ۲۱ مطبوعہ تہران،

طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (عید پر جانے والی قوم کے ساتھ  
نہ جانے کا عذر پیش کرتے ہوئے) فرمایا:- میں بے شک بیمار ہوں۔  
خدا کی قسم! آپ ہرگز بیمار نہ تھے۔

## طریقہ استدلال:

کفار نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:- آئیے ہمارے ساتھ میلہ پر  
چلیں۔ تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا:- دو دن بیمار ہوں، لہذا مجھے اپنی  
حالت پر رہنے دو۔ تمہارے ساتھ جانے سے قاصر ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کے اس بہانہ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا: بخدا! ابراہیم  
علیہ السلام ہرگز بیمار نہ تھے۔ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح اور جس کتاب میں  
مذکور ہوئی وہ اصح اکتب ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قسم بھی اس کے ساتھ  
مزید۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قلعہ بیمار نہ تھے۔ جب واقعی آپ  
تندرست تھے۔ تو آپ کا اپنے متعلق بیمار کہنا جھوٹ ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی تقیہ ہے۔

ہذا ثابت ہوا کہ ایک تو انبیاء کرام بھی تفتیہ کرتے رہے۔ دوسرا اس کی تصدیق امام معصوم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کی۔ اور تیسرا یہ الفاظ صحت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان تینوں باتوں سے یہی ثابت ہوا کہ تفتیہ پیغمبروں نے کیا۔ نص قرآنی میں اس کا ذکر ہے۔ اور ائمہ اہل بیت نے اس کی تصدیق بھی کی۔ اس لیے اس کا انکار نص قرآنی کا انکار ہے۔

جواب ہے:

اس استدلال سے یہ معلوم ہوا کہ صریح جھوٹ ہی کا نام تفتیہ ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبر و اکراہ کی صورت میں یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ لوگوں نے صرف رسماً آپ کو میدان پر جانے کو کہا۔ اس میں کوئی زبردستی نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے دعوایہ اشعار غلط بیانی کا۔ مالا محاس کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کوئی جانی خطر تھا۔ اور نہ ہی مالی نقصان کی کوئی دھمکی تھی۔ تو تفتیہ کے ثبوت کے طور پر اس واقعہ کو پیش کر کے بہر حال شیعہ لوگوں نے یہ مان لیا ہے کہ تفتیہ دراصل اس جھوٹ کا نام ہے۔ جو حالت اضطراب و جبر کے بغیر اپنی مرضی سے بولا جائے۔ اور پھر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تفتیہ اسی امر کی تائید کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعاً بیمار نہ تھے۔ لیکن تفتیہ کے ثابت کرنے کے لیے ان حمل کے اذھوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس سے اندر کے ایک پیغمبر کو جھوٹ ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے کی تصدیق ایسے شخص سے کرائی جا رہی ہے۔ جو مجتہد و صدق ہے۔ اور اس طرح ادھر ادھر کی غلط کڑیاں لگا کر تفتیہ کے وجوب پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ آئیے ذرا اُن کے گھر میں جھانک کر دیکھیں کہ گھر کے بھیدی اس مقام پر کیا کہتے ہیں۔ ان کی بھی سنیں۔ بیٹے۔ پھر فیصلہ کیجئے۔

## مجمع البیان

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي التُّجُومِ - فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ -  
 اُخْتَلِفَ فِي مَعْنَاهُ عَلَى أَقْوَالٍ أَحَدُهَا أَنَّهُ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ نَظَرَ فِي التُّجُومِ فَاسْتَدَلَّ بِهَا  
 عَلَى وَقْتِ حُمَى كَانَتْ تَعْتَادُهُ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ  
 أَرَادَ أَنَّهُ قَدْ حَصَرَ وَقْتُ عِلَّتِهِ وَزَمَانُ  
 نَوْبَتِهَا فَكَانَتْ قَالِ إِنِّي سَقِيمٌ لَا مُحَالَةَ  
 وَحَانَ الْوَقْتُ الَّذِي تَعْتَرِينِي فِيهِ الْحُمَى  
 وَقَدْ يُسَمَّى الْمَشَارِفُ لِلشَّيْءِ بِاسْمِ الدَّخِلِ  
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ -  
 وَلَمْ يَكُنْ نَظْرُهُ فِي التُّجُومِ عَلَى حَسْبِ مَا  
 يَنْظُرُهُ الْمُتَجَمُّعُونَ طَلَبًا لِلْأَحْكَامِ -  
 وَثَانِيًا أَنَّهُ نَظَرَ فِي التُّجُومِ كَنَظَرِهِمْ لَا تَهْمُ  
 كَانُوا يَتَعَاظُونَ عِلْمَ التُّجُومِ فَأَوْهَمَهُمْ  
 أَنَّهُ يَقُولُ بِمِثْلِ قَوْلِهِمْ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنِّي  
 سَقِيمٌ فَتَرَكُوهُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ نَجْمَهُ يَدُلُّ  
 عَلَى سُقْمِهِ -

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمَهُ بِالْوَحْيِ أَنَّهُ  
 سَيُسْقِمُهُ فِي وَقْتِ مُسْتَقْبَلٍ وَجَعَلَ الْعَلَامَةَ  
 عَلَى ذَلِكَ إِتْمَانُ طُلُوعِ نَجْمِهِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ  
 أَوْ اتِّصَالِهِ بِآخِرِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ فَلَمَّا

رَأَىٰ إِبْرَاهِيمُ تِلْكَ الْآمَارَةَ قَالَ إِنِّي اسْقِمْ تَصَدِّيقًا ۖ  
أَخْبَرَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ - - - - -

وَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ عَلَىٰ وَجْهِ التَّعْرِضِ أَنْ كُلَّ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ  
الْمَوْتُ فَهُوَ سَقِيمٌ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ سُقْمٌ فِي الْحَالِ - - - - -  
وَالْمَعَارِضِ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ شَيْئًا يَقْصُدُ بِهِ  
غَيْرَهُ وَيُقِيمُ مِنْهُ غَيْرَ مَا يَقْصُدُ وَلَا يَكُونُ ذَلِكَ  
كَذِبًا۔

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم ص ۴۴۹)

تا۔ ۴۵ جزو نمبر زیر آیت فقال انی

سقیم پتہ سورۃ الصافات)

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظرتاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں بیمار  
ہوں۔ آپ کے اس قول میں بہت سے اقوال آئے ہیں۔ ان میں سے  
ایک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر  
یہ استدلال فرمایا کہ مجھے حادث کے طور پر جو بخار ہوتا ہے۔ اس کے  
آنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ تو اپنے آپ کو یہ بیمار کہنے سے مطلب یہ  
تھا کہ وہ وقت بہت جلد چند ساعتوں کے بعد آیا چاہتا ہے جس وقت  
مجھے بخار ہوا کرتا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا کہ بخار کے وقت مقررہ پر آنے  
کے وقت میں ضرور بیمار ہو جاؤں گا۔ (اگرچہ فی الحال بخار نہیں) کیونکہ  
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو بات ہونا یقینی ہو۔ لیکن ابھی ہوئی نہ ہو تو  
اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے  
ارشاد فرمایا۔ اب شک اسے محبوب تو بھی میت ہے۔ اور بے شک



پر کہا ہو۔ یعنی جس کی موت کا پروانہ اچکا وہ یتیم ہے۔ اگرچہ فی الحال وہ یتیم نہ  
 بھی ہو..... تقریریں (تقریر یہاں یہ ہے۔ کہ کوئی شخص  
 الفاظ کچھ کہے۔ اور ان الفاظ سے اس کا اپنا مقصد کچھ اور ہے۔ لیکن سننے والوں  
 کو کسی اور مقصد کی طرف لے جائے۔ ایسا کرنا بھر حال دو جھوٹ، نہیں  
 ہوتا۔

## حاصل کلام :-

مذکورہ آیت سے شیعہ لوگوں نے جو تفسیر کے جواز کا استدلال کیا۔ ان کے مفسر علامہ  
 طبرسی نے اس کی واضح تردید کر دی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 کا وہابی مسکینہ، فرما نا قطعاً جھوٹ نہیں جب جھوٹ نہ ہوا۔ تو تفسیر کیسے ہو گیا۔  
 کیونکہ تفسیر ہی ہے جھوٹ۔ علامہ طبرسی شیعہ نے اس جملہ کے چند احتمالات بیان کیے  
 ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میا دی بخار کے بیمار تھے۔ اور بخار چڑھنے کا وقت  
 انہیں معلوم تھا۔ تو اتفاقاً ستاروں کو دیکھ کر اپنی بیماری کی پیشگی خبر اس انداز  
 میں دی۔ گویا اس وقت بیمار ہیں۔ اور یہ کہہ کر آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ میں بیمار ہونے  
 والا ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں در آنک مقیت، کے الفاظ کا مفہوم جو کچھ یقینی تھا۔  
 اس لیے ایک یقینی بات کو جو ہونے والی تھی۔ اس کو لوگوں میں بیان کر دیا۔ کہ اب  
 ہو گئی ہے۔ یعنی ہونے والی یقینی چیز پر موجود چیز کا حکم لگا دیا۔ اس تاویل کا احتمال  
 سے یہ ثابت ہوا۔ کہ زمانہ مستقبل میں یقینی طور پر واقع ہونے والی چیز پر موجود  
 ہونے کا حکم لگانا درست ہے۔ تو نہ یہ جھوٹ ہوا۔ اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 اس کے کہنے پر جھوٹ بولنے والے ہوئے۔

۲۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی بذریعہ وحی اطلاع کر دی ہو۔ اور اس کے لیے کسی ستارے کا مخصوص مقام پر دکھائی دینا بطور علامت آپ کو بتا دیا ہو۔ جب اس علامت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق میں کہہ دیا ہو۔ کیونکہ اس کی خبر سچی ہے۔ اور علامت بھی رونما ہو چکی۔ لہذا میں بیمار ہوا ہی چاہتا ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق کو تفتیح کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے۔ ۳۔ آپ نے بطور توریہ کہا ہو۔ کیونکہ جس آدمی کی موت مکہ دی گئی ہو۔ اس کو دو سقیم کہنا درست ہے۔ تو آپ نے یہ لفظ بول کر بیماری کا معنی نہ لیا ہو۔ بلکہ موت کے کلمے جانے کا مفہوم لے کر اس لفظ کا تکلم فرمایا ہو۔ تو توریہ کو تفتیح کہنا بھی سراسر زیادتی ہے۔ توریہ اور تفتیح کا فرق بیان ہو چکا ہے۔ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

### منہج الصادقین ۱۔

وَدَقَّالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ، پس گفت بدستیکہ من بیمار معنی استدلال میکنم باینکہ البتہ بیمار خواہم شد و نوبت تب مراد و خواہ دریافت و این تسمیہ شئی است باسم مایزل الیہ از قبیل و انک میت و انہم میتون، و لہذا مضاعف محقق الوقوع البسیۃ معنی ادا میکنند۔ و قائل آل را کاذب نمی گویند و در قرآن مثل ای بسیار است پس از گفتارانی سقیم کذب ابراہیم علیہ السلام لازم نیامد..... و رانی سقیم، مراد او این بود کہ دل من سقیم و حزن و غمگین است بہمت اصرار قوم بر عبادت اصنام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۱ ص ۲۶)

مطبوعہ تہران زیر آیت انی سقیم

(۲۳)

ترجمہ ۱۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یعنی اس بات کا استدلال کرتا ہوں کہ میں منقریب بیمار ہوں گدا اور میرے بخارا آنے کی سامت آ رہی ہے۔ اور اس طریقہ کو لوں ادا کرتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے انجام کا خیال کر کے نام دے دیتا جیسا کہ درانک حیت وانہ ہمیت تون ہے اسی لیے زمانہ مستقبل میں کسی ایک کام کے بارے میں جو لاژا ہونا ہو اس کے لیے فعل ماضی کا مینہ ذکر کرتے ہیں جس سے اس کے قضیہ وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس قسم کا قول کرنے والا جھوٹا نہیں کہلا سکتا۔ قرآن پاک میں اس قسم کے الفاظ بکثرت وارد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اس وجہ سے بھی درست ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ ان کافروں اور بت پرستوں کے بت پرستی پر اصلوں کی وجہ سے میرا دل بہت بیمار ہے۔ پریشان اور نناک ہے۔

تفسیر صفائی ۱۔

وَقَدْ رَوَى أَنَّهُ أَعْنَى يَقُولُهُ إِنِّي سَعِيْرٌ أَيْ مَسْتَقِيمٌ  
وَكُلُّ مَيْتٍ سَعِيْرٌ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ هَذَا جَلَّ لِجَلَّتْ  
إِنَّكَ مَيْتٌ أَيْ مَسْتَعْمُوتٌ۔

تفسیر صفائی جلد دوم ص ۲۴ مطبوعہ تہران  
بلج بدرد۔ زیر کت انی سقیم

ترجمہ ۱۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سقیم بول کر مراد اتمام ہے۔ یعنی منقریب میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ ہر

مرنے والی چیز ”قیم“ ہوتی ہے۔

## حاصل کلام :-

ان دو تفسیروں نے بھی ان لوگوں کی سخت تردید کی۔ جو اس آیت کریمہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت کرتے ہیں۔ اور صریح جھوٹ کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں۔ بقول شیعہ مفسرین جب مائول الیہ کے اعتبار سے کسی غیر موجود کو موجود کا حکم دینا خود قرآن پاک میں بکثرت ہے۔ تو یہ تفسیر کیسے ہوا۔ کیونکہ تفسیر تو واضح طور پر جھوٹ، جو سہ ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تفسیر کا الزام اس آیت سے لگانا محض جہالت اور پرلے درجے کا خبث باطل ہے۔

قلہ من کرام! آپ نے دیکھا کہ اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسرین کے اقوال ہم نے پیش کیے۔ جن میں انہوں نے صاف انکار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام آنے کے جوابات و احتمالات بیان کیے۔ اور دامن غلیل اشد کو کذب سے واغدار نہ ہونے و یا لیکن انہی کے دوسرے جاہل ادیبے دین بجائی ایڑی چوٹی کا درد لاکر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا تفسیر کوئی نیا نہیں۔ بلکہ اشد کے غلیل کا پسندیدہ عمل ہے۔ اور ہم تفسیر کے سنت غلیل ادا کر رہے ہیں۔ اور تعلیمات الہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل چہارم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تفسیر بتوں کو ٹوڑنے کی نسبت بڑبڑ کی طرح فرمادی

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْمَعُوا هُمْ اِنْ  
كَانُوا يَنْطِقُونَ۔

(۱۷ سورۃ انبیاء رکوع ۱)

marfat.com

توجہ:-

فرمایا جو ان میں بڑا ہے اس نے ایسا کیا ہے۔ پس ان سے پوچھو۔ اگر یہ  
بولتے ہیں۔

## طریقہ استدلال :-

کفار جب میلہ پر چلے گئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھانا اٹھایا۔ اور تمام  
بچوں کو توڑ ڈالا۔ آخر میں کھانا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب کفار میلہ سے  
واپس آکر بت خانہ گئے۔ تو بچوں کی یہ حالت دیکھ کر قیاس آرائی کی کہ یہ کام حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کا ہی ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا  
گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کے بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ حالانکہ کرنے والے خود  
حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تفتیش  
یہ کلام کیا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نص قرآنی نے تفتیش کے جواز پر دلالت کر دی۔ اور حضرت ابراہیم  
علیہ السلام تفتیش پر گامزن تھے۔

## جواب

ماہر تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کریمہ سے تفتیش ثابت کرنے والوں  
کی اسی طرح تردید کی ہے۔ جس طرح اس سے پہلی آیات سے تفتیش ثابت کرنے والوں  
کی تردید کی تھی چنانچہ اس تفسیر کا بیان ملاحظہ ہو۔  
منہج الصادقین و مجمع البیان ۱۔

أَنَّهُ خَرَجَ مَخْرَجَ الْغَيْبِ وَكَيْسٍ يَغْيِبُ إِنَّمَا هُوَ  
الزَّوَامُ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْحَالُ فَكَاثِلَةٌ قَالَ مَا يُنْكِرُونَ

أَنْ يَكُونَ فَعْلَهُ كَيْسَرٌ هَذَا وَالْإِلْزَامُ يَأْتِي  
تَارَةً يَلْفِظُ السُّؤَالَ تَارَةً يَلْفِظُ الْأَمْرَ وَتَارَةً  
يَلْفِظُ الْخَبَرَ وَرُبَّمَا يَكُونُ أَحَدُ هَذِهِ الْأُمُورِ  
أَبْلَغُ فِيهِ وَوَجْهُ الْإِلْزَامِ أَنَّ هَذِهِ الْأَصْنَافَ إِذَا  
كَانَتْ إِلَهَةً كَمَا تَزْعُمُونَ فَإِنَّهَا فَعَلَتْ ذَلِكَ كَيْسَرُهُمْ  
لِأَنَّ هَيْئَةَ اللَّهِ لَا يَقْدِرُ أَنْ تَكْسِرَ إِلَّا إِلَهَةً -

(۱- تفسیر منہج السادقین جلد نمبر ۶ ص ۷۴)

زیر آیت بل فعلہ کبیرہ

ہذا پیک

(۲- تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۴ جزو ۱)

ص ۵۴ مملوۃ تہران طبع جدید زیر آیت

قال کبیرہ ہذا

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام خبر کے طور پر کہا گیا۔ اگرچہ درحقیقت خبر نہیں بلکہ یہ ایک الزام ہے جس پر حال دلالت کرتا ہے۔ آپ نے گویا یوں فرمایا کہ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ کام تمہارے بڑے بت (خدا نے کیا ہے۔ اور الزام بھی تو سوا یہ الفاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی امر کے الفاظ کے ذریعہ اور کبھی خبر کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ان مختلف طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق الزام دینا زیادہ مبالغہ رکھتا ہے۔ الزام کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے گمان کے مطابق اگر یہ تمہارے

معبود ہیں۔ تو پھر یہ سب کچھ اللہ میں سے بڑے معبود نے کیا ہے۔ کیونکہ  
معبود کے علاوہ کوئی دوسرا معبود ہی کو توڑ نہیں سکتا۔

## حاصل کلام :-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام بطور خبر تھا۔ تاکہ اس سے تفتیہ ثابت کیا جاسکے۔  
بلکہ بطور الزام تھا یعنی آپ نے بطور الزام کفار کو کہا تھا۔ کہ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق  
یہ بت خدا ہیں۔ تو انہیں کوئی دوسرا کس طرح تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کو غیر خدا  
نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا بطور الزام کہے گئے کلام کو تفتیہ کسی طرح بھی  
کہنا درست نہیں۔

اسی صفحہ پر علامہ طبرسی نے مزید لکھا۔  
لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ التَّعْصِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا النَّقِيَّةُ  
لِأَنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى الشَّكِّ فِي أَخْبَارِهِمْ وَكَلَامِ  
أَبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجْعَلُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُغْلَبِينَ  
أَبْتَحَ ذَلِكَ عِنْدَ الصُّفُوفِ

تفسیر مجمع البیان جلد ۱ صفحہ ۵۷ مطبوعہ تہران

(طبع جدید زیر نیت قال بل کیر غم ہذا)

## ترجمہ :-

انبیاء کرام پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے اخبار میں تفتیہ اور حتم پوشی کی قطعاً  
جائز نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے الزام سے انبیاء کرام کی اخبار معرض شک  
میں پڑ جاتی ہیں لہذا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جہن کے بدلے میں

اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کا کٹھنہ انداز میں یوں ذکر فرمایا  
وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ - اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا -

ترجمہ ۱۔

کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت زیادہ سچے نبی تھے  
ثابت ہوا کہ شیعی مفسر نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی  
نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کوئی پیغمبر اخبار میں تقیہ نہیں کر  
سکتا۔ کیونکہ بالعرض اگر کلام پیغمبر تقیہ سے طوٹ ہو۔ تو اس کی صداقت قطعاً غیر مقبر ہو  
جائے گی۔ اور بیشک انبیاء کا مقصد بالکل فوت ہو جائے گا۔

اب اہل تشیع کو اپنے ہم مسلک مفسر کی بات سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ کہ  
وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ مان ہونے کا الزام نہ دیں۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کے کلام کا مشکوک ہونا لازم آئے گا۔ اور آپ کی بعثت بے کار ثابت ہوگی۔  
پھر جب اہل تشیع اہل بیت کو انبیاء کرام سے بھی افضل گردانتے ہیں  
تو اس فوقیت اور افضلیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب مفضول سے تقیہ کا صدور تلافی مقرر  
ہے۔ تو فاضل و افضل سے بطریق اولیٰ اس کا صدور و وقوع محل اعتراض ہوگا۔ اس لیے  
کسی امام کی طرف سے منسوب کرنا انہوں نے تقیہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ یہ تقیہ تو ہمارے  
آباؤ اجداد کی پیاری سنت ہے۔ اور دین کی تکمیل تقیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ  
سراسر غلط اور انتہائی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیئے۔

دلیل پنجم: اصحاب کہف بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنا ٹوڑالے  
اصول کافی:۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَلَغَتْ

تَقِيَّةُ أَحَدٍ تَقِيَّةَ أَصْحَابِ كَهْفٍ وَإِنَّهُمْ كَانُوا  
يَشْهَدُونَ الْأَعْيَادَ وَيَشُدُّونَ الزَّيَّانِينَ هَا عَطَاَهُمُ  
اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۸ کتاب الایمان  
والصغریا باب التقیہ مطبوعہ تہران  
لمعہ ہدیہ)

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف  
کے تقیہ تک نہ پہنچ سکے۔ وہ میدانوں پر حاضر ہوتے۔ اور عارضی کے وقت  
ان کے گلے میں زنار ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دو گنا ثواب  
عطا فرمایا۔

## طریقہ استدلال :-

اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے وہ بزرگ اور نیک بندے تھے جن کا اللہ تعالیٰ  
نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے پر اہل سنت و شیعہ سب کا  
اتفاق ہے۔ لہذا ان کامل الایمان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جب اہل بیت کے  
ائمہ میں سے ایک عظیم امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہاں تک فرمایا۔  
کہ ان جیسا تقیہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ تو امام موسوی کے اس ارشاد سے یہ بات  
بالکل واضح طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ کامل الایمان اللہ کے نیک بندے تقیہ کرتے  
رہے۔ اور ان کے اعمال میں یہ عمل بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ لہذا اس کے جواز میں کیا  
اعتراض ہو سکتا ہے ؟

## جواب

ہم مانتے ہیں کہ اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کر وہ اُلا لکھا کے مقبول و نیک بندے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک شاہین امتیاز کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کی بات دلیل و حجت بن سکتی ہے۔ لیکن امام موصوف کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات قابلِ تسلیم نہیں۔ بلکہ وہ بات اسی وقت قابلِ حجت قرار دی جا سکتی ہے۔ جب اس کی سند صحیح ہو۔ اور ثبوت ثابت ہو جائے۔ کہ واقعی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ شیعہ لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی کوئی بات بھی قابلِ اعتماد رہنے نہیں دی۔ خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کافران ہے۔ کہ ہماری طرف سے روایت کردہ احادیث میں لوگوں نے غلط طعنے کر دیے ہیں۔ اس لیے جو حدیث، قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین کے مطابق ہو۔ اسے تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ رد کر دو۔ امام موصوف کی یہ تفسیر ایک شیعہ معصفت نے اپنی کتاب ”در رجال کشی“ ص ۱۹۵ مطبوعہ کربلا۔ پر تفصیل سے ذکر کی ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف کے تفسیر باز نے ہر محقق کو ال۔ جو شیعہ حضرات نے امام موصوف کی طرف منسوب کیا۔ یہ امام پر بہت بڑا بہتان ہے۔ کیونکہ ان کا ایسا کتنا تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام کا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اصحاب کہف کے بارے میں جو تفصیل و واقعات قرآن نے بیان کیے۔ ان کی جھلک ملاحظہ ہو۔ اور پھر ان پر دو تفسیر باز، ہونے کے الزام کا جائزہ لیں۔ بات واضح ہو جائے گی

وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كَنْ تَدْعُوا مِنْ دُونِهِ  
إِلَهُهَا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا أَشْطَطَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
مِنْ دُونِهِ إِلَهَةٌ. لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ بِسُطُنٍ  
بَيِّنَةٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا  
وَإِذِ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَ مَا يَعْبُدُونَ  
إِلَّا اللَّهُ فَأَوُوا إِلَى الْكَافِرِ يَنْشُرْكُمْ  
رَبُّكُمْ مِنْ دَحْمَتِهِ وَيَهْوِيْكُمْ لَكُمْ مِنْ  
أَمْرِكُمْ مِرْقًا.

(پہلے رکوع ۱۱۳)

ترجمہ:-

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے۔ اور  
انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار ہے۔  
ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے کا معبود کہہ کر نہ پکاریں گے۔ کہ اگر ایسا کریں  
گے۔ اتنا ہی صدمہ ہی ہم نہ بہت ناسزا بات کہی اس ہمارے قوم نے  
تو اس کے سوا بہت سے خدا بنائے ہیں۔ پھر ان خداؤں کے متعلق کوئی  
دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ پس اسی سے زیادہ عالم کون ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ  
پر بہتان باندرے۔ اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو۔ اور جن  
چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں ان کو چھوڑ چکے ہو۔ تو کسی غامض میں  
رہو تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت کو جسے فرما دے گا۔ اور  
تمہارے معاملہ میں سہولت کئے سامان ہمارے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان آیات قرآنیہ اور ان کے ترجمے واضح کر دیا۔ کہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔ اور اس کی تائید نے ان کے دلوں کو اس قدر مضبوط کر دیا تھا۔ کہ دنیاؤں جیسے ظالم حکمران کو بھی علی الاعلان انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور جو اسے لَا شَرِیْکَ لَہٗ، نہیں مانتا۔ وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اور اتہادِ درجہ کا جھوٹا ہے۔ اصحاب کہف پر تائیدِ ایزدی اور اس کی وجہ سے ان کی قلبی استقامت کو شیعوں، مغروروں و کفریوں نے یوں قلمبند کیا۔

مجمع البیان ۱۔

(وَدَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ) اَیْ شَدَدْنَا عَلَیْہَا  
 بِأَلَمِ لُطَافٍ وَالنَّحْوِ طَرِ الْمَقْبُولَةِ لِلْإِيْمَانِ  
 حَتَّىٰ وَطَنُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَىٰ إِظْهَارِ الْحَقِّ وَ  
 الثَّبَاتِ عَلَى الدِّیْنِ وَالصَّبْرِ عَلَى الْمَشَاقِّ وَمَفَارِقَةِ  
 الْوَطَنِ (إِذْ قَامُوا) اَیْ حِیْنَ قَامُوا بَیْنَ يَدَیْ  
 مَلِکِهِمُ الْجَبَّارِ دَقِیَّا تَوْسِ الَّذِی كَانَ یُقَلِّبُ  
 أَهْلَ الْإِيْمَانِ عَنْ دِیْنِهِمْ (فَقَالُوا) بَیْنَ يَدَیْہِ  
 رَبِّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ اَیْ رَبَّنَا الَّذِی  
 تَعْبُدُ خَلِیْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَنْ تَدْعُوَا  
 مِنْ دُونِہِ (إِلَہَا) اَیْ لَنْ تَعْبُدَ إِلَہًا سِوَاہُ مَعَهُ  
 (لَقَدْ قُلْنَا إِذْ أَشْطَطَا) مَعْنَاہُ اِنْ دَعَوْنَا  
 مَعَ اللّٰهِ إِلَہًا آخَرَ فَلَقَدْ قُلْنَا إِذَا قَوْلًا مُّبَآوِرًا  
 عَنِ الْحَقِّ غَايَةً فِی الْبُطْلَانِ (هُوَ لَا إِلَہَ سِوَاہُ)  
 اَیْ أَهْلُ بَلَدِنَا (لَتَتَّخِذُوا مِنْ دُونِہِ)

اَيُّ مَنْ دُوِّنَ لِلّٰهِ رَاسًا يَّعْبُدُ وَتَهَارُكَوْلَا يَأْتُوْنَ  
عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ اَمِيْنٍ اَيُّ هَلَا يَأْتُوْنَ  
عَلٰى عِبَادَتِهِمْ غَيْرَ اللّٰهِ يَحْبِسُهُ ظَاهِرَةٌ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۲۵۲ مطبوعہ  
تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہم نے ان کے دلوں کو اپنے الطاف کریمہ اور ایمانی قوتوں سے اس قدر  
طاقتور کر دیا کہ انہوں نے اپنی جانوں کو حق کے اظہار دین پر ثابت قدمی،  
مصائب پر صبر اور وطن کی جدائی پر انوس کر لیا۔ جب وہ اپنے جابر ظالم  
حکمران و قیادوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ جو کہ مومنوں کو دین چھوڑنے  
پر مجبور کرتا تھا۔ تو اس کی موجودگی میں کہہ اٹھے ہم اس مذہب کی عبادت کرتے  
ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ ہم اس کے سوا کسی خدا کی عبادت  
نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہم نے اس معبود برحق کے ساتھ کسی اور خدا کو پوجا  
تو ایسی صورت میں ہم نے ایک ایسی حرکت کی۔ جو حق سے تجاؤ کرنے  
والی ہے۔ اور انتہائی باطل ہے۔ ہمارے اس شہر کے رہنے والے اللہ  
کے سوا اور بھی چیزوں کو خدا بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ پجاری ان  
باطل معبودوں کی عبادت کے ثبوت میں کوئی ظاہر حجت و دلیل کیوں  
نہیں لاتے۔؟

شیوہ مفسر نے اصحاب کھٹ کے بارے میں اس بات کی تصدیق کر دی کہ  
وہ حق کے اظہار کے لیے ایک ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے جان کی بازی لگانے  
سے بھی نہ چوگے۔ انہوں نے ہرگز تلبیہ سے کام نہ لیا۔ اور جب دیکھا کہ ہمارے یہاں دہنا

دین پر استقامت میں شاید رکاوٹ بن جائے۔ تو انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ بلکہ اپنا وطن، اولاد و جان و مال اور عزیز و اقارب چھوڑ کر غار میں جا قیام کیا۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ کہ اصحاب کہف اگر بقول شیعہ تقیہ میں سب سے ممتاز ہوتے۔ تو وقت کے غلام جابر حکمران کی ہاں میں ہاں ملا کر مڑے کی زندگی بسر کرتے۔ بلکہ یہ حضرات تو اعلیٰ درجہ کے ”تقیہ شکن“ تھے۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا مقرب بنایا۔ وہ حق و صداقت پر ثابت قدمی کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ تقیہ جیسے جھوٹ کو اختیار کر کے یہ قبولان خدا بن گئے۔

لہذا آیات قرآنیہ سے جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اصحاب کہف اتہاد درجہ کے ثابت قدم اور حق و انصاف کے شہید تھے۔ تو ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں اول درجہ کے تقیہ باز ہونیکا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام موصوف رضی اللہ عنہ قرآن کے خلاف کہنے والے نہیں بلکہ یہ سب کچھ شیعوں کی من گھڑت روایات ہیں،

اور امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو منسوب کر کے ایک ایسا گھناؤنا فعل کیا جس کا صحیح بدلہ کل قیامت کو ہی تصور ہو گا۔ قرآن حق، اس کی تعلیمات سچی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے ائمہ بھی ترجمان حق ہیں۔ اس لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو ”صادق“ ہی ہیں لیکن ان نام نہاد محبت کے دعوے داروں نے انہیں ”کاذب“ تعلیمات قرآنیہ“ بنا دیا۔ والعیاذ باللہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دلیل ششم۔ لفظ تقیہ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ  
دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ  
مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً  
وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ فُقُوسَهُ وَالْحَى اللَّهُ  
الْمُصِيرُ۔

(پہلے سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

ترجمہ:-

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا تو  
اُس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں سوائے اس صولت کے کہ تم ان  
سے کسی قسم کا خون رکھتے ہو۔ اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے۔ اور  
اللہ کی طرف بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

طریقہ استدلال:-

(شیعہ حضرات کا کہنا ہے) اس آیت کریمہ میں اصل لفظ درمنہم تقیۃ،  
تھا۔ لیکن اہل سنت نے قرآن پاک میں سے لفظ در تقیہ، نکال دیا۔ بنا کر وہ دنیا کو دکھا  
دیکھیں۔ کہ شیعہ حضرات نے جو تقیہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور  
ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر اہل سنت اس آیت میں لفظ تقیہ رہنے دیتے۔ تو  
ثبوت تقیہ ہوتا ہو جاتا۔ لہذا انہوں نے در تقیہ، کو تقیہ، بنا دیا ہے (حاشیہ مقبول احمد شیعہ)

## جواب

مذکورۃ الصدر آیت کریمہ سے شیعہ لوگوں کا تقیہ کو ثابت کرنا دراصل اپنے مذہب و مسلک سے انحراف ہے۔ کیونکہ اس آیت کے علاوہ دیگر جتنے دلائل اہل تشیع کے گزرے۔ ان سب میں تقیہ ”صریح جھوٹ“ کے مترادف تھا۔ گویا صریح جھوٹ کہہ میں یا تقیہ دونوں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔

لیکن آیت زبیر نظر میں تو صرف یہ ثابت ہے کہ جب تمہیں اپنی جان کا کفار سے خطرہ ہو۔ تو ان کو بظاہر دوست بناؤ۔ اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی اشارہ نہیں کہ حق کو چھپاتے ہوئے جھوٹی باتیں کرو۔ اور اسے اہل تشیع ہمارا مسلک قریب ہے کہ بوقت ضرورت صریح جھوٹ بولنا (تقیہ کرنا) ضروری ہو جاتا ہے۔ اور جو جھوٹ بولے وہ شیعہ ہی نہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام کا دین اور ائمہ حضرات کا دین تقیہ تھا۔ اس کی مخالفت کرنے والا دغی ہے۔ اس آیت کی تفسیر خود اپنے مفسر سے سن لیجئے۔ شاید ہدایت مل سکے۔

مجمع البیان :-

وَحَدَّثَنَا رُوِيَ رُحُصَةً فِي جَعَاَزِ الْإِقْصَاحِ  
بِالْحَقِّ عِنْدَهُ وَرَوَى الْحَسَنُ إِنَّ مُسَيِّكَمَةَ  
الْكُذَّابَ أَخَذَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ  
(ص) فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا  
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَشْهَدُ أَنِّي  
رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ دَعَا بِالْأُخَيْرِ  
فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ

نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أَفَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ  
 اصْتَمَرَ قَالَهَا ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يُجِيبُهُ بِمِثْلِ  
 الْأَوَّلِ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولُ  
 اللَّهِ فَقَالَ أَمَّا ذَاكَ الْمَقْتُولُ فَمَضَى عَلَى  
 صِدْقِهِ وَبِإِقِينِهِ وَآخَذَ بِفَضْلِهِ  
 فَلَمَنِئِمَّا لَهُ وَآمَّا الْآخِرُ فَقِيلَ رُخْصَةً  
 اللَّهُ فَلَا تَبِعَهُ عَلَيْهِ فَعَلَى هَذَا  
 تَكُونُ التَّقِيَّةُ رُخْصَةً وَالْإِفْصَاحُ  
 بِالْحَقِّ فَضِيكَةٌ۔

تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۴۲۰ سورت  
 آل عمران مبلوہ بہر ان طبع جدید

ترجمہ:-

اور تہقید کی رخصت میں امتی کے اظہار کے جواز کی روایت کی گئی ہے۔  
 حضرت حسن سے روایت ہے کہ سیدہ کوا بنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 صحابہ کرام میں سے دوسروں کو کپڑا لیا۔ اور ان میں سے ایک کو کہنے لگا کیا  
 تو حضرت محمد کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں  
 پھر پوچھا کیا تو میرے لیے اللہ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دیتا  
 ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر دوسرے آدمی کو بلا کر پوچھا۔ کیا تو بھی سحر  
 محمد کو اللہ کا رسول ماننے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا  
 کیا مجھے بھی اللہ کا رسول ماننا ہے۔ وہ غصص خاموش رہا۔ سیدہ نے تین

مرتبہ پوچھا۔ اور اس نے تین مرتبہ ہی غامضی اختیار فرمائی۔ تو میلہ نے اس کی گردن اڑادی۔ سبب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا۔ جس کو قتل دشمنیدار کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے سچ و یقین پر قائم رہا۔ لہذا وہ فیصلت لے گیا۔ اُسے مبارک ہو۔ دوسرے نے رخصتِ باری تعالیٰ کو قبول کرتے ہوئے ایسا کیا۔ لہذا اس پر بھی کوئی عتاب نہیں۔ پس اسی وجہ سے یقینہ رخصت ہے۔ اور حق کا اظہار اور اس پر ثبات قدمی افضل ہے۔

اس شیوہ مفسر نے اس بات کی پر زور تردید کر دی ہے۔ کہ بوقتِ ضرورت یقینہ نہ کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے ثبات یہ کیا کہ اگر کوئی شخص کلمہ حق کہنے کی پاداش میں شہید کر دیا جائے۔ اور وہ یقینہ سے کام نہ لے۔ تو اس کی موت صدق و یقین کی موت ہے۔ اور یہ یقینہ کرنے والے کی نسبت افضل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبارک بادی کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ فرق ایک عام آدمی کے بارے میں ہے۔ انبیائے کرام اور ائمہ نظام (جنہیں شیوہِ عظمت انبیاء سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے ہیں) کے لیے تو بوقتِ ضرورت بھی یقینہ کرنا غلط اور نوسہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تصدیق اسی مفسر نے ایک اور مقام پر کی۔

مجمع البیان ۱۔

لَا يَجُوزُ عَلَيْهِمُ التَّعْمِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا التَّقِيَةُ  
لَإِنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى التَّشَكُّكِ فِي أَخْبَارِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۵۴ سورۃ الانبیاء)

مطبوعہ تہذیبی طبع جدید

توجہ ۱۔

یعنی مجہول خبر دینا اور تفریح کرنا انبیائے کرام کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی خبروں میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔

اس لیے اگر انبیائے کرام ہی تفریح سے کام لینا شروع کر دیں۔ تو ان کی کس بات پر یقین کیا جاسکے گا۔ کیونکہ ہر بات کے بارے میں یہی شک ہو گا۔ کہ شاید یہ بات بطور تفریح کہی گئی ہو اور اس کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ یوں متعدد رسالت و منصب تبلیغ بالکل ہی ختم ہو جائے گا۔ اور پھر نبی و غیر نبی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا۔

## فصل سوم

### فضائلِ تقیہ

گزشتہ فصل میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ خود غرضی کے لیے حق کو چھپا کر مریخ جھوٹ بولنا و تقیہ، کہلاتا ہے۔ تقیہ کی اس تعریف کے بارے میں دلائل بھی آپ ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ مذہب شیعہ پورے کاپورا امن گھڑت اور جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے شیعہ لکھنوی نے اس مذہبی بنیاد کو پکا اور مضبوط کرنے کی خاطر مریخ جھوٹ (تقیہ) کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک پھلانا لگ گئی۔ گویا زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک پھلانا لگ گئی۔ اور کہہ دیا۔ کہ دین کے نوحے تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی احکام میں ہے۔ اور اس مریخ کذب کے فضائل جب بیان کرتے ہیں۔ تو ان کی نسبت ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ ایسے کتب شیعہ سے تقیہ کے فضائل کے بارے میں چند عبارات بطور نمونہ دیکھیں۔

روایت نمبر:

## دین کے نور حقے تقیہ میں ہیں

اصول کافی:-

ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عمر  
 الأعرجی قال قال لی أبو عبد اللہ علیہ  
 السلام یا ابا عمر انّ حَسَّهٗ اَعْشَارِ الدِّینِ  
 فی التَّقِیَّہِ وَلَا دِینَ لِمَنْ لَا تَقِیَّہَ لَهُ وَالتَّقِیَّہُ  
 فِی كُلِّ شَیْءٍ إِلَّا فِی الشَّیْبِذِ وَالْمَسْجِ  
 عَلَی الْحَقِیْقَیْنِ۔

(اصول کافی جلد دوم، المکتب الاسلامی،

والکفر باب التقیہ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

ترجمہ:-

اسناد کے مذکور کے ساتھ ابو عمر ابی سے روایت ہے کہ  
 مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسے ابو عمر ابی نے شک دین  
 کے دس حصوں میں سے نو حصہ تقیہ میں ہیں۔ اور جس نے تقیہ نہ کیا۔  
 وہ بے دین ہے۔ مجوروں کی شراب اور عوزوں پر مسح کرنے کے سوا  
 باقی ہر چیز میں تقیہ نہ کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ کا ہر حصہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

اور خود غرضی کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ صرف اراحمہ باقی اعمال ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں جس کا مذہب کا۔ اراحمہ صریح جھوٹ پر مشتمل ہو۔ اور صرف اراحمہ کچھ صداقت لیے ہوئے ہو۔ تو کثرت، کل کا حکم رکھتی ہے۔ جس سے واضح ہوا۔ کہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی نہیں بلکہ تقریباً مکمل عمارت ہی کذب و تقیہ کے ہمارے کھڑی ہے۔

روایت نمبر ۲۔

”تقیہ سنی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے“

جامع الاخبار۔

قَالَ الْحَسِينُ بْنُ عَلِيٍّ ( ۶ ) كَوَلَا التَّقِيَّةُ مَا عُرِفَ وَلَيْتَنَا مِنْ عَدُوِّنَا .

(۱۔ جامع الاخبار ص ۸۸ / الفصل الثالث

والاربعون في التقيّة۔ مطبوعہ

مجمع اشرف)

(۲۔ انصار حیدری ترجمہ تفسیر امام مسکری،

ص ۲۸۷ / المیہ کتب خانہ لاہور۔)

ترجمہ ۱۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر تقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز نہ ہو سکتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر کس قدر عظیم بہتان لگایا گیا۔ کہ ان کا فرمان یہ ہے۔ کہ ہمارے دوستوں کی نشانی تقیہ کرنا (یعنی صریح جھوٹ بولنا) ہے۔ حالانکہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو خود اہم ظلم اور آپ کے ساتھیوں کو میدانِ کربلا میں شہادت کا جام نوش کرنے کی کوئی

ضرورت نہ پڑتی۔ پس آتا جھوٹا موٹا اقرار کر لیتے۔ کہ یزید کو میں نے عیفران  
 پس ہے، لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے اپنی اور رفاقت کی شہادت  
 قبول کر لی۔ لیکن رقیہ، قطعاً نہ کیا۔

روایت نمبر ۱۔

ترکِ تقیہ ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

جامع الاخبار ۱۔

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَ يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِينَ  
 كُلِّ ذَنْبٍ وَيُعْطِيهِمْ مِنْهُ فِي الْآخِرَةِ مَا خَلَدَ  
 دُئِبِينَ كَرَمَكَ التَّقِيَّةُ وَتَضْيِيعُ حَقُوقِ الْأَخْوَانِ۔

(۱۔ جامع الاخبار ص ۸۸، فصل ثالث)

واربعون فی التقیہ۔ ملبوم

نبط اشرف)

(۲۔ انوار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسین مکرری

ص ۸۸ ملبوم امیر کتب خانہ لاہور)

ترجمہ :-

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ  
 مومنوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اور ان سے پاک کر دے گا۔ مگر  
 دو گناہ ہرگز معاف نہ ہوں گے۔ ۱۔ تقیہ نہ کرنے کا گناہ۔ ۲۔ اپنے بھائیوں  
 کے حقوق کو خالص کرنے کا گناہ۔

قاضی مین کرام اس حدیث سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا۔ کہ بروز حشر قتل،

زنا، شراب نوشی اور بڑے سے بڑا گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ لیکن جس نے تقیہ نہ کیا۔ یعنی صریح جھوٹ نہ بولا۔ اس کا یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے۔ گویا باقی گناہ تو اس کے مقابلہ میں گناہ ہی نہیں۔ اور اگر یوں کہہ دیا جائے۔ تو بھی مبہوم ہی ہو گا۔ کہ مذہب شیعہ میں حق و صداقت پر قائم رہنا۔ ایک جرم ہے۔ اور یہ جرم اللہ کے حضور سب بڑا جرم و گناہ ہے لہذا اس کی ضد تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) اللہ کے نزدیک تمام نیکیوں سے اعلیٰ اور ارفع نیکی ہے۔

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

روایت نمبر ۲۔

تقیہ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ

اہم ہے۔ اور خصلت ائمہ ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الْبَاقِرِ عَ أَشْرَفُ خَلَائِقِ  
الْإِيْمَةِ وَالْفَاضِلِينَ مِنْ شِبَعَيْنَا اسْتِعْمَالُ  
التَّقِيَّةِ ..... وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ  
الصَّادِقِ عَ اسْتِعْمَالُ التَّقِيَّةِ مِنْ  
أَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ  
وَالْمُجَاهِدَاتِ -

(جامع الاخبار ۱/۸۸ الفصل الثالث)

والاربعون في التقيه -)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہمارے ائمہ اور صاحب فضیلت لوگوں کے اخلاق میں سے اعلیٰ خلقِ تقیہ (مہرِ کج جھوٹ بولنا) ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تقیہ کرنا حدیقات، زکوٰۃ، حج اور جہاد میں سب سے افضل ہے۔

روایت نمبر ۱۔

تقیۃ نماز پڑھنے سے پیش نمازوں کا ثواب ملتا ہے

من لایحضرہ الفقیہہ ۱۔

رَوَى عَنْهُ عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّي صَلَاةً فَرِيضَةً فِي وَقْتِهَا ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُمْ صَلَاةً تَقِيَّةً وَهُوَ مُكْوَفٌ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا خَمْسَةً وَعِشْرِينَ مَرَّةً فَإِنْ غَبَوْا فِي ذَلِكَ

۱۔ من لایحضرہ الفقیہہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۶

فی امام الجماعة، ملبوسہ مکھنہ

طبع قدیم

۲۔ من لایحضرہ الفقیہہ جلد اول ص ۲۵۰

باب فی الجماعة وفضلہا الملبوسہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:-

عمر بن یزید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ تم میں جو شخص کوئی سی فرضی نماز اس کے وقت میں ادا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد با وضو نماز تہتہ پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کمپس درجہ (زیادہ ثواب) لکھ دیتا ہے۔ لہذا نماز تہتہ میں رغبت کرنی چاہیئے۔

حدیث نمبر ۶:

صِفِ اَوَّلِ مِیْنِ تَقِیَّتَہِ نِمَازِ پُڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

من لایکفرہ النقیبہ:

وَدَوَّی عَنْہُ حَمَّادُ بْنُ عَشْمَانَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّی مَعَهُمْ فِی الصَّغْرِ الْاَوَّلِ کَانَ کَمَنْ صَلَّی خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فِی الصَّغْرِ الْاَوَّلِ۔

(۱) من لایکفرہ النقیبہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷

فی امام الجماعة، مطبوعہ لکھنؤ

طبع قدیم

(۲) من لایکفرہ النقیبہ جلد اول ص ۲۵۰

باب فی الجماعة وفضلہا مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حماد بن عثمان نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جو شیعہ مبنیوں کے ساتھ (تقیہ کرتے ہوئے) پہلی صفت میں نماز پڑھے گا۔ وہ یوں سمجھے۔ جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صفت اول میں نماز پڑھی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے اہل تقیہ کا آنا اور نچا مقام ہے جو صحابی کے ثواب کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے تو صاف صاف لکھ دیا۔ کہ کسی سنی امام کے پیچھے صفت اول میں تقیہ کر کے نماز پڑھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفت اول میں نماز پڑھنا ہے۔ اور اس کا آنا ثواب اور آدمی سنی امام کو قابلِ امت تو دور کی بات ہے یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ کران کے نظریات کے مطابق ایسا ہی ہے۔ تو سنی امام کے پیچھے ان کی نماز جو ہی کب کبھی ہے۔ جب نفس نماز ہی نہ ہوئی تو ثواب کس چیز کا اور وہ بھی آنا بڑا کہ صحابی کے ہم پلہ ہو گیا۔

روایت نمبر ۷ :

اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی

تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی

جامع الاخبار: قَدْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْعَتَاغِيْنَ  
بِمَقِيَّتِهِ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ الْأَيْعَةِ

(جامع الاخبار ص ۸۰، فصل ثلث واربعون فی التقیہ)

(مطبوعہ نعت اشرف)

ترجمہ:-

(بقول شیعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے منافقین (اہل سنت و جماعت) کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے گویا اہل بیت کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی۔

روایت نمبر:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ جس نے ہماری

بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں

عمداً قتل کیا

جامع الاخبار:-

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ آذَاعَ عَلَيْنَا  
شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَلَمْ  
يَقْتُلْنَا خَطَاً.

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے ہماری کوئی بات ہم پر ظاہر کر دی۔ تو اس نے گویا ہمیں جان بوجہ کر قتل کیا۔ اور غلطی سے نہ مارا۔

\*

## مقام غور:-

قائدین کرام! آپ انصاف کوں۔ کہ حدیث کے مضمون کے بعد جبکہ اس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تو کیا کوئی شیعہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میرے پاس ائمہ اہل بیت کی روایات اور مرویات ہیں۔ اگر کہتا ہے۔ کہ ہاں میرے پاس ایسا صحیح ذخیرہ موجود ہے۔ تو وہ قائل ائمہ اہل بیت ہے۔ اور وہ بھی محلاً۔ اور اگر اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کے مثلاً قائل ہونے کے الزام سے انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے پاس ان ائمہ کی کوئی ایک بھی صحیح بات نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے دعووں کے مطابق یہی رائج ہے کیونکہ مہبان اہل بیت و شیعہ ایمان ائمہ کرام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے مروج اور محبوب شخصیات کے ارشادات سے انحراف کریں۔ اگر یہی قول و احتمال رائج ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے مسلک ائمہ اہل بیت کو منہی رکھا ہے۔ اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود بھی ہے۔ کہ ان کا مذہب از اول تا آخر جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے ضرور مجاہد قائم تہیہ، متہ اور دیگر افعال مذمومہ جو ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے انہیں جائز و حلال کیا۔ تو یہ بالکل ایسا نہیں۔ کیونکہ جب ائمہ کے ارشادات چھپے ہوئے ہیں۔ تو یہ ظاہر ارشادات کس کے ہیں؟ اب شیعہ لوگوں کے لیے وہی راستے ہیں۔ اگر کہتے ہیں کہ روایات ائمہ یہی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بات ہماری نہیں۔ اور نہ ہی کسی روایت کی حقیقت کو چھپایا گیا۔ تو پھر اپنے آپ کو اپنے ہی ائمہ کے اس قول کے مطابق قائلان ائمہ اہل بیت کہلائیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کریں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا حقیقی مسلک و عقیدہ کچھ اور تھا اور جو کچھ ان کی طرف ان کا عقیدہ منسوب کیا گیا۔ وہ سراسر غلط ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن روایات کے ہمارے مذہب شیعہ قائم ہے۔ وہ سب کی سب من گھڑت اور غویات کا پلندہ ہے۔ حقیقت ان کے بالکل برعکس ہے۔

اہل بیت پاک سے گت نیاں بے یکیاں  
لنت اللہ علیکم دشمنانِ اہل بیت

روایت نمبر ۹۔

تقیہ کر کے نماز پڑھنے والے پرفرشتے درود و سلام  
بھیجتے ہیں۔ ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں

کے برابر ہوتا ہے

تفسیر امام حسن عسکریؑ۔

تَنْظُرُ الْبَاقِرِ إِلَى بَعْضِ شَيْعَتِهِمْ وَقَدْ دَخَلَ خَلْفَ  
بَعْضِ الْمَنَافِقِينَ إِلَى الصَّلَاةِ وَآخَسَ الشَّيْعَةَ  
يَا أَبَا الْبَاقِرِ قَدْ عَرَفْتُ ذَلِكَ مِنْهُ فَقَصَدَهُ وَقَالَ  
أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ صَلَوَتِي  
خَلْفَ فَلَانٍ فَإِنِّي أَتَّقِيهِ وَكَوْلَا ذَلِكَ لَصَلَّيْتُ  
وَحْدَهُ قَالَ لَهُ الْبَاقِرُ إِنَّمَا كُنْتَ تَخْتَلِجُ أَنْ  
تَعْتَذِرَ كَوْتَرَكْتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُؤْمِنُ مَا  
رَأَيْتُ مَدَامَكَ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضِينَ  
يُصَلِّيَ عَلَيْكَ وَتَلْعَنُ إِمَامَكَ ذَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ  
تَعَالَى أَمَرَ أَنْ يُحْسِبَ لَكَ صَلَوَتَكَ خَلْفَهُ

لِلثَّقِيَّةِ يَسْبُعُ مِائَةَ صَلَوةٍ  
كَوْ صَلَاتِهَا وَحَدَّكَ فَعَلَيْكَ  
بِالثَّقِيَّةِ۔

(تفسیر امام حسن مکری ص ۱۲۸۸)

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ایک شیعہ کو ایک منافق (دخی) کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس شیعہ نے یہ محسوس کیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور جان لیا ہے۔ تو وہ امام کے پاس آیا اور اگر کہنے لگا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! میں نے جو فلاں آدمی کے پیچھے نماز پڑھی اس بارے میں مذمت میں کرتا ہوں۔ میں نے نماز تہیہ کر کے پڑھی ہے اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں کیلا ہی نماز پڑھ لیتا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا۔ اے اللہ کے مومن بندے! اس قسم کا کلمہ کلمہ تب ہونا چاہیے تھا۔ جب وہ نماز تہیہ کے ساتھ پڑھتا۔ (لیکن جب تو نے وہ نماز بطور تہیہ پڑھی۔ تو پھر تجھے گھبراہٹ کیسی)

اے بندہ خدا! اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمانوں کے فرشتے اور ساتوں زمینوں کے فرشتے اس وقت تک تجھ پر درود و سلام بھیجتے رہے۔ جب تک تو نماز پڑھتا رہا۔ اور اس (امام پر لعنت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیری اس تہیہ والی نماز کا ثواب حالت سو نمازوں کے ثواب کے برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا تجھ پر تہیہ انتہائی مضر دی ہے۔

ۛ

## عظیم فائدہ ۱۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا اہل سنت و جماعت امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔ اور سنی امام کو انتہائی نقصان۔ کیونکہ شیعہ مقتدی جو کہ تفسیر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ اُسے سات سو تہنہ نمازوں کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ اور فرشتے اس پر صلوٰۃ و سلام بھی بھیجتے ہیں۔ بر خلاف سنی امام کے کہ اس سے پیچھے پر لعنت ہی لعنت۔

لہذا سنی حضرات کو ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں شرکت سے لعنت برسنے کا امکان ہے۔ اس لیے نہ یہ شریک ہوں۔ نہ اس کا ثمر و مرتب ہو۔ کسی شیعہ کو سنیوں کی مسجد میں گھسنے کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔

انتہائی تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ انہیں ان کے مذہب کے عجیب و غریب اوطاقوں و صحنہ جات عطا کیے۔ جو کسی امت کو نصیب نہ ہوئے۔ اور لعنت و تبرا بازی تو ان کی ایسی بابرکت نعمت ہے۔ جو دوران نماز بھی پوری کی جا سکتی ہے۔

روایت نمبر ۱۔

امام قائم کے ظہور تک شیعہوں کے لیے جھوٹ  
بولنا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ خارج ہو جائیگا

اعتقادات مدوق ۱۔

وَالْتَّقِيَةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوزُ رَفْعُهَا إِلَىٰ أَنْ  
يَخْرُجَ الْقَائِمُ فَمَنْ تَرَكَهَا قَبْلَ خُرُوجِهِ

فَقَدْ نَخَرَجَ عَنْ دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ دِينِ الْإِمَامِيَّةِ  
وَخَالَفَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْأَيْمَنَةَ وَسُؤْلَ  
الصَّادِقِ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ  
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاهُمْ قَالُوا أَعْطَاكُمْ بِالْتَّقِيَّةِ

(اتقادات صدوق فی بحث التقیہ و

ترجمہ فارسی ص ۱۳۳ باب سی و نہم و التقیہ

مطبوعہ تہران)

ترجمہ ۱۔

اور تقیہ کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت تک واجب ہے گا

جب تک کہ امام قائم کا خروج نہیں ہوتا۔ تو جس شخص نے اس سے پہلے

تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو وہ اللہ کے دین اور دین امامیہ سے نکل گیا۔ اور اس

نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت کی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا

وَمَا أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقُوا، تو انہوں نے جواب دیا اس سے مراد

وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقیہ پر کار بند ہے وہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ

کرامت والا ہو گا۔

ۛ

روایت نمبر ۱۰

جو تفتیہ نہ کرے بے دین ہے اور تفتیہ

کی وسعت آسمان و زمین زیادہ ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ  
لَهُ وَآتَ التَّقِيَّةَ لَا وَسْعَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ  
وَالْأَرْضِ-

(جامع الاخبار ص ۱۰۹ فصل رابع)

وخمسون في الخوف، ملبوعہ

نجمت اشرف)

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے تفتیہ نہ کیا۔ اس  
کا دین ہی نہیں۔ یعنی وہ بے دین ہے۔ اور تفتیہ کرنا یقیناً آسمان و زمین  
کا نسبت زیادہ وسیع ہے۔

جھوٹ کی کوئی حد نہیں؛

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ حضرات کے نزدیک تفتیہ (مصدق جھوٹ بولنے  
کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ نہ اس پر کوئی گرفت و عذاب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس

جتنا کوئی بڑا تقیہ باز ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ ماہر و زاہد و دانشور کے ہاں مکرم شمار ہوگا۔  
 اللہ کے ہاں تقرب اور مکرم و راسخ حق پرستی اور باطل شکنی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ  
 نے ”تقویٰ“ کے لفظ سے بیان فرمایا اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت  
 اسی حق پرستی اور باطل شکنی کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے میدان کربلا میں حق کی خاطر اپنی  
 اور اپنے ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن جھوٹ اور باطل کی حمایت ہرگز نہ  
 کی۔ لیکن شیعہ مذہب اس کے برعکس ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ لوگوں کو اہل بیت کلم  
 سے کوئی محبت و عقیدت نہیں۔ بلکہ یہ ”کلمہ کھانے والے مجنوں“ ہیں۔ ان کا مذہب  
 غلط اور باطل روایات کے سہارے کھڑا ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے خود وضع کیا۔ اور  
 ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

روایت نمبر ۱۲

تقیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسا نماز

چھوڑنے والا

اعتقادات صدوق؛

ابن بابریہ گوید اعتقاد ماد باب تقیہ اُن است کہ اُن (واجب است ہر کہ  
 ترک تقیہ نمود مانند کسی است کہ ترک نماز نمود۔

۱) اعتقادات صدوق ترجمہ فارسی ص ۱۳

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

۲) جامع التفسیر جلد سوم ص ۲۸۵

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

ترجمہ ۱۔

ابن بابویہ کہتا ہے۔ کہ تقیہ کے بارے میں ہمارا (شیعہ لوگوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ وہ واجب ہے۔ اور جس نے تقیہ چھوڑا۔ وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی۔

جب شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ چھوڑنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ تو پھر اسے چھوڑنے کی کیا ضرورت پڑی۔ اس کے عمل کرنے میں دوہرا ثواب۔ ایک تو انبیاء کرام اور ائمہ اہل بیت کا ثواب اور دوسرا اپنا کام بھی اس حربے سے بخوبی چلا سکتے ہیں۔  
روایت نمبر ۱۳۲:

## تقیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جامع الاخبار ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ أَبِي  
كَانَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ أَقْتَرُ لِعَيْنِ  
أَبِيكَ مِنَ التَّقِيَّةِ إِنَّ التَّقِيَّةَ جَنَّةُ  
الْمُؤْمِنِ

(جامع الاخبار ص ۱۰۹ / الفصل الرابع

والخمسون في الخوف) مطبوعہ

نہجۃ اشرف

ترجمہ ۱۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میرے والد گرامی مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اے ابو عبد اللہ! تیرے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک

تقیہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک تقیہ (مرحہ جھوٹ

سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں ہے (معاذ اللہ)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب ائمہ کا یہ حال ہے۔ تو ان سے محبت میں مرے

جانے والوں کا کیا حال ہو گا گاگرہ مہمان اہل بیت مجھ سے کبھی سچ بولیں۔ تو گویا اتنا

بڑا جرم کر دیا جس سے ائمہ اہل بیت کی آنکھوں میں ٹھنڈک کی بجائے مریح ڈال کر انہیں

پریشان کر دیا۔ جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ان سے سچ کی توقع رکھنا اتنا ہی ناممکن ہے۔

جتنا کہ سوئی کے تار کے سے اونٹ کا گزرنے پر لوگ جب دنیاوی مشاغل سے فارغ ہوتے

ہیں۔ تو ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹوں اور دروغ گوئیوں کی نسبت کرتے اور اسی شغل میں

عمر میں بسر کر دیتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۴

تقیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں

کے درمیان نور ہو گا جس سے وہاں روشنی

حاصل کی جائے گی

اصول کافی :

عَنْ مُعَلَّى بْنِ عَحْنَنٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ يَا مُعَلَّى أَكْتُمْنَا أَمْرَنَا وَلَا تَدْعُهُ فَإِنَّهُ

مَنْ كَتَمْنَا أَمْرَنَا وَلَمْ يُدْعِهِ أَعَزَّهُ اللَّهُ بِهِ

فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ  
يَقُودُهُ إِلَى الْجَنَّةِ يَا مَعْلى مَنْ أَذَاعَ أَمْرَنَا  
وَلَمْ يَكْتُمْهُ أَذَلَّهُ اللَّهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ  
نَزَعَ النُّورَ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ وَ  
جَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُودُهُ إِلَى النَّارِ يَا مَعْلى إِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِينِي  
وَدِينِ آبَائِي وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ -

داہل کافی جلد دوم ص ۲۲۳-۲۲۴

کتاب الایمان والکفر باب

الکتمان مطبوعہ تہران مبع جدید - ۱

ترجمہ:-

معلى بن نفیس سے روایت ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے  
معلى! ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیلاؤ بے شک جس نے  
ہمارے حکم کو چھپایا اور ظاہر نہ کیا۔ اسے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ  
دنیا میں عزت بخشے گا اور کل قیامت کو یہ بات اس کی دونوں آنکھوں  
کے درمیان نور بن کر چمکے گی جو اس آدمی کو جنت میں لے جائے گا۔  
اے معلى! جس نے ہمارے حکم کو شائع کر دیا اور اسے چھپا نہ رکھا۔  
تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور آخرت میں اس  
کی دونوں آنکھوں کے درمیان والا نور واپس لے گا۔ اور اس کو اندھیرا  
بنا دے گا۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ اے معلى! تقیہ  
(مردم کے بھوٹ بولنا) میرا اور میرے اباؤ اجداد کا دین ہے۔ اور جس کا تقیہ  
نہیں۔ اس کا دین نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کو جس شیعہ نے تقیہ نہ کیا ہوگا۔ اُس کا منہ کالا ہوگا۔ اور وہ دوزخی ہوگا۔ اور یہ اس کی اتہائی ذلت اور سوائی ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہوا۔ جس کی دوزخ کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں۔ اور اس کے برعکس وہ شیعہ جنت میں حورو غلمان میں مہر یوں پر تکیہ لگائے ہنسی خوشی رہے گا۔ جس کی زندگی تقیہ (مہر یجھوٹ) سے عبارت تھی۔ سبحان اللہ! کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ جس میں جھوٹ بولنے والا جنتی اور سچ کہنے والا ذلیل اور جہنمی ہے۔ جھوٹے کو نور ملے گا۔ اور سچے کو اندھیرا اور تمام ائمہ اہل بیت بھی معاذ اللہ! اسی مذہب پر تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ایسے مذہب نامہ مذہب سے دور رکھے۔ آمین۔

روایت نمبر ۱۵:

شیعہ مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی  
مذہب چھپانا جائز ہے۔ اور بلندی درجات  
کا حامل ہے

جامع الاخبار:

كَانَ جَابِرٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ  
إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا قَالَ يَا جَابِرُ رَبِّكَ  
أَعْلَمُ بِالْغَيْبِ أَنَّهُ كَانَتْ اللَّيْلَةُ الْيَقِئُ أُمِّرِي  
بِحِ إِلَى السَّمَاءِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْعَرْشِ فَرَأَيْتُ أَرْبَعَةً  
أَتُوا بِقَتِيلٍ لِي هَذَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَهَذَا عَمَلُهُ

أَبُو طَالِبٍ وَ هَذَا أَبُوكَ عَبْدُ اللَّهِ وَ هَذَا ابْنُ  
عَمِّكَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقُلْتُ إِلَهِي بِمِ  
نَالُوا هَذِهِ الدَّرَجَةَ قَالَ يَكْتُمَانِيهِمُ  
الْإِيمَانُ وَلَا يَظْهَارُهُمُ الْكُفْرُ حَتَّى  
مَاتُوا عَلَى ذَلِكَ -

(جامع الاعتبار ص ۷۷ فصل سادس فی فضائل  
اصحاب دار عام النبی و علی مطبوعہ نجف  
اشرف)

ترجمہ ۱-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابو طالب مرتے  
وقت بھی کافر تھا۔ کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اے جابر!  
تیرا پروردگار سب سے زیادہ غیب جانتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ  
نے مجھے شب معراج میں کرائی۔ میں جب عرض پر پہنچا۔ وہاں میں نے  
چار نور دیکھے۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک نور آپ کے دادا عبد المطلب کا، دوسرا  
نور آپ کے چچا ابو طالب کا۔ تیسرا نور آپ کے والد عبد اللہ کا اور چوتھا  
نور آپ کے چچیرے بھائی جعفر بن ابو طالب کا ہے۔ میں نے عرض کی۔  
اے اللہ! ان لوگوں نے کس بنا پر یہ درجہ حاصل کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ یہ درجہ  
اس وجہ سے انہیں ملا کہ انہوں نے ہمدوم مرگ ایمان چھپائے رکھا۔ اور  
کفر کا اظہار کیا۔

روایت نمبر ۱۶: جس نے تقیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)  
امالی شیخ طوسی ۱۔

قَالَ سَيِّدَنَا الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِالتَّقِيَّةِ  
فَاتَّكَ لَيْسَ مِثْلًا مَنْ لَمْ يَجْعَلْهَا شِعَارًا وَ وَثَارَةً -

(امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۹۹)  
مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے شیعوں میں پر تقیہ  
لازم ہے جس نے تقیہ کو اپنا اوڑھنا بھونٹا نہ بنایا۔ وہ ہم میں  
سے نہیں۔

روایت نمبر ۱۷:-

تمام اعمال سے تقیہ افضل ہے اور  
شیعوں کے اعمال کی جان ہے

تفسیر لوامع التنزیل:-

ثانی مدیث جناب امیر المؤمنین علیہ السلام است کہ فرمود التَّقِيَّةُ مِنْ  
أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْمُؤْمِنِينَ يَمُوتُ نَبْهَا نَفْسُهُ وَأَخْوَاكَ  
عَنِ الْفَاجِرِ مَنْ -

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودہواں ص ۲۸۵)  
مطبوعہ لاہور

ترجمہ ۱۔

دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تقیہ مومن کا افضل ترین عمل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ خود اپنی اور اپنے بھائیوں کی جانوں کو فاجر لوگوں سے محفوظ کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۸۔

تقیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق  
رضی اللہ عنہ کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں

تفسیر جامع التنزیل ۱۔

از حضرت صادق علیہ السلام آوردہ کہ فرمود و لا وَاَللّٰهُ مَا عَلٰی  
وَجْہِہِ الْاَرْضِ مِنْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ التَّقِیَّۃِ۔  
تفسیر جامع التنزیل پارہ چودھواں  
ص ۸۶ مطبوعہ لاہور

ترجمہ ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ خدا کی قسم! روئے  
زمین پر تقیہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دوسرا عمل نہیں۔  
شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اصول کافی میں جب یہ مذکور ہے۔ کہ حضرت  
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب صرف  
تقیہ ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ شیعہ لوگ اس افضل عمل کو ترک کر کے

ائمہ کی دشمنی مول لیں۔ قیامت کو نور سے محروم رہیں۔ دنیا میں ذلیل  
 ہوں۔ اور تمام نیکیاں ضائع کر بیٹھیں۔ ہاں درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس  
 جھوٹے مذہب کے ماننے والوں کو حق کے نزدیک تک نہیں آنے دیا۔  
 ان کی قسمت ان کے ساتھ خدا سمجھے کہ ہر جھگڑتے پھرتے ہیں۔

## فصل چہارم

### وسعت یقینہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی

شیعہ حضرات کے نزدیک وقتاً فوقتاً یقینہ کرنا (مہرج جھوٹ بولنا) جائز بلکہ واجب ہے۔ اور امام ہمدی کے ظہور تک اس پر عمل ہوتا رہے گا۔ اس کی وسعت اہل تشیع کے نزدیک زمین و آسمان کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ یہاں کہ فعل اول میں اسی عنوان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔ اسی موضوع پر شیعہ حضرات کی مشہور کتب سے ہم چند اور روایات ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کی کتب میں ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب ہیں۔ ”بے مقصد جھوٹ بولنا یقینہ ہے۔“

روایت نمبر ۱

اصول کافی ۱۔

عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَعْيُنَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي  
ثُمَّ جَاءَهُ كَجُلٍّ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ

يَخْلَافُ مَا آجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ أُخْرَ فَأَجَابَهُ  
يَخْلَافُ مَا آجَابَنِي وَاجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ  
الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنَ  
أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكُمْ قَدْ مَا يَسْأَلَانِ فَاجَبْتَ  
كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِغَيْرِ مَا أَحْبَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ  
فَقَالَ يَا زُرَّارَةُ إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَابْقَى  
لَنَا وَلَكُمْ وَ لَوْ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ  
وَاحِدٍ لَصَدَقَكُمْ النَّاسُ عَلَيْنَا وَ لَكَانَ  
أَقْسَلَ لِبَقَائِنَا وَ لِبَقَائِكُمْ قَالَ ثُمَّ  
قُلْتُ لِابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
شِيعَتُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوهُمْ عَلَى  
الْأَسِنَّةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ  
يَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ آجَابَنِي  
بِمِثْلِ جَوَابِ أَبِيهِ - (امسول کافی جلد اول ص ۵۵ کتاب فصل  
باب العلم بطبوع تبران میں ہے میری)

ترجمہ:-

زرارہ کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال پوچھا  
آپ نے اس کا مجھے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی  
وہی مسئلہ پوچھا۔ تو آپ نے وہ جواب دیا جو میرے جواب کے  
خلاف تھا۔ پھر تیسرا آدمی آیا اس کا بھی وہی سوال تھا۔ آپ نے ہم  
دونوں کے خلاف اس کو جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں کہتا

اے رسول اللہ کے بیٹے! یہ دونوں آدمی عراق کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ دونوں نے حاضر ہو کر ایک ہی سوال کیا۔ تو آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ (مختلف) جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے زرارہ! ایسا ہمارے اور تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اور اس میں ہماری اور تمہاری زیادہ بقا ہے۔ اور اگر تم ایک ہی بات پر اکٹھے ہو جاؤ۔ اور لوگ ہمارے معاملہ میں تمہیں سچا سمجھنے لگیں تو ایسا اجتماع ہماری تمہاری بقا کے لیے مضر ہوگا۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے شیعہ اس قدر سختہ ہیں۔ کہ اگر آپ ان کو نیزوں پر میدان جنگ میں سینہ تاننے کو کہیں۔ یا آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ تو وہ آپ کے حکم سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ آپ سے مختلف جواب سنیں پس حضرت نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد ماجد نے دیا تھا۔

## حاصل حدیث:

اس ذکر شدہ روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ مذہب میں تقیہ (بھوٹ بولنے) کے لیے کسی قسم کا خوف واجبہ و اکراہ کوئی شرط نہیں۔ بلکہ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ ہر حال میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بات اس حدیث سے بالکل عیاں ہے۔ کہ وہ سوال کرنے والے ان ائمہ حضرات کے ایسے جانثار تھے۔ کہ اپنی زندگی کی انہیں پرواہ نہ تھی۔ آگ میں جلتے کو کہا جائے۔ یا نیزے بھالے کے زخم برداشت کرنے کو یا اور کوئی تکلیف ہونے کا حکم ہو۔ وہ فوراً مکمل در آمد کریں گے تو ایسے شیدائیوں، جانثاروں اور عقیدت مندوں سے بھی یہ ائمہ سچی بات نہ کرتے تھے۔ آپ انداز فرمائیں۔ کہ

ان جیسے لوگوں سے خوف ہو۔ تو پھر بے خوفی کن سے ہوگی؟

اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں تقیہ (جھوٹ بولنے) کی خاطر خواہ وسعت پیدا کی گئی ہے۔ اس روایت کا دوسرا ہوا ایک عجیب مضمون کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے جب ایک سوال کے تین جواب دیئے۔ اور وہ بھی اپنے جانثاروں کو۔ تو ایسا کرنا ان ائمہ کا تقیہ ہوا۔ اور تقیہ بھی اپنے عقیدت مندوں سے کیا گیا۔ غیروں سے تقیہ کرنا تو شیعوں کی ایجاد تھا ہی۔ لیکن یہاں تو اپنوں سے بھی تقیہ برتنا جا رہا ہے۔

پھر اسی روایت میں خود کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جب ایک ہی سوال کے ائمہ اہل بیت نے مختلف جواب دیئے۔ جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں۔ تو ان حضرات کی روایات پر ہی مذہب شیعہ قائم ہوا۔ اب فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ فی زمانہ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جو روایات اہل تشیع نے اپنے ائمہ سے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں۔ وہ واقعی ائمہ کی ہیں۔ یا اپنی طرف سے گھڑی گئیں بالعرض اگر ائمہ کی ہی مان لی جائیں۔ تو پھر ان کو سچا کہیں گے یا جھوٹا۔ ان روایات سے خود ائمہ کے مسلک کا کیسے پتہ چل سکے گا؟ یہ وہ چند ابھرنے والے سوالات ہیں۔ جن کا جواب آنا ضروری ہے۔

ہم جس تحقیق پر پہنچے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ درحقیقت اس قسم کی تمام روایات شیعہ معنفین نے خود وضع کیں۔ اور ان سے حضرات ائمہ کرام کا دور کا بھی تعلق نہیں کہ اگر شیعہ حضرات کے بقول ائمہ تضاد بیانی کا شکار ہوں۔ اور تقیہ کے طوگر ہوں۔ تو تقیہ کی ضرورت جس شخصیت کو سب سے زیادہ تھی۔ وہ مہدیان کو بلا کے شہید، مگر گوشتہ حیدر کا روضہ محبوب پروردگار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کیا کوئی مال کا لالہ یہ دکھا سکتا ہے۔ کہ امام پاک نے تقیہ کیا ہو۔ کیا کوئی نارنجی

گو اہی اسی ل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا تو یہ حال تھا۔

سے مراد نداد دوست و دوست یزید

حقا کہ بنائے لالہ است حسین

حضرات ائمہ کرام سے بڑھ کر کون حق گو اور حق پرست تھا۔ یہ مقدس ہمتیاں گناہوں کی جڑ تھیں، سے بالکل مبرا اور منزہ تھیں۔ جیسا کہ اُندہ فصل میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیں گے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ ان شیعہ لوگوں کی بیان کردہ خرافات اور واہی تباہی باتوں سے دامن ائمہ اہل بیت پاک تھا۔

سے آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی

اشد کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

روایت نمبر ۲:

فروع کافی ۱۔

عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ سَمِعْتُ  
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ كَانَ  
أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ يُنْتَبِئُ فِي زَمَنِ بَنِي أُمَيَّةَ  
أَنَّ مَا قَتَلَ الْبَارِزِيُّ وَالصَّقَرُ فَهُوَ حَلَالٌ  
وَكَانَ يَتَّقِيهِمْ وَآنَا لَا آتَقِيهِمْ وَ  
هُوَ حَرَامٌ مَا قَتَلَ.

فروع کافی جلد ششم ص ۲۸۸ کتاب العیوب باب

میدانہ ذوق و العصور و غیر ذالک مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ ۱۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد رضی اللہ عنہ بنی امتیہ کے زمانہ میں تقیہ کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جس مافور کو بازیافت کرنا ہلاک ہے۔ وہ حلال ہے۔ اور میں جو حکم تقیہ نہیں کرتا اس لیے میرا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں کا مارا ہوا حرام ہے۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ میں تقیہ کی وسعت کا یہ عالم ہے۔ کہ امام وقت ایک ایسی چیز کو تقیہ کرتے ہوئے حلال اور دوسرا ایسی چیز کو تقیہ نہ کرتے ہوئے حرام کہہ رہا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ امر بالمعروف اور نہی منکر پر اگر یہ ائمہ اہل بیت عمل نہ کریں گے۔ تو پھر دوسرا کون عمل کرے گا؟ لیکن شیعوں کے مطالبہ اور ان کے مذہب کو جان لینے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اہل بیت نے تقیہ (جھوٹ بولنا) کو ضرور کیا لیکن امر بالمعروف اور نہی منکر سے وہ کوسوں دور ہے۔ پھر لطف یہ کہ اس روایت میں باپ بیٹا کا ایک ہی چیز کے بارے میں حلال و حرام کا اختلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کرام کا کسی مسئلہ پر اتفاق نہ تھا۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھ کر آپ یقیناً اس فیصلہ پر پہنچ جائیں گے کہ شیعہ حضرات نے اپنا الویدھا کرنے کے لیے اس روایت اور ایسی ہی دوسری روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ وہ حضرات انکار کرام ہیں جن کے جدا جدا حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل سے ٹکری۔ اور بام شہادت نوش فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قیمتی جانیں بچانے کے لیے تقیہ کا سہارا نہ لیا۔ تو ان کے جگر پارے اور دین و اسلام کے ستون کس طرح امر بالمعروف اور نہی منکر کو خیر باد کہہ سکتے تھے۔ اور ایک ہی چیز کے حلال و حرام دونوں باتیں کیسے

کہہ سکتے تھے۔ دراصل اس روایت سے شیعہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام بھی احکام و مسائل کے بیان کرنے میں تقیہ سے کام لیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو غلط سمجھے بتایا کرتے تھے۔

لہذا جب دین کے ستون احکام و مسائل شرعیہ بتانے میں تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ تو ہم کیوں تقیہ نہ کریں؟ پس اپنا مقصد نکالنا تھا۔ نکال لیا کہ کسی پر احرام اُٹے تو اُسے مان لایا جڑتا ہے۔

روایت نمبر ۳:

فروع کافی ۱۔

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ مُصْعَبٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ دَخَلْتُ  
عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ  
قُولُوا لِأُمِّ خُرُورَةَ تَجِئِي فَتَسْمَعُ مَا صَنِعَ  
بِحَجَّتِهَا قَالَ فَبَجَاءَتْ فَقَعَدَتْ خَلْفَ الشَّوْرِ  
فَقَالَ أَنَشَدْنَا قَالَ فَقُلْتُ "قُرُورَةُ جُودِي  
يَدُ مَعِكَ الْمَسْكُوبُ" قَالَ فَصَاحَتْ وَصَحْنُ  
النِّسَاءِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
الْبَابُ الْبَابُ فَاجْتَمَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ  
عَلَى الْبَابِ فَقَالَ فَبِعَثَ إِلَيْهِمْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ مَبْنِي لَنَا غُشِّي عَلَيْهِ فَصَحْنُ النِّسَاءِ

(۱) فروع کافی روضہ کافی جلد ۴ ص ۲۱۴ حدیث سفیان

ابن مصعب، العبدی الطبرستانی (مجمع جدید)

(۲) کتاب الروضہ ص ۱۲۲ الطبروزی کشور (مجمع قدیم)

ترجمہ:-

سفیان بن مصعب عبدی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ام فروہ سے کہو۔ اُسے اور اگر اپنے بھائی کی شہادت کا واقعہ سنئے۔ راوی کا قول ہے کہ وہ انہیں اور پردے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ پھر راوی کہتا ہے کہ امام نے ہم کو اشعار پڑھ کر سنائے۔ اس پر میں نے کہا۔ اے ام فروہ اتم جی بھر کر روؤ۔ یہ سن کر فروہ کی چیخ مٹ گئی۔ اور دوسری موجودہ عورتیں بھی چیخ دیکھا کرنے لگیں۔ امام نے فرمایا۔ دروازہ کی خبر لو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مدینہ کے لوگ دروازہ پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیے عورتیں رونے لگیں۔

ناظرین کرام! اس روایت میں جو واقعہ پیش کیا گیا اس میں غور فرمائیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بلائے پر ام فروہ انہیں۔ اور امام نے انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ تو وہ رونے لگیں۔ اور وہاں موجود دوسری عورتیں بھی گریہ کن ہوئیں۔ ان کے رونے سے امام کو خوف ہوا کہ لوگوں کو اس کا علم ہو گیا۔ تو نہ جانے کیا ہو گا اس لیے باہر دروازہ پر جمع لوگوں کو کہلا بھیجا کہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش گیا تھا جس کو دیکھ کر عورتوں نے رونام شروع کر دیا۔ حضرات! کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ڈر سے ایک بچہ کے بے ہوش ہونے کا بہاد تر اسٹنڈ؟ جھوٹ نہیں؟ اور یہ جھوٹ امام موصوف کی طرف ان لوگوں نے منسوب کیا۔ جو خود اپنے منہ مہیاں اہل بیت بنتے ہیں۔ آپ خود کہیں کہ یہاں جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ بڑی بات تو یہی تھی کہ لوگ عورتوں کی گریہ و زاری سن کر امام حسین کی شہادت کے اندر ہنساں واقعات کی یاد تازہ کر لیتے۔ آپ خبیثہ لوگوں سے

دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ انٹر ایل دیت کا جھوٹ بولنا اور وہ بھی بلا ضرورت معمولی سی بات پر کتنے فی صد صداقت کا حامل ہے۔ اور انٹر ایل دیت کی استقامت کا اندازہ واقعہ کر بلا جو پیش کرتا ہے۔ کہاں وہ پام روی اور حق پرستی۔ اور کہاں یہ معمولی سی بات پر بزدلی اور کذب پرستی؟

دراصل بات یہ ہے کہ شیعہ لوگ اپنے باطل مذہب کی اشاعت و مقبولیت کے لیے خلاف شرع افعال و اقوال کو انٹر ایل دیت کے اقوال و افعال جتلا کر انہیں بدنام کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں۔ اس واسطے طریقہ پر چل کر وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں تئیمہ (مہر) جھوٹ بولنے کی کھلی چٹھی ہے۔ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ کھل کر تئیمہ کر لیں۔ کوئی گرفت نہ ہوگی اس طرح گئی آگ آپ بجھا بھی سکتے ہیں۔ اور گڑھے کا بھی کچھ نہیں۔ (مقام غور ہے)

روایت نمبر ۱۴

رجال کشی:-

دَاوُدُ الرَّقِیُّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ كَمْرَ  
عِدَّةِ الظَّهَارَةِ فَقَالَ مَا أَوْجَبَهُ اللَّهُ فَوَاحِدَةً  
وَأَضَافَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ وَاحِدَةً  
لِضُعْفِ الثَّانِ وَمِنْ تَوْضُاعًا ثَلَاثًا فَلَا  
صَلَاةَ لَهُ أَنَا مَعَهُ فِي ذَا حَتَّى جَاءَ دَاوُدُ  
ابْنُ دُرَيْبٍ وَآخَذَ نَاوِيَةً مِنَ الْبَيْتِ فَسَأَلَهُ  
عَمَّا سَأَلْتُهُ فِي عِدَّةِ الظَّهَارَةِ فَقَالَ لَهُ  
ثَلَاثًا ثَلَاثًا مِنْ لَقَمَصَ عَنْهُ فَلَا

## صَلَوَاتُ لَہٗ۔

(درجہ اولیٰ میں ۲۹۴ تذکرہ داؤد زری

مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:-

داؤد زری کہتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ میں قربان! وضو کتنی مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مرتبہ وضو کو لازم قرار دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی کمزوری اور سستی کی بنا پر ایک دفعہ کا اضافہ فرمادیا۔ لہذا جو شخص تین مرتبہ وضو کرتا ہے۔ یعنی اعضائے وضو پر تین دفعہ پانی پھیرتا ہے۔ اس کی نماز مقبول نہیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں داؤد بن زری حاضر ہوا۔ اور کہنے میں بیٹھ گیا۔ اس نے امام جعفر سے بیہینہ میرا سوال کیا۔ کہ وضو کتنی دفعہ ہے؟ امام موصوف نے فرمایا۔ تین مرتبہ۔ جس نے تین مرتبہ اعضائے وضو پر پانی نہ بھایا۔ اس کی کوئی نماز نہیں۔

اس روایت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ شیعوں لوگوں کے نزدیک تہیہ ایک رافع جھوٹ کا نام ہے۔ اور یہ کہ تہیہ ان کے ہاں اتنا کوسج اور عام ہے کہ امام آدمی ہو۔ یا ائمہ اہل بیت میں سے کوئی ہو۔ سبھی تہیہ کر سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اسی روایت میں کچھ ناگے جا کر اس امر کی وضاحت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ خلیفہ وقت ابو جعفر منصور عباسی کی طرف سے سچ بولنے کی صورت میں کچھ خطرات و مصائب کا خوف تھا۔ حالانکہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ خلیفہ وقت کا امام موصوف کے مسلک کا بخوبی علم تھا۔ اور وہ امام موصوف کا لب لباب کچھ بھی بلاؤ نہ رکھتا تھا۔ تو پھر امام جعفر کو اب جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ لہذا

معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا امام موصوف کی ذات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں۔ بلکہ گھر گھر اگر آپ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیعہ لوگوں کو ہدایت دے تاکہ وہ عقائد ان بنوت کو بدنام کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

روایت نمبر ۱۵

فروع کافی ۱

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مَحْرَزٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا أَرْمَلَنِيَا مَاتَ وَأَوْصَى إِلَيَّ فَقَالَ لِي وَمَا الْأَرْمَانِي؟ قُلْتُ نَهَيْتُكَ مِنْ أَنْبَاطِ الْجِبَالِ مَاتَ وَأَوْصَى إِلَيَّ بِتَرْكِتِهِ وَتَرَكْتُ ابْنَتَهُ قَالَ فَقَالَ لِي أَعْطِهَا النَّيْضَ قَالَ فَأَخْبَرْتُ زُرَّارَةَ بِذَلِكَ فَقَالَ لِي إِنْ تَعْلَمُ أَنَّكَ لَهَا قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ بَعْدَ فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ اللَّهُ إِنْ أَصْحَابَنَا دَعَمُوا إِنَّكَ اتَّقَيْتَنِي فَقَالَ وَاللَّهِ مَا اتَّقَيْتَكَ وَلَكِنْ اتَّقَيْتُ عَلَيْكَ أَنْ تَضْمَنَ فَمَهْلُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ أَحَدٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَأَعْطِهَا مَا بَقِيَ.

(فروع کافی جلد ۲ ص ۷۷، ۷۸، کتاب

المواثیق باب میراث الولد مطبوعہ

تہران مطبع جدید)

ترجمہ ۱۔

سلمہ بن محرز کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا ایک ارمانی مر گیا ہے۔ اور وہ میرے لیے اپنے مال کی وصیت کر گیا ہے۔ تو امام نے مجھ سے پوچھا۔ ارمانی کیا ہے؟ میں نے کہا۔ پہاڑوں کے انبار میں سے ایک نعلی مر گیا ہے۔ اور اپنے ترکہ کی مجھے وصیت کر گیا ہے۔ اس کی ایک بیٹی بھی موجود ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس بچی کو اس کا آدھا مال دے دو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس بات کا تذکرہ زرارہ سے کیا تو اس نے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ وہ مال سارا اسی کا ہے۔ امام نے اذروئے تیسرے فتویٰ دیا ہے۔ میں پھر ایک وقت امام موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے۔ ہمارے ساتھی کہتے ہیں کہ آپ نے (فتویٰ دیتے وقت) تقیہ کیا تھا۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تیسرے ساتھ فتویٰ دیتے وقت تقیہ نہ کیا تھا۔ لیکن مجھے ڈر یہ تھا کہ تجھ سے مؤخذہ ہو گا۔ تو کیا اس کا علم تو کسی کو نہیں ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ بچ گیا۔ وہ اس کی بچی کو دے دو۔ یعنی نصف پہلے دے دیا تھا۔ اور جو باقی نصف بچا ہے۔ وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کو دے دو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام موصوف نے میراث میں بھی تقیہ کیا۔ اور جھوٹا فتویٰ دیا۔ پھر اس جھوٹے فتویٰ کی توثیق کے لیے اللہ کی قسم بھی اٹھالی۔ اب فیصلہ ناظرین آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ شیعہ لوگوں نے اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت کی جو روایات ذکر کی ہیں۔ اور جو احادیث ان کی سند سے جمع کی ہیں ان میں حق و باطل کا امتیاز کیونکر ممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع کے ہاں جو مسلک ہے۔ وہ ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں  
 کیونکہ ائمہ اہل بیت حتیٰ کو ظاہر کرنے اور باطل کو دبانے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔  
 ان کی ساری زندگیوں میں امر بالمعروف نہی عن المنکر میں بسر ہوئیں۔ وہ جھوٹی بات کو کبھی  
 زبان پر لانا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کی زبان ہمیشہ حق و صداقت سے مزین رہی جیسا کہ  
 عنقریب رد تقیہ کی بحث میں ہم ان کی حق گوئی اور بے باکی کے واقعات نقل کریں گے  
 جنہیں پڑھ کر یقین ہو جائے گا کہ تقیہ ایسی دروغ گوئی اور شعی اختراع سے ان حضرات  
 کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

روایت نمبر ۱: ہر چھوٹی بڑی ضرورت پر جھوٹ بولنا تقیہ ہے۔

اصول کافی ۱

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ التَّقِيَّةُ  
 فِي كُلِّ ضَرُورَةٍ وَصَاحِبُهَا أَعْلَمُ بِهَا  
 حِينَ تَنْزُولِهَا

۱) اصول کافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۹ -

کتاب الایمان والحف باب

التقیہ مطبوعہ تہران لمعہ جدید

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں تقیہ ہر  
 ضرورت کے وقت کام آتی والی چیز ہے۔ اور جس شخص کو ضرورت  
 درپیش ہوتی ہے۔ وہ اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ  
 اس پر کب اتری۔ اور کب تک رہے گی۔

اس حدیث نے واضح کر دیا کہ تقیہ (جھوٹ بولنا) ہر ضرورت کے وقت

بائز ہے۔ اور دہر ضرورت کا مفہوم اتنا عام ہے کہ اس میں معمولی سے معمولی ضرورت بھی داخل ہے۔ اور بڑی سے بڑی ضرورت بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی ایک جو کہ دانے کے پیش نظر تفتیہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس سے کم ضرورت پر بھی تفریک کرنا جائز ہے تو کھلی چٹی ہو گئی۔ جب چاہیں۔ جہاں چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ تفتیہ کر سکتے ہیں جھوٹا لاپ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ اگر کسی نے اس رخصت پر عمل نہ کیا۔ تو وہ دین امامیہ سے خارج ہو جائے گا۔ اور اُسے دوشیعہ کہیں گے۔

## فصل پنجم

یقینہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ

سے دلائل

دلیل اول :-

الَّذِينَ يَسْتَعِزُّونَ بِرِسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ  
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا

(پہ ۱۲۷)

ترجمہ :-

ہم غیر بے لگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں اور  
سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے کو اللہ ہی  
کافی ہے۔ (ترجمہ قبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ حضرات انبیائے کرام سے تئیں کا وقوع ناممکن ہے کیونکہ ان کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اور اللہ ہی کا فرمان ہے کہ میرے بغیر کسی سے موت ڈرو۔ اور آپ حضرات یہ جانتے ہیں کہ تئیں کا اصل محرک خوف ہی ہے۔ جب انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کے ارشاد پر یقین کامل ہوتا ہے۔ تو انہیں صرف اسی وعدہ لا شریک کا خوف ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کا خوف انہیں جادو و انتقامت سے اوجھڑ کر بھی نہیں کر سکتا۔ لہذا اثبات ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اعتقاد تئیں رکھنا سراسر باطل اور کفر ہے۔ بلکہ ان کی طرف اس کو بڑے مرتبہ کی نسبت بھی انتہائی گستاخی ہے۔ ساسی مضمون کی توثیق و توشیحہ مفسر علامہ طبرسی سے سنئے۔

مجمع البیان :

رَالَّذِينَ يَلْقَوْنَ رَسُولَ اللَّهِ (آئ)  
يُؤَدُّونَهَا إِلَى مَنْ يَحْشَوْنَ (آئ)  
وَلَا يَكْتُمُونَهَا (وَلَا يَخْشَوْنَ) (آئ)  
يَخَافُونَ اللَّهَ مَعَ ذَلِكَ فِي مَتْلُ مَا  
أَوْجَبَهُ عَلَيْهِمْ (وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا  
إِلَّا اللَّهَ) وَلَا يَخَافُونَ مِنْ سِوَى اللَّهِ  
فَمَا يَتَعَلَّقُ بِالْأَدَاءِ وَالشَّبِيلِغِ وَفِي  
هَذَا دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّهُ لَا يُجُوزُ عَلَيْهِمُ التَّقِيَّةُ فِي تَبْلِيغِ  
الرِّسَالَةِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۳۶۱ پ ۲۲)  
مطبوعہ تہران مطبعہ جدید

ترجمہ ۱۔

حضرات انبیائے کرام جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی طرف انہیں مبعوث کیا جاتا ہے۔ ان تک احکام پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان میں کسی حکم کو چھپاتے نہیں۔ اور انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ہر وقت خوف رہتا ہے۔ کہ کہیں کوئی حکم چھوٹ نہ جائے۔ اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ادائے احکامات اور تبلیغ میں نہیں ڈرتے۔ اس آیت کریمہ میں اس کی دلیل ہے۔ کہ انبیائے کرام سے تقیہ کا صدور ناجائز ہے۔ اور اللہ کے پیغام و احکام پہنچانے میں وہ تقیہ و جھوٹ بولنا اسے ہرگز کام نہیں لیتے۔

خود طلب یہ امر ہے۔ کہ اس شیعہ مفسر نے جس واضح انداز میں حضرات انبیائے کرام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا باطل ٹھہرایا ہے۔ ادمر شیعہ لوگ حضرات اللہ اہل بیت کو انبیائے کرام پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ ان اماموں نے ملت و حرمت میں دخل پذیر اختیار کیا ہو۔ اسی مفسر نے ایک اور مقام پر یہاں تک نقل کر دیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا خون مہل کر دیا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی سفارش لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس کی کیفیت آپ اسی مفسر سے ملاحظہ فرمائیے۔  
مجمع البیان :-

فَلَمَّا رَأَى عُثْمَانُ اِسْتَحْيَا مِنْ رَدِّهِ وَ  
سَكَتَ طَوِيلًا لِيَقْتُلَهُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ  
ثُمَّ اَمَنَهُ بَعْدَ تَرَدُّدِ الْمَسْئَلَةِ مِنْ

عُثْمَانُ وَقَالَ أَمَا كَانَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ  
يُعْتَدِمُ إِلَى هَذَا فَيَقْتُلُهُ فَقَالَ لَهُ عُبَيْدُ  
بْنُ يَشْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَيْنِي مَا ذَاكَ  
فِي عَيْنِكَ إِنِّي ظَنَرْتُ أَنَّ تَوْبِي إِلَى فَا قَتَلْتُهُ  
فَقَالَ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا تَكُونُ لَهُمْ خَائِنَةٌ  
أَعَيْنَ فَلَمْ يَسْتَحِبَّ الْإِمَارَةَ إِلَى قَتْلِ  
كَافِرٍ وَإِنْ كَانَ مُبَاحًا -

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم صفحہ نمبر ۳۶)

سورۃ الاحزاب مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ ۱-

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔  
لو آپ نے ان کی سفارش رد کر دینے سے حیا فرمایا اور کافی دیر اس  
یہ خاموش رہے۔ تاکہ کوئی مسلمان اس (عبداللہ بن ابی ہریرہ) کو قتل کرے  
پھر حضرت عثمان کی سفارش قبول کرتے ہوئے اسے امن دے دیا۔  
اس کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا۔  
جو اگلے بڑھ کر اس کو قتل کر دیتا اس پر زیاد بن بشر نے عرض کی یا رسول اللہ!  
میری نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔ تاکہ ارحمہ اللہ آپ انکھ سے شاہد فرماتے  
تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام کو زیہ  
ہیں دیتا۔ کہ وہ انکھ کی خیانت کریں۔ لہذا کبھی کافر بہانہ الہم کے قتل کے  
یہ بھی انکھ سے اشارہ کرنا۔ آپ نے اچھا نہ بتا۔

آپ نے شیخ مفسر کی تفسیر سے میل جول کیا۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے

غلط بیانی یاد و غلاظین کا وقوع کجا وہ تو ظاہر کے خلاف آنکھ سے اشارہ بھی کرنا پسند نہیں فرماتے جب حضرات انبیائے کرام کے لیے آنکھ کی خیانت جیسا معمولی کام بھی جائز نہیں۔ تو ائمہ اہل بیت سے تفتیہ کیونکر روا ہوا۔ جن کا مرتبہ اہل تشیع کے نزدیک نبیوں سے زیادہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے متعلق ہر شیعہ کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں جن کے ذریعہ تفتیہ پر استدلال قائم کیا جاسکتا ہے۔ وہ الاول تا آخر ان کی خود ساختہ روایات ہیں۔ اور خود غرضی پر منحصر ہیں دین و اسلام ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(فافہم و تدبیر)

## دلیل دوم :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ  
عَنْ دِينِهِ قَسَتْ يَاقِي اللَّهِ بِقُومٍ  
يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي  
سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُومَةً لَا كُومٍ  
ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ  
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(پ ۱۲۷)

ترجمہ :-

اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا

(تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحم دل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت راؤ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ فعل خدا ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدا نے تعالیٰ صاحبِ وسعت و علم ہے۔  
(ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت کریمہ میں نص صریح کرتے واضح کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اس صفت کے مالک ہوتے ہیں کہ حق کہنے اور حق پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت ان کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ جب عام نیک بندوں کی صفات کا یہ عالم ہے تو ائمہ اہل بیت کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہو گا۔ اور ان کے بارے میں یہ کب ممکن ہے اور کب خیال میں آ سکتا ہے کہ یہ عظیم ہستیوں بطور تقیہ اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو بھی دروغ گوئی پر ابھارنا ان کا مان کا محبوب مشفق تھا۔ ماشاء اللہ۔ وہ صفات حسنہ کے جامع اور صفات سیئہ سے متنفر تھے۔ اور اس کی تعلیم و تبلیغ بھی فرماتے رہے۔ اسی لیے آپ دیکھ لیں۔ غرودان کے مفسر علامہ طبرسی نے اسی آیت کریمہ کے تحت ان لوگوں کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے کسی قسم کی ملامت کا اثر قبول نہ کیا۔ اور اللہ کے دین کی بندی کی خاطر مرتدین سے جہاد کرتے رہے۔ تقیہ سے اجتناب کرتے رہے  
لاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان :

(وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ) فِيمَا يَأْتُونُ  
مِنَ الْجِهَادِ وَالطَّاعَاتِ وَ اخْتَلَفَ  
فِي مَنْ وَصِفَ بِهَذَا الْاَوْصَافِ مِنْهُمْ

فَقِيلَ لَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَاصْحَابُهُ الَّذِينَ قَاتَلُوا أَهْلَ الرِّدَّةِ  
عَنِ الْحَسَنِ۔ (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۰۸ مطبوعہ ایران)

ترجمہ ۱۔

یعنی وہ جہاد کرنے اور احکامات شریعہ پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی  
لامت کا قطعاً خوف نہ کرتے۔ ان حضرات کے بارے میں اختلاف ہے  
جو کہ ان صفات سے متصف تھے۔ کہا گیا ہے۔ اس سے مراد صدیق اکبر  
رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں۔ جنہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔  
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کسی کو اس امر کا اختلاف نہیں  
کہ آپ ہمیشہ حق و صداقت کی اشاعت پر کمر بستہ رہے۔ اور تلبیہ بازی جیسی خبیث حرکت  
سے اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دیا۔ جس کی تائید اس شیعہ منسّر نے بھی کی ہے۔ تو  
اگر اہل بیت سے تلبیہ کا وقوع (جو مریخ جھوٹ ہوتا ہے) کس طرح ممکن ہے

دلیل سوم:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ خَالِيَةً أَنْفُسِهِمْ  
مَا كُنُوا فِيكُمْ كُنُتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ  
فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ  
وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأَمَّا لَكُم مَّا هُمْ  
بِجَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

(پہ ۱۱)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جن کا فطرہ فرشتے اس حال میں کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی جانوں پر ستم توڑنے والے ہوں۔ تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔  
تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے۔ تو  
فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین لمبی چوڑی نہ تھی۔ کہ تم اس  
میں ہجرت کر جاتے۔ پس انہیں کاٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ بُری  
بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

مذکورہ آیت نے توفیقہ کی سرے سے جڑ ہی اکھاڑ پھینکی۔ دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ  
نے مسلمانوں کو اس بات کی ہرگز اجازت عطا نہ فرمائی۔ کہ وہ کفار میں اپنا ایمان چھپا کر  
زندگی گزارتے رہیں۔ اور ان کی چالوسی میں لگے رہیں۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں یکسا  
ن کیا۔ کہ اگر ان کفار میں رہ کر تم ایمان کی مخالفت مشکل سمجھتے ہو۔ تو ہجرت کر جاؤ۔ اور کسی  
اور جگہ پہلے جاؤ۔

اس امر کے علاوہ اسی آیت کریمہ میں یہ بھی واضح طور پر موجود ہے۔ کہ بوقت  
مرگ ان لوگوں کا کوئی مندر قابل قبول نہ ہو گا۔ جو اپنی زندگی تفریح کرتے گزارتے رہے  
اگر فرشتوں کے پوچھنے پر وہ یہ بہانہ تراشیں گے کہ ہم چور کمزور تھے۔ اس لیے  
کفر کے ریل کا مقابلہ نہ کئے۔ اور اس کی پیٹ میں آ گئے۔ اور حق نہ کہہ سکے۔ اور حق پر  
عمل کر سکے۔ تو ان بہانوں کے جواب میں انہیں کہا جائے گا۔ کیا اللہ کی زمین تنگ  
تھی۔ ہجرت کر کے کہیں اور کیوں نہ جابجے؟ لہذا تفریح کرنے والوں کا کوئی مندر قابل قبول  
نہ ہو گا۔ اور انہیں اس سڑے ٹھکانہ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جسے جہنم کہتے ہیں۔ اسی آیت  
کریمہ کے تحت دو شبہی تفسیروں کا اندازہ ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان ۱۔

(قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ) اِنِّیْ قَالَتْ لَهُمْ  
 الْمَلٰٓئِكَةُ فِیْمَ كُنْتُمْ اِنِّیْ فِیْ اٰی شَیْءٍ  
 كُنْتُمْ مِنْ دِیْنِكُمْ عَلٰی وَجْهِ التَّقْرِیْرِ لَهُمْ  
 اَوِ التَّوْبِیْخِ لِیَعْمَلِیْهِمْ (قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفٰیْنَ  
 فِی الْاَرْضِ) اِنِّیْ یَسْتَضْعِفُنَا اَهْلُ الشِّرْكِ  
 بِاللهِ فِیْ اَرْضِنَا وَیَلَدُنَا بِكَثْرَةِ عَدَدِهِمْ  
 وَقُوَّتِهِمْ وَیَمْنَعُوْنَنَا مِنَ الْاِیْمَانِ  
 بِاللهِ وَاتِّبَاعِ رَسُوْلِهِ عَلٰی جِهَةِ  
 الْاِعْتِزَالِ (قَالُوا) اِنِّیْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ  
 لَهُمْ (اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً  
 فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا) اِنِّیْ فَتَخْرُجُوْا مِنْ  
 اَرْضِكُمْ وَدَوْرِكُمْ وَتُقَارِقُوْا  
 مَنْ یَمْنَعُكُمْ مِنَ الْاِیْمَانِ بِاللهِ  
 وَرَسُوْلِهِ اِلَیْ اَرْضٍ یَمْنَعُكُمْ اَهْلُهَا  
 مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ فَتَوَحِّدُوْهُ وَتَعْبُدُوْهُ  
 وَتَسْمِعُوْا رَسُوْلَهُ - وَرَوٰی عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ  
 اَنَّهُ قَالَ فِی مَعْنَاهُ اِذَا حَمَلَ بِالْمَعْنٰی  
 فِیْ اَرْضٍ فَاخْرَجَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ تَعَالٰی  
 (هَآؤُلٰٓئِكَ مَا وُهِمَ جَهَنَّمُ) اِنِّیْ مَسْكَنُهُمْ  
 جَهَنَّمُ (وَسَاءَتْ مَصِیْرًا) لِاَهْلِهَا الَّذِیْنَ

## صَادُوا إِلَيْهَا۔

۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید

۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۸۶ مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ :-

مرتے وقت فرشتے ان لوگوں سے پوچھیں گے۔ تم اپنے دین میں  
کیسے تھے؟ فرشتوں کا یہ پوچھنا یا تو جزو توبہ کے انداز میں ہوگا۔  
یا ان کی اس حالت کی سختی کا اظہار کرنے کے لیے جواز دئے تھے  
ان لوگوں نے اپنا دین چھپا رکھا تھا۔ جواب دیں گے۔ ہمیں ہمارے  
شہروں اور آبادیوں میں مشرکین نے اپنی کثرت تعداد اور قوت کی  
وجہ سے کمزور کر دیا تھا۔ اور اس کے بل بوتے پر وہ ہمیں اللہ اور اس کے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے منع کرتے تھے۔ یہ  
جواب ایک عذر کے طور پر کہیں گے۔ فرشتے یہ جواب سن کر ان سے  
پوچھیں گے۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اپنے گھر بار چھوڑ کر  
کہیں دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔ اور ان لوگوں سے دور کہیں جا بیٹے  
جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔  
دوسری جگہ جا کر وہاں کے باشندے تمہارا مشرکین سے دفاع کرتے  
اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہتے۔  
اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔  
حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اکیس مرتبہ

کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی بگڑا شدہ کی نافرمانی کا دور دورہ ہو تو وہاں سے نکل جانا چاہیئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کا یہ مذر قطعاً قبول نہیں اس لیے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جو لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان کے لیے وہ کتنی بڑی بگڑ ہے۔

تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے۔

تفسیر صافی :-

قِيلَ نَزَلَتْ فِيْنَا مِنْ مَكَّةَ اسْلَمُوا وَلَمْ يَمَاجِرُوا حِيْنَ كَانَتِ الْهُجْرَةُ وَاجِبَةً ----- اَقُولُ وَفِي الْاَسِيَةِ وَاللَّهَ عَلَى وَجُوْبِ الْهُجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتِمُّكَنُ الرَّجُلُ فِيْهِ مِنْ اِقَامَةِ دِيْنِهِ وَعَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ بِدِيْنِهِ مِنْ اَرْضٍ اِلَى اَرْضٍ وَاِنْ كَانَ شَيْبَرًا مِنَ الْاَرْضِ اسْتَوْجِبَتِ الْجَنَّةُ وَكَانَ رَفِيقًا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

(تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۸۸ مطبوعہ تہران)

مطبوعہ جدید

ترجمہ : کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ مکہ کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔



## دلیل چہارم:-

اصول کافی:-

عَنْ أَبِي حَمَزَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبِي عَلِيٌّ بْنُ الْحُسَيْنِ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَفَاةُ ضَمَنِي إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ  
يَا بَنِيَّ أَوْ صِيكَ بِمَا أَوْصَانِي بِهِ أَبِي حِينَ حَضَرْتُهُ  
الْوَفَاةَ وَبِمَا ذَكَرَ أَنَّ أَبَاهُ أَوْصَاهُ بِهِ يَا بُنَيَّ  
إِصْبِرْ عَلَى الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مُتْرًا.

و اصول کافی جلد دوم معجم نمبر ۱۰۸ کتاب

الایمان والكفر باب الصبر

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

ابو حمزہ سے روایت ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب  
میرے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی۔ تو انہوں  
سے مجھے اپنے سینہ سے چمٹایا۔ اور فرمایا۔ اسے پیار سے بیٹے! میں  
تجھے اس امر کی وصیت کر رہا ہوں۔ جو مجھے میرے والد نے بوقت مرگ  
کی تھی۔ اور انہوں نے بھی اس وقت کہا تھا۔ کہ یہ وصیت وہی ہے  
جو مجھے میرے باپ نے کی تھی۔ بیٹے! حق و صداقت پر دھام رہتے  
ہوئے جو دکھ پریشانی آئے اس پر صبر کرو۔ اگرچہ وہ کڑوی گولی  
لگے۔ (یعنی حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر تقیہ نہ کرنا۔ اگرچہ اس کی غلط

تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ پھر بھی صبر کرنا)

اس روایت کے پڑھنے کے بعد ہر محب اہل بیت یہ یقین کرے گا کہ امام باقر، امام زین العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے بوقت وصال اپنی اپنی اولاد کو یہی وصیت کی۔ کہ پیچ بولنا۔ اور اس کی خاطر مشکلات، آئیں تو صبر کرنا۔ لیکن کسی امام نے بوقت وصال یہ وصیت ہرگز نہ کی۔ کہ بیٹو! تقیہ کو سینے سے لگائے رکھنا۔ ورنہ نجات نہ ہوگی اس سے واضح ہوا۔ کہ امام اہل بیت کا دین حق و صداقت کا علمبردار تھا۔ تقیہ اور فریب وہی ہے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

## دلیل پنجم :-

عَنْ أَبِي كَثْعَبٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَعْفُورَ يَفْشُرُكَ  
السَّلَامَ قَالَ عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا أَتَيْتَ  
عَبْدَ اللَّهِ فَأَمْرًا أَوْ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ إِنَّ جَعْفَرًا  
ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ لَكَ أَتُنْظَرُ مَا بَلَغَ بِهِ عَلِيًّا  
عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ فَأَنْزَمَهُ فَإِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ  
إِنْ مَا بَلَغَ مَا بَلَغَ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِيَصْدُقَ الْحَدِيثُ  
وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ

(اصول کافی جلد دوم ص ۴۸۸ کتاب الایمان و الکفر باب

الصدق واداء الامانة مطبوعہ تہران طبع جبریل)

ترجمہ ۱۔

ابو کہس سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن یغفور کا سلام پہنچایا۔ تو امام نے فرمایا۔ تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو جب تو عبداللہ بن یغفور کے پاس جائے۔ تو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ امام جعفر صادق تجھے کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ اس پر خود کر۔ اور اسے لازم پکڑ۔ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ (امادیت وغیرہ) مائل ہوا آپ نے اُسے درست گوئی کے ساتھ اور امانت سمجھ کر لوگوں تک پہنچا دیا۔

اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین کو دین حقہ کی تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارے جد بزرگوار نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ اور جو کچھ انہیں دربار نبوی سے ملا۔ وہ دین حق کی تبلیغ اور سچ بولنے کی وجہ سے ملا ہے۔

لہذا میری نصیحت ہے۔ کہ تم بھی انہی باتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور خدا تعالیٰ کے دامن سے وابستہ رہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت اپنے متعلقین کو سچ بولنے اور اس پر ثبات قدم رہنے کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ وصیت و تلقین، اس کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ لقیہ زاجھوٹ ہے۔ لہذا یہ تہمیداً۔ کہ لقیہ ائمہ اہل بیت کا طریقہ نہ تھا۔ بلکہ یہ شیعہ مذہب کا مصنوعی شاہکار ہے۔

‡

## دلیل ششم:

اصول کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَبِيهِ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
 الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْ أَرْضَى  
 سُلْطَانًا لِيَسْخِطَ اللَّهُ خَرَجَ مِنْ  
 دِينِ اللَّهِ -

۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۶۳، ۲۶۴ کتاب

الایمان والحکف باب من اطاع

الخلق فی معصیة الخالق - ملبومہ

تہران بدیع مدنیہ

ترجمہ ۱۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت  
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کو  
 ناراض کر کے کسی بادشاہ کو خوش کیا۔ وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔  
 اس حدیث پاک کو سمجھ کر پڑھنے والا کبھی بھی لقیۃ کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا  
 کیونکہ لقیۃ کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھپایا جاتا ہے۔ اور اللہ  
 کی نافرمانی میں لوگوں سے میل جول اور موافقت کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے یہاں تک فرمادیا کہ عام آدمی نہیں بلکہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے

احکامات کو چھپانے والا (تقید کرنے والا) دین خدا سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

وسیلہ مفتاح :-  
فروع کافی :-

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ لَا تَخَافُوا  
فِي اللَّهِ كَوْمَةً لَا تَيْمُ بِكُمْ اللَّهُ  
مَنْ آذَاكُمْ وَبَغَىٰ عَلَيْكُمْ قُولُوا  
لِلنَّاسِ حُسْنًا كَمَا أَمَرَكُمْ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَتْرَكُوا الْأَمْرَ  
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ  
فَيُؤْتِيَ اللَّهُ أَمْرَكُمْ شَرًّا زَكُم  
تَعْمَتُ عَوْنٌ فَلَا يُسْتَجَابُ  
لَكُمْ.

(فروع کافی جلد ہفتم ص ۵۲ کتاب الوصایا  
مطبوعہ تہران طبع جدید)

جملہ ۱۔

(قائم رکھو) نماز، نماز، نماز۔ اللہ کے دین کے بارے میں کسی ملامت گرگی  
لامت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ جو تمہاری اذیت کے درپے ہو گا۔ اس کے مقابلہ  
میں اللہ تمہارے لیے کافی ہو گا۔ لوگوں سے بدعنائی اور اچھی باتیں کہو  
جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی منکر

ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر ایسا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری باگ ڈور شریر لوگوں کے ہاتھوں  
میں دے دے گا۔ پھر تم اللہ سے دعائیں کرو گے۔ لیکن وہ قبول نہ کی  
جائیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد عالیہ سے تفسیر کا فائدہ ہی خراب ہو گیا۔  
کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتا۔  
تو اس پر ایک تو ظالم حکمران مسلط کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کی کوئی دعا اللہ کے ہاں  
شریف قبولیت نہیں پاتی۔ اس وصیت کا جب ہم یہ پہلو دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مخاطب  
وہ حضرات ہیں جنہیں اہل تشیع ائمہ معصومین مانتے ہیں۔ اور حضرات انبیائے کرام  
پر انہیں فوقیت دیتے ہیں۔ تو ان حضرات کو ان کے اقا نعمت اور جدا مجد تو یہ نصیحت  
وصیت کریں۔ اور شیعوں کو تفسیر کے مادی ثبات کریں۔ اب آپ خود فیصلہ کر  
لیں کہ ان حضرات کا مسلک کیا تھا؟

دلیل ششم :-

اصول کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ  
لَقِيَ الْمُسْلِمِينَ يَوْجُهُمْ وَيَسَانُهُمْ جَاءَ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَهُ لِسَانٌ مِنْ قَابٍ -

(اصول کافی جلد دوم ص ۲۴۲ کتاب

الایمان والکفر باب ذی

اللسانین - مطبوعہ تہران

طبع جدید)

فقہ جملہ ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مسلمانوں کے ساتھ دو چہروں اور دو زبانوں سے ملے۔ وہ کل قیامت کو اس حال میں آئے گا۔ کہ اس کی دو زبانیں آگ کی بنی ہوئی ہوں گی۔

دو زبانیں اس طرح کہ ایک ہی بات کو متضاد طریقوں سے بتلایا جائے۔ یا کسی کو کچھ بتلایا جائے اور دوسرے کو کچھ اور جس طرح کہ آپ گزشتہ اوراق میں روایت شیعہ میں حضرت امام جعفر کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ تین مختلف آدمیوں کو ایک ہی فتویٰ کے تین مختلف جوابات دیئے۔ یہ روایت بھی امام جعفر سے ہی مروی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ امام موصوف اس قسم کے دو غلط اقوال سے کوسوں دور تھے۔ یہ شیعہ لوگوں کی خرمستیاں ہیں۔ کہ کبھی کوئی بات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی۔ اور کبھی کوئی بات بہر حال اس روایت سے شیعہ حضرت کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور خلوص دل سے تقیہ کی بیماری سے بچنے کی ہر ممکن سعی کریں۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی کل قیامت کو آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہے۔

سیریل نہم ۱۔  
وضہ کافی ۱۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
يَقُولُ كَانَ فِي وَصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيِّ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ أَنْ قَالَ يَا عَلِيُّ أَوْصِيكَ فِي  
نَفْسِكَ بِخِصَالٍ فَأَحْفَظْهَا عَنِّي شَرَّ

قَالَ اللَّهُمَّ أَعِنِّهِ أَمَّا الْوَلِيُّ فَالْحَقُّ  
وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فَيْلِكَ كَذِبَةً أَبَدًا وَ  
الثَّانِيَةُ الْوَرَعُ وَلَا تَجْعَلْنِي عَلَى خِيَانَةٍ  
أَبَدًا۔

۱۔ روضہ کافی جلد ہفتم ص ۷۹ وصیتہ انبی علی اللہ  
علیہ وسلم لامیر المؤمنین علیہ السلام مطبوعہ تہران  
طبع جدید۔

۲۔ روضہ کافی طبع قدیم ص ۲۹ مطبوعہ نو کشتور

قرن چہارم۔

معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔ اس میں یہ بھی  
تھا کہ اسے علی! میں تجھے تیرے بارے میں چند خصلتوں کی وصیت کرتا  
ہوں۔ انہیں میری طرف سے غیب یا دلکھا پھر فرمایا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی  
امانت فرماتا۔ بہر حال پہلی بات یہ ہے۔ کہ سچائی نہ چھوڑنا۔ اور تیرے منہ  
سے جھوٹ کبھی بھی نہ نکلے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ پرہیزگاری اختیار  
کرنا۔ اور خیانت کی کبھی جرئت نہ کرنا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں وصیتیں تفسیر کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ  
تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں عینات بھی ہوتی ہے۔ اور دروغ گوئی بھی اس کا اہم  
جزو ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بلا استثناء  
فرمائی ہے۔ کہ اس وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال  
میں تفسیر کا احتمال تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں

غفار کے پیچھے جو نمازیں ادا کیں۔ وہ تقیہ کر کے پڑھی تھیں۔ اور اپنی محنت جگر کا عقد حضرت فاروقی عظم رضی اللہ عنہ سے جو کیا تھا۔ وہ بھی از روئے تقیہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ حضرات کی اگر یہ بات مان لی جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال تفسیر پر محمول تھے۔ پھر تودین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے ان (شیعہ) لوگوں کو اس روایت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور حضرت شیعہ رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر غلط الزامات اور بہتانات لگانے سے استغفار کرنی چاہیے۔

دلیل دہم :-

فروع کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ  
لَا تَصُحُّبُوا أَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تَجَالِسُوهُمْ  
فَتُصَيِّرُوا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْمَرْءُ عَلَى  
دِينِ خَلِيلِهِ وَقَرِينِهِ -

(اصول کافی جلد دوم ص ۳۷۵۔ کتاب

الایمان والحکمر باب مجالستہ

اہل المعاصی۔ ملبومہ تہران

لمبع ہدیہ)

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدعتیوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اور نہ ہی ان سے ہم نشینی کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا) تو لوگوں کے نزدیک تم ہی

اُن میں سے ہر جانو گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے دست اور ہم مجلس کا ہم مذہب ہو سکتا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر تکیہ کا احرام لگانے والوں کے لیے مقام غور ہے۔ آپ تربیتی کی محبت اور ہم نشینی سے منع فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی محبت اور ہم نشینی زہرِ قاتل ہے۔ اور معتقلی کی بربادی کا سامان ہے۔ تو کسی بے دین سے مشورہ کرنا، اس کے پیچھے نمازیں ادا کرنا اور انہیں اپنی بیٹیاں نکاح میں دینا امام موصوف اسے محب جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اور کسی بے دین کی محبت کر کے اس کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنا بگوارا ہو سکتا ہے؟ جب یہ امور منع ہیں۔ تو ان پر عمل کرنا باعثِ ثواب اور ذریعہِ نجات کیسے ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت کا خلفائے ثلاثہ کی محبت کرنا اور ان کی اقتدار میں نمازیں ادا کرنا ان کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفائے ثلاثہ کو اپنی قیمتی آرام سے نواز رہے۔ یہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک اُن کی خلافت ”و خلافت حقہ“ تھی۔

دلیل یا زود ہم؛

تہذیب المتین؛

ارشاد میں منقول ہے۔ کہ ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی نے کہا۔ کہ میں دوست رکھتا ہوں کسی کو اصحابِ ابوتراب سے قربت الی اللہ متل کروں۔ حاضرین نے قبرِ مولائے امیر المومنین کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے زیادہ طولِ محبت علی کے ساتھ کسی کی نہیں۔ اس ملعون نے کسی کو یہ سچ کر قبرِ کُطلب کیا جب حاضر ہوا۔ تو کہا تو ہی قبرِ مولائے علی ابن ابی طالب ہے۔ کہا خدا میرا مولا ہے۔ اور امیر المومنین میرے ولی نعمت ہیں۔ کہا اس کے دین سے

تبرہ کر کہا ایسا کروں تو مجھ کو کوئی دین بتا دے گا۔ جو اس سے افضل ہو۔ حجاج نے کہا میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ جس طریق سے قتل ہونا پسند کرے۔ بیان کر۔ قنبر نے کہا جس طرح چاہے قتل کر۔ جس طریق سے تو مجھ کو قتل کرے گا بروز قیامت میں بھی تجھے اسی طریق سے قتل کروں گا۔ اور امیر المؤمنین نے خبر دی ہے۔ کہ میں تیرے دستِ ستم سے ذبح ہوں گا۔ پس حکم اس ملعون کے ذبح کیا گیا..... حجاج نے کہا۔ اگر حکم کروں کہ تیری گردن ماریں تو تیرا کیا مال ہو گا۔ قنبر نے کہا۔ تب میں سعادت مندوں میں شامل ہوں گا۔ اور تو گروہِ اشیاء میں داخل ہو گا۔ پس امر کیا کہ اس سید کو شہید کر دیں۔ فَرَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین

جلد دوم ص ۲۸۹ مطبوعہ دہلی

اس روایت سے واضح ہوا کہ جو شخص تہذیب نہ کرے۔ اور حق پر استقامت کی وجہ سے اگر اسے مار دیا جائے۔ تو اس کی یہ موت شہادت کی موت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام دی۔ لیکن تہذیب نہ کیا۔ تو ایسے غلام کے آقا، اللہ کے خیر اور غنیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کا کیا مقام ہو گا۔ پھر ان کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے لوگوں سے ڈرتے ہوئے حق کو چھپائے رکھا۔ اور ساری زندگی تہذیب کی زندگی بسر کی۔ کب درست ہو سکتا ہے؟

دلیل دوازدہم۔

تہذیب المتین ۱۔

مؤلف لکھتا ہے۔ یہ بھی دیسے ہی حکایت ہے۔ جیسے کہ مغربین شعبہ

نے ابتدائے خلافت میں آنحضرت کو صلاح دی تھی کہ اپنی معاویہ کو امارت  
 شام پر بحال رکھیں۔ بعد چندے جبکہ اساس خلافت محکم ہو جائے معزول  
 فرمائیں۔ اور حضرت نے فرمایا تھا کہ ماسکنت متخذ المفسلین  
 عضد آئیں مگر اہل کوسبھی مدو گار نہ بناؤں گا۔ ایسے ہی یہ امور ہیں  
 جن پر بعض کوتاہ بینوں نے جن کی نظردینا اور فراموش دینا پر محصور تھی گرفت  
 کی ہے کہ یہ امور انہیں ملک داری و سیاست کے خلاف ہیں حضرت  
 امیر المومنین نے جو جواب اس مقام پر دیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت  
 احکام شرع میں تھوڑا سا ملہ نہ روانہ رکھتے اور حدود شرعیہ سے ذرا بھی تجاوز  
 نہ فرماتے۔ خواہ کوئی ناراض ہو جائے یا باغی ہو جائے امتی نیابت رسول  
 اس کو کہتے ہیں۔ اور امارات حقہ حقیقیہ اس کا نام ہے۔ وہ حضرت امام  
 مسلمین امین الدین تھے کہ جس طرح قیود دین کے پا بند ہوتے  
 اور کتاب و سنت کی کیونکہ پیروی نہ فرماتے۔ خلافت پیغمبر کوئی سلطنت  
 کسریٰ و قیصر نہ تھی کہ جس طریق میں کاروائی ہوتی نظر آئی اختیار کیا۔ جہاں  
 نقصان کا کاٹنا پیر میں چھٹا چھوڑ دیا جیسا کہ اور لوگوں کا شیوہ تھا۔  
 دہنذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین  
 جلد دوم ص ۲۹۱ مطبوعی یوسفی عالمی مولفہ

مولوی سید مظہر حسین صاحب

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے مقابلہ میں کسی  
 کی کوئی رعایت اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی مکر اہلوں سے کبھی مدد کے طلبگار  
 ہوئے۔ چاہے نقصان بے تحاشا ہو جائے۔ یہی اعلان حق ہے۔ اور یہی طریقہ تقیہ  
 کا بحر پرورد کرتا ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو لوگ تقیہ کرنے

کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور مطلب پرست لوگ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا روحانی طور پر کوئی تعلق نہیں۔

دلیل سیزدہم:

تفسیر منہج الصاوقین:

سفیان ثوری فرمود کہ ہر قلمیے برائے ظلمہ بتراشد یا سیاہی درووات ایشال کند یا کاغذ سے بدست ایشال دہتا و در او چیرے کہ موجب ظلم باشد نو پسند بایشال شریک باشد مصلحتی تعالیٰ از قلم رحمت خود بر بندگان می فرماید کہ میں اندک بنظم مکتبہ پر جائے سیار (فتمسک النار) پس برسد شما آتش دوزخ۔

تفسیر منہج الصاوقین جلد چہارم ص ۴۷

مطبوعہ تہران پارہ (۱۲)

ترجمہ:-

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ جو قلم ظلم کی نیت سے تراشا گیا۔ یا کسی نے ظالموں کی دوات میں سیاہی ڈالی۔ یا کوئی کاغذ ان کے ہاتھ میں پکڑا یا تاکہ وہ ظلم اس میں کوئی ظلم کا باعث تحریر کریں۔ تو ان کی ان صورتوں میں مدد کرنے والا ان کے ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخشش بہا رحمت کی وجہ سے فرماتا ہے۔ ظلم کی طرف معمولی رجحان بھی نہ رکھو۔ چہ جائیکہ ظلم منظم کی طرف رجحان ہو۔ اگر ایسا ہوا۔ تو تم دوزخ کی آگ میں پہنچو گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ظالم کی اتنی مدد نہ کرنا جو یہ معمولی ہے۔ یعنی اس کو ظلم پہنچائیں

یا اس کی دوات میں سیاہی ڈالیں۔ یہ بھی جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ تو اس کا خیال رکھتے ہوئے ذرا اس بات کا اندازہ لگائیں۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بقول شیعہ غاصب اور ظالم تھے۔ تو ساری زندگی ان کا معاون بنے رہنا اور ان کا مشیر ہونا کتنا بڑا جرم ہوگا۔ جو ناقابل معافی ہوگا۔ اور اس معاون و مشیر کے جہنمی ہونے میں کیا کسر باقی رہ گئی ہو گئی؟ مثلاً وکلاء ثلاثہ ظالم و غاصب تھے۔ اور نہ ہی ان کے معاون و مشیر جہنم کی ہو ایک کھائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حقارت کی جو معاونت فرمائی۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ حقارت حق پر تھے۔ اور حضرت علی نے حق پر انہیں سمجھتے ہوئے ان کا تعاون فرمایا۔ اور خلیفہ ثانی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی محنت بجز حضرت ام کلثوم کا نکاح میں دینا بھی اسی محتایت کا ائینہ دار تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ باطل کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے جھکنا نہ چاہیے۔ اور اگر حق کہنا اور اس پر عمل کرنے میں جو مصائب و آلام پیش آئیں۔ ان کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیے۔

## دلیل چہارم؛

### تفسیر منہج الصادقین؛

از پیغمبر مروی است کہ اِذَا اَطْلَعْتَ الْبَيْتَ فِي اَمْتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ  
عِلْمَهُ وَمَنْ لَمْ يَقْعِلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ۔

تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۸

مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب میری امت میں بے دینی کا عام فہور ہو جائے۔ تو ایسے میں ہر عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ اور

جو ایسا نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔

معلوم ہوا۔ جب بدعت کا عام چرچا ہو۔ تو ہر عالم دین پر علم کا اظہار لازم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے وقت میں تقیہ سے کام لینا حرام ہے۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جانا پڑے گا۔ اسی حدیث کے مضمون کے تحت ہم شیعہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے بقول جب خلفائے ثلاثہ کا زمانہ خلافت بدعات کی ایجاد کا زمانہ تھا۔ اور ہر قسم کی بدعات کا عام چرچا تھا۔ تو اس دور کے سب سے بڑے عالم دین، باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے یہی وہ شخصیت ہیں جن کے بارے میں مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ (ہمیشہ حق علی کے ساتھ اور علی ہمیشہ حق کے حمایتی رہے)۔ اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا۔ اور جس طرح علیؑ زندگی بسر فرمائی۔ وہ اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آپ برقی سمجھتے تھے۔

اگر یہ نہ مانا جائے۔ تو پھر آپ کے اقوال و اعمال از اول تا آخر تقیہ کی شکل میں مشکل نظر آئیں گے۔ اور آپ اعلیٰ درجہ کے تقیہ باز ہوں گے۔ اگر یہ درست ہو۔ تو عاذ اللہ اس فرقہ شیعہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنمی ہو گئے۔

اس کے برخلاف اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتنا مستحکم اور مہذب ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر لعنت کرنے والے کو بھی ملعون کہتے ہیں۔

اور آپ نے جو حق دیکھا۔ حق سمجھا۔ اسی کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور باطل کی سرکوبی میں کوشاں رہے۔ ہا تو اب وہاں کہہ ان کنتہ مد قین

# فصل ششم

بخشش اور روعاء کے وقت تبرا اور لعنت

فرضی نماز کے بعد لعنت :-

فروع کافی،

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ كُثَيْبٍ وَأَبِي سَلَمَةَ الشَّرَاجِ  
قَالَ سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ  
يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ أَرْبَعَةً مِنَ  
الرِّجَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ فُلَانٌ وَفُلَانَةٌ  
فُلَانٌ وَمَعَاوِيَةُ وَيَسْمِيهِمْ وَفُلَانَةٌ وَفُلَانَةٌ  
وَهِنَّدُ وَأُمِّ الْحَكَمِ أَخْتُ مَعَاوِيَةَ.

(۱- فروع کافی جلد سوم ص ۴۲ کتاب الصلوٰۃ  
باب التقییب بعد الصلوٰۃ والدعاء مطبوعہ  
تہران طبع جدید)  
(۲- فروع کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ  
ص ۳۰۳ مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:-

(بحذف اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرضی نماز کے بعد چار  
عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت  
معاویہ (رضی اللہ عنہم) عورتیں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔  
خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) عورتیں پر چار یہ تھیں۔  
حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و ہند و ام الحکم و مشرہ و امیر معاویہ (رضی اللہ عنہن)  
ان کے نام لے کر لعنت کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام:-

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ شَوَيْبٍ وَ آخِثٍ سَلَمَةَ  
السَّرَاجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ  
وَهُوَ يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ  
أَرْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ  
الْقَسِيمِ الْعَدَوِيِّ وَ فُلَانٍ وَ مَعَاوِيَةَ  
وَ يُسَيِّبُهُمْ وَ فُلَانَهُ وَ فُلَانَهُ وَ  
هَذَا وَ أَمْرُ الْحَاكِمِ أَخِثٌ

## مَعَاوِیَۃ۔

(تہذیب الاحکام جلد اول باب کیفیت الصلوٰۃ  
وصفتہا ص ۲۷۷ مطبوعہ نو کشتور طبع قدیم)

ترجمہ:-

(بخلاف الاسناد) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرض کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں کے پیچھے طیئہ نام لے کر ان پر لعنت کیا کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ دیتی (ابو کر صدیق) العدوی (مرفاروق) اور عثمان غنی اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم)۔ چار عورتیں یہ تھیں۔ حضرت عائشہ، حفصہ، ہند اور حضرت معاویہ کی ہمشیرہ ام الحکم۔ (رضی اللہ عنہن)

## تنبیہ:-

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مردوں میں سے صرف امیر معاویہ اور عورتوں میں سے ام حکم ہمشیرہ امیر معاویہ کا ذکر صراحت سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ مین مرد اور مین عورتوں کا نام صراحت سے نہیں ملتا۔ جمالی طور پر مذکور ہے۔ لیکن ان کی کتب میں بعض جگہ ان مردوں اور عورتوں کی صراحت موجود ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ میں فلاں و فلائہ کی بجائے وہی نام لکھے ہیں۔ جو ان کی مراد تھے۔

تاریخین کرام! اس مذہب کی بے ہودگی اور ناپاکی کا اندازہ کیجئے۔ جس میں ہر فرض نماز ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی درخواست، نہ مومن کے بھلا۔ کاسوال اور نہ ہی قبولیت نماز کے لیے دعا مانگی جاتی ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال، داماد اور آپ کی ازواج مطہرات پر لعنت کہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بڑے اور ناپاک مذہب سے ہر مومن کو بچائے۔

نوٹ: ہر کتاب ہے۔ کہ آپ حضرات کے خیال میں ایک بات اُسے۔ یا شیعہ خود کہیں کہ کبھی کسی نے نماز کے بعد ان کی زبان سے یہ الفاظ سنے؟ اگر نہیں۔ تو مذہب شیعہ پر یہ بہتان ہے۔ تو اس کا جواب بڑا آسان ہے۔ ایک یہ کہ جو روایت ذکر کی گئی ہے۔ وہ ہماری (اہل سنت) نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کے راوی میں۔ کتاب بھی تمہاری، مصنف بھی تمہارا اور راوی بھی تمہارا۔ ہم تو صرف ناقل ہیں۔ اس لئے اگر گھر کا بھیدی کوئی بات بتاتا ہے۔ اور اسے گھر والے منہ سے لے کر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو پھر اس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ سب کچھ بطور تقیہ کرتے ہیں۔ اگر علانیہ کریں۔ تو تقیہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جو کہ مذہب امامیہ میں قطعاً جائز نہیں۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ کہ نماز منقطعہ کے بعد جو بھی دعا مانگی جاتی ہے۔ یہ اس کے قبولیت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرماتا ہے۔ کتنی دشمنی ہے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے مومن اس وقت اللہ سے دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت کی خوشخبری دیں۔ لیکن ان کی قسمت میں کہاں دعا مانگنا؟ کہاں اس کی قبولیت میسر آنا اور کہاں مومنین کی ملاقات چاہنا؟ جیسے یہ خود ویسے ہی کاموں سے انہیں پیار و محبت۔ دعا و استغفار کے وقت ان کی زبانوں اور دلوں میں تبرا بازی اور مسلمانوں پر لعنت کے الفاظ۔۔۔ اللہ ان سے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

## سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس کے لیے لعنت

فروع کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَجُلًا  
مِنَ الْمُتَافِقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ  
ابْنُ عَلِيٍّ صَلَّى صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا يَمْشِي  
مَعَ فَلَانٍ مَوْلَى لَهُ فَقَالَ لَهُ  
الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ آيْتَ تَذْهَبُ  
يَا فُلَانُ قَالَ فُلَانُ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ  
أُفٍّ مِنْ جَنَازَةٍ هَذَا الْمُتَافِقُ أَتُ  
أَصَلِّي عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ أَنْظِرْ أَنْ تَتَوَمَّعَ عَلَى يَمِينِي  
فَمَا تَسْمَعُنِي أَقُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ فَلَمَّا  
أَنْ كَبَّرَ عَلَيْهِ وَلِيَهُ قَالَ الْحُسَيْنُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ  
الْعَن فُلَانًا عَبْدَكَ أَلْفَ لَعْنَةٍ  
مُتَلَعَةٍ غَيْرِ مُتَحِلَّةٍ اللَّهُمَّ أَخْرِ  
عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبَلَادِكَ وَأَصْلِهِ  
حَرَّ نَارِكَ وَأَذُفِهِ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ

كَانَ يَتَوَلَّى اَعْدَاءَكَ وَيَعَادِي اَوْلِيَاءَكَ  
وَيَبْخُضُ اَهْلَ بَيْتِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(۱- فروغ کافی کتاب الجنائز باب

الصلوة علی الناصب جلد ۱ ص ۱۸۹

مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۲)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوة

علی المیت جلد ۱ ص ۱۵۵ حدیث ۲۴

مطبوعہ تہران)

ترجمہ ۱

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک منافق گر گیا۔ تو امام حسینؑ نے فرمایا  
اس کی میت کے ساتھ ملا ہوئے۔ راستہ میں آپ کا غلام آپ کو لایا حضرت  
امام حسینؑ نے اس سے پوچھا۔ کہ مر جا رہے ہو۔ اس غلام نے کہا۔ میں اس  
منافق (یعنی) کے جنازے میں شرکت کرنے سے بھاگ رہا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا  
بھاگو بلکہ اس کی نماز جنازہ میں میری دائیں طرف کھڑے ہو جاؤ۔ اور جو کچھ  
میں پڑھوں۔ تم بھی نماز جنازہ میں وہی پڑھنا۔ پھر جب اس میت کے ولی  
نے تکبیر تحریر کی۔ تو امام حسینؑ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ بعد میں امامؑ نے یہ کہا۔  
اے اللہ! اس میت پر کائنات ہزار نعمتیں بھیج۔ اے اللہ! اس کو تو اپنے  
بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اس کو دوزخ کی آگ میں ڈال اس کو  
اپنا مذاب چکھا۔ کیونکہ یہ تیرے دشمنوں سے یا لادہ رکھتا تھا۔ اور تیرے  
دوستوں سے اسے عداوت تھی۔ اور تیرے نبی کے اہل بیت سے  
بغض رکھتا تھا۔

فروغ کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَ  
رَجُلٌ مِّنَ الْمُتَافِقِينَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِي فَلَقِيَ مَوْلَى لَهُ فَقَالَ  
لَهُ إِلَى أَيِّنَ تَذْهَبُ فَقَالَ أَفِرُّ مِنْ جَنَازَةٍ  
هَذَا الْمُتَافِقِ أَنْ أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ  
الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمُرْ إِلَى جَنَّتِي فَمَا  
سَمِعْتَنِي أَقُولُ قَتْلُ مِثْلِهِ قَالَ فَرَفَعَ  
يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَخْرِ عَبْدَكَ فِي  
عِبَادِكَ وَبَلَدِكَ اللَّهُمَّ أَصِلْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُ  
اللَّهُمَّ أَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ  
يَتَوَلَّى أَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي أَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ  
أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

(فروغ کافی کتاب الجنائز باب الملة)

علی الناصب جلد ۱ ص ۱۸۹ مطبوعہ بیروت

طبع مجددہ حدیث ۲۱

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے۔ جو اس سے پہلی کا ترجمہ تھا۔ اس لیے دوبارہ لکھا

فروغ کافی :-

فروغ کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُ عَلَى  
عَدُوِّ اللَّهِ قَتْلُ أَنْتُمْ إِنْ فُلَانًا لَا تَقْلَمُ مِثْلَهُ إِلَّا

اِنَّكَ عَدُوٌّ لَّكَ وَلِرَسُوْلِكَ اَللّٰهُمَّ فَاحْشِ قَبْرَهُ  
 نَارًا وَاَوْحِشْ جَوْفَهُ نَارًا وَاَعِجِلْ بِهِ اِلَى النَّارِ فَاِنَّهُ  
 كَانَ يَتَوَلَّى اَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي اَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ اَهْلَ  
 بَيْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَبِّحْ عَلَيْهِ قَبْرَهُ فَاِذَا رَفَعَ فَقُلْ  
 اَللّٰهُمَّ لَا تُرَفِّعْهُ وَلَا تُزَكِّهِ -

(۱۔ فروغ کافی مکتب الجنازہ باب

المسلوۃ علی الناصب ص ۱۸۹ جلد ۲

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ باب

المسلوۃ علی المیت جلد ۱ ص ۱۰۵

حدیث ۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تو کسی اشد کے دشمن  
 کا جنازہ پڑھے۔ تو یہ کہہ۔ اے اشد! اس فلاں نامی میت کے باپے  
 میں مجھے صرت آنا ہی علم ہے۔ کہ وہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا  
 اے اشد! اس کی قبر کو آگ سے بھر دے۔ اس کے پیٹ کو آگ سے  
 بھر دے۔ اور جلدی سے اسے آگ میں ڈال دے۔ کیونکہ تیرے  
 دشمنوں سے دوستی کرتا تھا۔ اور تیرے دوستوں سے صداقت رکھتا  
 تھا۔ اور تیرے نبی کی اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اشد!  
 اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے۔ پھر جب اس کا جنازہ دفن کرنے  
 کے لیے اٹھایا جائے۔ تو یوں کہو۔ اے اشد! اس کے گناہوں کو

اس سے ذرا ٹھٹھاتا۔ اور نہ ہی اسے گناہوں سے پاک کرنا۔

فروع کافی :-

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا  
السَّلَامُ قَالَ إِنْ كَانَ جَاهِدًا يُلْحِقُ قَتْلَ  
أَلْسُهُمْ أَمْلًا جَوْفَهُ نَاسًا وَ  
قَبْرَهُ نَادًا وَ سَلِطَ عَلَيْهِ الْحَيَاتِ  
وَالْعَقَارِبُ -

(فروع کافی کتاب الجنائز باب

المسلوة علی الناصب جلد سوم

ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ مطبوعہ تہران لمعہ جدید

مدرستہ)

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ اگر کوئی حق کا  
منکر ہو۔ (یعنی حضرت علی کی خلافت بلا فصل کو نہ مانے) تو ایسے شخص  
کے مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ میں ایوں کہو۔ اے اللہ!  
اس کے پیٹ میں اور اس کی قبر میں آگ بھروسے۔ اور اس پر سائب  
بچھو مسلط کر دے۔

تنبیہ :

نماز جنازہ ان مسلمانوں کا ایک اخلاقی اور اسلامی حق ہے۔ جو ہمیں چھوڑ کر دوسری  
دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور اس حق کی ادائیگی ان کے حق میں دوائے مغفرت

کی صورت میں ہوتی ہے۔ جسے فقہی اصطلاح میں فرض کفایہ کہا جاتا ہے۔ لیکن شیعہ لوگوں کی بد نصیبی دیکھیے۔ کہ اس حق کی ادائیگی مغفرت کی بجائے مرنے والے کے لیے لعنت بھیج کر کرتے ہیں۔ اور اٹھارے اُسے جہنم میں ڈالنے کی بھرپور درخواست کرتے ہیں پھر اس بد نصیبی پر روزنا اس لیے آتا ہے۔ کہ انہوں نے اس طرز کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس عقیدہ کی اتہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کی ہے۔ وہ امام مظلوم جنہوں نے اپنا کنبہ میدان کربلا میں شہید کروایا۔ لیکن باطل کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا۔ ایسی عظیم شخصیت کے متعلق یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ تئیر کر کے ڈرتے ڈرتے کسی مٹنی کے جنازے میں شامل ہوں۔ اور پھر اس کی مغفرت کی دعا کی جائے اس پر لعنت بھیجیں۔ اور دوزخی ہونے کی درخواست کریں۔ خدا کی قسم ایہ فعل ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شیعہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایسے فرضی واقعات بنائے۔ اور ان کی نسبت ان عظیم شخصیات کی طرف کر دی لہذا اے سنیو! اگر دنیا سے رخصتی کے وقت اللہ کے ہاں سرخوئی

چاہتے ہو۔

تو کسی شیعہ سے بناوٹی دوستی بھی نہ رکھو۔ ورنہ اس بناوٹی تعلق کی بنا پر وہ تمہارے جنازہ پر اگر دعائے مغفرت کی جگہ لعنت کا ورد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے حق میں بددعا کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ائمہ کی ہدایات پر ضرور عمل کرنا ہے۔ اور تمہیں دوزخی بنا کر چھوڑنا ہے۔

۴

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری و کثرت

شیعوں کی پسندیدہ دعا

تہذیب الاحکام؛

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ خَالَفَكَ وَ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ اقْتَرَى  
عَلَيْكَ وَ ظَلَمَكَ وَ عَصَبَكَ وَ مَنْ بَلَغَهُ ذَلِكَ  
فَرَضِي بِهِ. أَنَا إِلَى اللَّهِ مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَ لَعَنَ  
اللَّهُ أُمَّةً خَالَفَتْكَ وَ أُمَّةً جَحِدَتْ  
وَلَا يَتَكَ وَ أُمَّةً تَطَاهَرَتْ عَلَيْكَ وَ  
أُمَّةً قَاتَلَتْكَ وَ أُمَّةً خَدَلَتْكَ وَ خَذَلَتْ  
عَنْكَ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الشَّارَ  
مَشْوَاهُ وَ يَسَى الْيُورُودُ الْمَوْدُودُ.

(۱- تہذیب الاحکام باب فی زیارت

علی علیہ السلام جلد ۲ ص ۴۴ مطبوعہ تہران

طبع جدید)

(۲- تہذیب الاحکام جلد ثانی ص ۹

کتاب المسزاق - مطبوعہ تہران

طبع قدیم)

ترجمہ :-

جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ پر جھوٹ باندھا جس نے آپ پر ظلم کیا، جس نے آپ سے خلافت جعفری سب پر اشد کی لعنت ہو۔ اور جس شخص کو ان باتوں کا علم ہوا۔ اور وہ ان پر خوش ہوا۔ اس پر بھی لعنت۔ میں ان تمام سے بیزار ہوں اس گروہ پر جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ کی ولایت کا انکار کیا جس نے آپ پر چڑھائی کی، جس نے آپ کو شہید کیا جس نے آپ کے لڑائی کی، جس نے آپ کی رسوائی پاہی۔ جس نے آپ کی نصرت چھوڑ دی ان سب پر بھی اشد کی لعنت۔ سب خوبیاں اس اشد کے لیے جس نے دوزخ کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔ اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

## امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی دعا

تحفۃ العوام:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر دو رکعت نماز پڑھے۔ اور یہ دعا کہے  
 اَللّٰهُمَّ خُصِّ اَنْتَ اَقْوَلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ  
 مِثْنِیْ وَ اَبْدَا بِہِ اَوَّلَا شُمْ الثَّالِثِی ثُمَّ  
 الثَّالِثِی ثُمَّ الرَّابِعِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ یَزِیْدَ  
 ابْنَ مَعَاوِیَہِ خَامِسًا وَالْعَنْ عُبَیْدَ اللّٰہِ بْنِ  
 زَیْدٍ وَ ابْنَ مَرْجَانَةَ وَ عُسْرَ بْنَ  
 سَعْدٍ وَ شِمْرًا وَ اِلَ اَبِی سُنَیْ اِنْ  
 وَ اِلَ زَیَادٍ وَ اِلَ مَرْوََانَ اِلَ یَزْمَ

## الْقِيَمَةُ -

تحفة العوام باب بیسواں ماہ محرم کے  
اعمال میں ص ۸۷، مطبوعہ نوکشتورج قدیم

ترجمہ :-

اے اللہ! غامی کر سب پہلے ظالم پر میری طرف سے لعنت بھیج۔ اس  
پر پہلے لعنت شروع ہو۔ پھر دوسرے آئیں سرے اور چوتھے پر۔ اے  
اللہ! زید بن معاویہ پر پانچویں نمبر پر لعنت بھیج۔ اور عبید اللہ بن زیاد  
ابن مرجانہ، عمر بن سعد شمر، آل ابی سفیان، آل زیاد و آل مروان پر ترا  
قیامت لعنت بھیج۔

تنبیہ :-

اول، دوم، سوم اور چوتھے سے مراد بالترتیب ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب  
عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (العیاذ باللہ)  
اہل انصاف خود فرمائیں۔ کہ نیک بندوں اور اللہ کے دوستوں کے مزاہات پر  
حاضری دینے والے اپنی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور مشکلات میں آسانی کی  
دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن شیعہ مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لعنت  
و تبریزی کھدائی ہے۔ دیکھئے کہ جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین  
رضی اللہ عنہ کے مزاہات مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو انہیں اپنی مغفرت کی دعا مانگنا نصیب  
نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں ان کی عادت یہ ہوتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال  
داماد اور دیگر متعلقین بارگاہ نبوت پر لعن طعن کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ایسے مقامات  
پر حاضری مغفرت کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اور شیعوں کی

کی قسمت میں اس کی بجائے نیکیوں پر لعنت و تیرا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ان لوگوں کی تیرا بازی اور لعنت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی شکل میں ان کے لیے نمودار ہوا یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے بڑے اپنی کتب میں یہاں تک لکھ گئے۔ کہ بوقتِ ضرورت تفتیہ کرتے ہوئے ائمہ اہل بیت پر گالی گویچ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک الگ فصل میں چند حوالہ جات سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپ ہماری مذکورہ باتوں کی تصدیق کریں گے۔



## فصل ہفتم

ائمہ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے

نہج البلاغہ:

الَا وَاتَّهَ سَيَاءُ مُرْكُزِيَّتِي وَالْبَرَاءَةُ مِنِّي فَمَاذَا  
الْتَبْتُ لَسْبَتُوْنِي فَإِنَّ لِي زَكَاةً وَلَكُمْ نَجَاةً وَأَعَا الْبَرَاءَةُ  
فَلَا تَبْسُرُوا مَوَاسِيئِي فَإِنِّي وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَسَبَقْتُ إِلَى  
الْإِيمَانِ وَالْهَجْرَةِ-

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۵ ص ۹۲ چھوٹا ساڑھیں)

بیروت: ناظم جدید

ترجمہ:-

سنو! عنقریب لوگ تمہیں مجھ پر تبر بازی اور مجھ گالی گوج دینے کا حکم  
کریں گے۔ تو گالی بے شک دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے حق میں ذریعہ  
نجات ہوگا۔ لیکن تبر بازی نہ کرنا۔ کیونکہ میں فطرت اسلام پر پیدا کیا گیا

ہوں۔ اور ایمان و ہجرت میں مجھے اولیت حاصل ہے۔

اصول کافی:

عَنْ مِسْعَرَةَ بْنِ صَدَقَةَ قَالَ قِيلَ إِنَّكُمْ  
سُئِلْتُمْ عَنْوَ إِلَى مَسِيحٍ فَسُئِلْتُمْ عَنْوَ  
إِلَى الذَّبْرَاءَةِ مِثِّي غَلَا تَبَرُّوْا مِنِّي فَقَالَ  
مَا أَكْثَرَ مَا يَكْذِبُ النَّاسُ عَلَيَّ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ شَرَّ قَالَ إِنَّمَا سُئِلْتُمْ عَنْوَ  
إِلَى مَسِيحٍ فَسُئِلْتُمْ عَنْوَ إِلَى  
الذَّبْرَاءَةِ مِثِّي وَإِنِّي لَعَلِّي وَبَيْنَ مُحْتَمِلٍ وَلَمْ  
يَقُلْ لَا تَبَرُّوْا مِنِّي -

(۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ تہران)

طبع بدیع حدیث (۱)

(۲۔ اصول کافی ص ۲۸۴ طبع قدیم مطبوعہ

فکھور)

(۳۔ تفسیر جامع التفسیر ج ۱ پارہ ۱ ص ۲۸۵

تحت آیت الامن اکھروہ و قلبہ

مطبع بالایمان۔)

ترجمہ:-

مسعر بن صدقہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ  
کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر فرمایا۔ لوگو! بہت  
جلد تمہیں مجھے گالی دینے کے لیے کہا جائے گا۔ تو ایسے وقت میں مجھے

گالی دے لینا۔ پھر تمہیں اس بات کی طرف بلایا جائے گا۔ کہ مجھ پر تبر باندھی  
 کرو۔ تو تبر باندھی نہ کرنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگ حضرت  
 علی رضی اللہ عنہ پر کتنا جھوٹ تھوپتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ حضرت علی نے تو  
 یوں فرمایا تھا۔ تم جلد ہی میرے سب دشمن کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تو تم  
 مجھے سب دشمن کر لینا۔ پھر تم کو مجھ پر تبر باندھی کی طرف بلایا جائے گا۔ یہ ایک  
 میں طریقہ محمد علی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ آپ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ تم مجھ سے  
 تبر اندھ کرنا۔

رجال کشی :-

عَنِ ابْنِ مَسْكَانَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَّارَةَ يَقُولُ  
 رَحِمَ اللَّهُ أَبَا جَعْفَرٍ وَ أَمَّا جَعْفَرُ كَانَ  
 فِي قَلْبِي عَلَيْهِ لَعْنَةٌ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا  
 حَمَلَ زُرَّارَةَ عَلَى هَذَا قَالَ حَمَلَهُ  
 عَلَى هَذَا أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَخْرَجَ  
 فَمَارِيَهُ -

(رجال کشی زرارة بن ابیہ میں ۱۳۱ مطبوعہ)

کہ بلا طبع بدیدہ

ترجمہ :-

ابن مسکان نے کہا۔ میں نے زرارة کو کہتے سنا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ پر اللہ  
 رحمت کرے۔ البتہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو میرے دل میں ابن پرست  
 ہے۔ ابن مسکان کہتا ہے۔ میں نے زرارة سے پوچھا۔ کہ تیرے دل  
 میں امام جعفر کے بارے میں منت کیوں ہے؟ تو اس نے کہا۔ اس وجہ

سے کہ انہوں نے اپنے کمزور لوگوں کو نکال دیا تھا۔

## خلاصہ کلام:

مذکورہ میں احادیث سے ثابت ہوا کہ قتیقہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے کجا برم  
تو کجا خود حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس کی زد میں آ گئے۔ شیعہ مسلک ایک ایسا مسلک ہے  
جس کا دار و مدار صرف ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایات پر ہے۔ پھر تعجب کی بات  
ہے کہ جن کی شخصیات ان کے مسلک کے روح رواں ہیں۔ تبرہ بازی سے وہ بھی  
ان سے نہ بچ سکے۔ اہل بیت پر قتیقہ بازی کا اصرار لگانے سے ذرا بھر نہیں شرم  
نہ آئی۔ اور نہ ان پر لعنت بھیجنے کو جائز سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ یہ بات کسی حد تک  
درست ہے کہ جب کسی شخص کو بڑی عادت کی لت پڑ جاتی ہے۔ تو اپنا بیگانہ کوئی بھی  
اس سے بچ نہیں سکتا۔ شیعہ لوگوں کی رگ دپے میں صحابہ کرام پر تبرہ بازی سرایت کر چکی  
ہے۔ ان عظیم شخصیات پر لعنت کرنا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ تو اس خباثت سے  
ائمہ اہل بیت بھی نہ بچ سکے۔ یہ مسلک دنیا میں دامد مسلک ہے۔ جو اپنے پیشواؤں  
پر اپنے خود ساختہ قانون (قتیقہ بازی) کے ذریعہ تبرہ بازی کرنا جائز سمجھتا ہے۔ حالانکہ  
حدیث پاک میں ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ اس نے مجھے  
گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے خدا کو گالی دی۔

جیسا کہ امامی شیخ صدوق، میں ہے۔

امامی شیخ صدوق،

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا

فَقُلْتُ بَيٍّ وَمَنْ سَبَّيَّ فَقَدْ سَبَّ اللَّهَ -

(امامی شیخ صدوق المجلس المأدب والعشرون ص ۱۰۰ ملخصہ رقم بیعتہ ۱۴)

ترجمہ ۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس نے علی کو برا بھلا کہا۔ اس نے مجھے ایسا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

حدیث بالاسے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اہل انصاف غور فرمائیں۔ یقینہ جیسے گندے اور قبیح عقیدہ نے نہ اہل بیت کو معاف کیا۔ اور نہ صحابہ کرام کو چھوڑا۔ نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زد سے بچے۔ اور ان ظالموں نے اس مکروہ و قبیح عقیدہ سے اللہ رب العزت کی ذات، مقدسہ کو بھی دم چھوڑا۔ لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ایسے عقیدہ کا اسلام میں قطعاً وجود نہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کے لیے یہ عقیدہ زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قیامت کراہت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(فما تبحر وایا اولی الابصار)

## فصل ہشتم

### حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سچی دوستی ایجادِ تقیہ کی علتیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ ان حضرات کا آپ سے مشورہ طلب کرنا اور اپنی وزارت میں رکھنا اور پھر ان سے رشتہ نامہ جوڑے رکھنا یہ تمام باتیں اس باہم محبت و عقیدت کا جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ لیکن جب شیعہ حضرات نے یہ تمام باتیں اپنی بے گانی کتب میں دیکھیں۔ تو سمجھنے لگے ان تمام باتوں کی موجودگی میں اصحاب ثلاثہ پر لعن لعن کرنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔ لہذا کوئی ایسی تجویز نکالی جائے جس سے ان پر تبرہ بازی کا راستہ صاف ہو سکے۔ اس لیے انہوں نے اس مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لیے در تقیہ کا استعمال کیا۔ اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اور ان سے رشتے نامہ طے قائم کیے۔ یہ سب کچھ تقیہ کر۔ تہ جوئے کیا۔ دل۔ ہے آپ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہ تھے۔ اور دلی محبت نہ تھی۔

لیکن کوئی بھی ذی شعور انسان اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ  
جو دوا اللہ کے شیراز کہلاتے تھے۔ اور جن کا پناہ دہلائی ہے۔ کہ اگر میرے مقابلہ میں سب  
مرب اُبلے۔ تو بھی ان کی گردنیں اٹھادوں۔ اور اس میں قطعاً کستی اور کاہلی نہ کروں  
(انجیل البلاغہ خطبہ ۲۴ ص ۱۸۱) اور یہ بھی فرمایا۔ کہ ہر مضبوط میرے سامنے کمزور ہے۔ اور ہر کمزور  
میرے سامنے مضبوط ہے۔ اور ہر ایک کا حق میں اس کو دلا سکتا ہوں۔ (انجیل البلاغہ خطبہ ۲۴ ص ۱۸۱)  
ان جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں یہ کہا جائے۔ کہ آپ نے ڈرتے ڈرتے  
خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی۔ ان کے جیسے نمازیں پڑھیں۔ اور اپنی تخت بگرام کلثوم  
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عقید کیا۔

شیعہ عوام کو ان کے فاکرین دریافت کرنے پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں  
میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یونہی سنیوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے یہ باتیں  
تراشی ہوئی ہیں۔ اور محض پروپیگنڈا ہے۔ حقیقت یہ نہیں۔ اس لیے میں نے خیال کیا  
کہ بطور اختصار مذکورہ باتوں کی ایک ایک مثال ان کی معتبر کتابوں سے پیش کر دوں  
تاکہ عوام و خواص دونوں اس حقیقت مال سے آگاہ ہو جائیں۔ اور حق و باطل کے درمیان  
استیاز ہو جائے۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا

احتجاج طبرسی۔

قَالَ فَكَلَّمَا وَرَدَتْ الْكِتَابُ عَلَى أَسَامَةَ  
إِنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ  
فَلَمَّا رَأَى اجْتِمَاعَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ انْطَلَقَ  
إِلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ لَهُ مَا هَذَا قَالَ لَهُ عَلَيَّ هَذَا  
مَا تَرَى قَالَ أَسَامَةُ فَمَلَّ بِأَيْعَتِهِ  
فَقَالَ نَعَمْ يَا أَسَامَةُ۔

(۱)۔ احتجاج طبرسی کتاب ابی تمّاذہ الی ابی

بکر ملا اول ص ۱۵۱ مطبوعہ مکتبہ جدید

(۲)۔ احتجاج طبرسی مطبوعہ قدیم مطبوعہ نجف

اشرف ص ۵۶

ترجمہ ۱۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے خطوط پہنچے تو آپ اپنے لشکر واپس مدینہ آ گئے۔ وہاں جب لوگوں کو بیعت کی خاطر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع کیا تو حضرت اسامہ سید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جو کچھ تو دیکھ آیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ نے بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے فرمایا۔ ہاں اے اسامہ!

ۛ

## حضرت علی المرتضیٰ کا صدیق اکبر کے تیجے نماز پڑھنا

تفسیر قمی :-

ثُمَّ قَامَ وَتَبَّحًا لِلْمَلَاوَةِ وَحَفَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ ابْنِ بَكْرٍ

(۱۔ تفسیر قمی سورۃ روم زیر آیت فآت

ذی القربى حقہ والمسکین الغ

ص ۵۰۲ ملبوم ایران طبع قدیم ۱۳۱۳ھ)

(۲۔ احتجاج طبرسی احتجاج امیر المومنین

علی ابی بکر و عمر ص ۶۰ طبع قدیم ملبوم

نجمت اشرف)

(۳۔ احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۶ ملبوم

قم طبع جدید)

ترجمہ :-

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور نماز کی تیاری فرمائی۔ مسجد

میں جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔

## ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح

منتخب التواریخ؛

حدیث از طرق مقبرہ نقل نموده اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین علیہ السلام وفاطمہ زہرا علیہما السلام والدہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر در سبۃ حضرت معتبہ علیہ السلام در مدینہ طیبہ از بنیارسطیعت فرمود در صحت او و فرزندش زید در یک روز اتفاق افتاد و تقدم و تاخر موت اعدا ہما شد الی ان قال و ام کلثوم بنت علی کہ نام شریفین در واقعہ در ہمہ جا مذکور می شود و مطلب و اشعار با وضوب میگرد و ام کلثوم دیگر است از سائر زوجات امیر المومنین علیہ السلام چون علی القول اصح امیر المومنین علیہ السلام از زینب بود و دوام کلثوم زینب کبریٰ زوجہ عبدالمطلب بن جعفر بود و کلثوم کبریٰ زوجہ عمر بن الخطاب بود و ہر دو از صدیقہ طاہرہ بودند و زینب الصغریٰ نام کلثوم الصغریٰ از سائر اہبات بوجود آمدند و شیخ حرور در وسائل شیعہ از عمار یا سہرایت کردہ اخرجت جنازہ ام کلثوم بنت علی و ابنہا زید بن عمر و فی الجنائزۃ الحسن والحسین و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس والیوہر میرۃ فوضعوہا جنازۃ الفلانی ممالی الامام والمرآۃ طائفتہ وقال لہذا ہو السنۃ۔

(منتخب التواریخ از محمد شامی محمد علی خراسانی در حالت اولاد مذکورہ)

مطبوعہ تہران فیہ ہرما

ترجمہ:-

معتبر طریقوں سے حدیث نقل ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔ اور ام کلثوم مذکورہ زید بن عمر و در قیہ بنت عمر کی والدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام کلثوم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔ ان کی اولاد کے بیٹے زید کی ولادت ایک ہی دن ہوئی۔ ان میں سے کسی کی موت کو دوسرے سے پہلے یا بعد نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم نامی جن کا واقعہ کربلا میں تذکرہ قلم ہے اور کچھ اشعار اور خطبے بھی ان سے مروی ہیں۔ وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی سے تھیں۔ صحیح ترین اقوال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو زینب نامی آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسری ام کلثوم نامی۔ زینب کبریٰ جو کہ عبد اللہ بن جعفر کی بیوی تھیں۔ اور ام کلثوم کبریٰ جو کہ حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں یہ دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ الزہراء مدینہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ حضرت علی کی دوسری بیویوں میں سے تھیں۔ شیخ حروری و دوسامی شیعہ، میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا جنازہ ایک ہی دن اٹھا۔ اس جنازہ میں امام حسن، حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ جنازہ رکھتے ہوئے یہ ترتیب تھی۔ کہ امام کے نزدیک حضرت زید بن عمر کی میت تھی اور ان کے پیچھے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تھی۔ اور ان کے بعد زینب بنت علی ہے

## تقیہ کے بے اصل ہونے پر بیان

از حجة الکاملین سند الوائیلین حجة الاسلام

ایہ شیخ العلامة لانا فضل الرحمان صاحب

مدینہ منورہ خلف الرشید شیخ العرب العجم

علامہ ضیاء الدین صاحب مدفن جنت البقیع (مدینہ منورہ)

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ  
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ -  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الَّذِينَ إِنْ مَكَتُّهُمْ  
فِي الْأَرْضِ آقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا  
بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ -

ترجمہ:

مقبولانِ بارگاہِ خداوندہ لوگ ہیں۔ کہ اگر ہم انہیں زمین کی حکومت  
عطا کریں۔ تو وہ اقامتِ صلوٰۃ کا اہتمام کریں۔ اور ادائیگیِ زکوٰۃ  
کریں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔  
آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب و مقبول لوگوں کی

چار علامات بیان فرمائیں۔ گویا یہ چار باتیں قرب خداوندی کی علامات ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن لوگوں کو نہ کسی کا خوف روک سکتا ہے۔ اور نہ کوئی لالچ انہیں اس مقصد سے پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ وہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَا ئِمْ۔ کو شعل راہ بنا کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ اور استقامت و عزیمت اُن کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔

ایک طرف یہ نص مریخی اور دوسری طرف اہل تشیع کا یہ عقیدہ کہ۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَدَا (یعنی جو تقیہ پر کار بند نہیں۔ وہ ایمان سے خالی ہے) دونوں باہم کس قدر متخالف اور متضاد ہیں۔ اور پھر جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ اہل بیت کرام کا ہے۔ تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اہل بیت کرام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی عظیم ذمہ داریوں سے کنارہ کش اور تارک ثنابت کرنا، ظلم عظیم ہے۔ اسی تقیہ کے فضائل اور اہمیت کو یہاں تک اونچا کیا گیا۔ کہ ترک تقیہ، ترک نماز کی طرح ہے۔ یعنی تقیہ نہ کرنے والا کافر ہے۔ (کیونکہ ترک صلوٰۃ اہل تشیع کے نزدیک کفر ہے) پھر اسی پر بس نہیں بلکہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ان کی کتب اس عبارت کو اپنے ماتھے کا جھومر بنائے ہوئے ہیں۔

### جامع الاخبار:

قَالَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَدَّأَحَ عَلَيْنَا شَيْئًا  
مِنْ اَمْرِنَا فَمَوَّكَمْنًا قَتَلْنَا عَمْدًا وَكَمْ يَقْتُلُنَا خَطَاَءَ

جامع الاخبار ص ۱۰۸ / الفصل الثالث

والاربعون فی التقیہ

ترجمہ ۱

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے ہمارے کسی حکم اور ہماری کسی بات کو شائع کیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کی۔ تو اس نے ایسا کر کے اتنا جرم کیا۔ گویا ہمیں اس نے عمداً قتل کیا ہو۔ غلطی سے قتل نہ کیا ہو۔

ان عبارات میں ”تقیہ“ کی صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ اس کے ترک پر شدید وعیدات سنائی جا رہی ہیں اور یہ وعیدات ائمہ اہل بیت کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ کو نساوہ مسلمان ہو گا۔ جو ائمہ اہل بیت کے قتل عمد کا جرم قبول کرے ایسا کون ہو گا جو ایمان سے ہاتھ دھونا منظور کرے؟ اس لیے اگر کوئی مسلمان ان خرابیوں سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے تقیہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا مضمون اور اہل تشیع کا مندرجہ بالا عقیدہ میں تضاد کسی جہالت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک گھناؤنی چال ہے۔ (اور گھسیانی ملی کھینا نوچے) کے مصداق جب وہ اہل سنت کے حقائق اور استدلالات کا جواب دینے کی کوئی صورت نہیں پاتے۔ تو اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ تھوڑی سی جھلک پیش خدمت ہے۔

اہل تشیع کا ایک عقیدہ: رجال کشی؛

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ أَهْلَ الْبَرْدَةِ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ وَمَنِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ الْمَقْعَدُ الْأَسْوَدُ وَأَبُو ذَرٍّ الْغَفَارِيُّ وَسُلَيْمَانُ الْفَارِسِيُّ

(رجال کشی ص ۱۲)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین آدمیوں کو چھوڑ  
 کر لقیۃ تمام (صحابی) مرتد ہو گئے تھے۔ میں (راوی) نے عرض کیا۔  
 وہ تین کون تھے فرمایا مقتدا بن اسود ابوذر غفاری اور سلمان فارسی  
 اس روایت کے پیش نظر غلط فہمی ثلاثہ (ابو بکر صدیق، عمر فاروق،  
 عثمان غنی) پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگ گیا۔ اب اس کی توضیح یا تصدیق  
 کے لیے اہل سنت ان شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان مرتدین۔  
 (معاذ اللہ) کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت کیوں کی؟  
 اور علی المرتضیٰ کا ابو بکر صدیق کی بیعت کرنا خود انہیں بھی تقسیم ہے۔  
 حوالہ ملاحظہ ہو۔

اجتناب طبرستانی پر تحریر ہے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خط حضرت اسامہ بن زید کو پہنچا۔  
 تو جناب اسامہ واپس مدینہ منورہ آگئے۔ اُسے ہی دیکھا کہ ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ یہ  
 دیکھ کر اسامہ سیدھے حضرت علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے  
 حاضری کے وقت کہا۔ یا علی! یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ اس پر حضرت  
 علی المرتضیٰ نے بے۔ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ هَذَا مَا تَرَى قَالَ  
 اُسَامَةُ فَعَلَّ بِاَيَعَتَهُ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

یہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی ابو بکر صدیق کی

بیعت ہو رہی ہے۔ اس پر اُس امر بولے۔ تو کیا اپنے بھی ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ فرمایا ہاں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابو بکر کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کی تھی۔ آپ نے بیعت کرنے کی وجہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی۔

### منہج البلاغۃ؛

فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا اطَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ  
بِيعَتِي وَإِذَا الْمِلِّيَّاتُ فِي عُنُقِي لِيُغَيِّرَنِي -

(منہج البلاغۃ خطبہ ۲ ص ۸۱)

### ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ تو اس پر پہنچا کہ میری طاعت، میری بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس لیے کہ میری گردن میں غیر کے لیے عہد بندھا ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قول کی تفسیر و تشریح ایک شیعہ مجتہد کی زبانی سنئے۔

### شرح منہج البلاغۃ؛

فَنَظَرْتُ فَإِذَا اطَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بِيعَتِي طَاعَتِي  
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَمَرَنِي

بِهِ مِنْ تَرَكِ الْقِتَالِ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ فَلَا  
سَبِيلَ إِلَى الْإِمْتِنَاعِ مِنْهَا۔

وَقَوْلُهُ وَإِذِ الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لَعَنِي - اَيْ مِيثَاقُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ  
إِلَى بَعْدِ الْمَشَاقَّةِ وَقِيلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ مِنْ  
بَيْعَةٍ اَيْ بِحُجْرٍ بَعْدَ اِيتَاعِهَا اَيْ فَاِذَا الْمِيثَاقُ  
الْقَوْمُ قَدْ لَزِمَنِي فَلَمْ يُمَكِّنْنِي الْمَخَالِفَةُ بَعْدَهُ -

(شرح فتح البلاء لابن میثم جلد دوم)

(ص ۹۷) زیر خطہ ۳۶

ترجمہ:

میں نے غور و فکر کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ میری طاعت، میری  
بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس سے مراد وہ طاعت ہے۔  
جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ  
لڑائی مت کرنا۔ آپ کا حکم اس بات پر سبقت لے گیا۔ کہ میں  
لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اس لیے اب اس سے رُکنے  
کا کوئی چارہ نہ رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کا یہ فرمانا کہ میری گردن  
میں میرے غیر کے لیے میثاق ہے، اس کا مطلب یہ ہے  
کہ وہ میثاق اور عہد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا۔  
کہ لڑائی وغیرہ نہ کرنا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ میثاق سے مراد یہ  
تھا۔ کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا لوگوں  
نے شروع کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ میثاق

یہ تھا۔ کہ تم بھی لازماً بیعت کر لینا۔ لہذا اب قوم کا بھاری  
تعداد میں بیعت کر لینا اتنا اہم ہے۔ کہ اس کے بعد میری مخالفت  
کرنا ناممکن ہو گیا۔

ان حوالہ جات کی روشنی میں جب اہل تشیع سے یہ پوچھا جاتا ہے  
کہ اگر تمہاری عبارات کے مطابق ابو بکر صدیق بھی ان لوگوں میں شامل ہیں۔  
جو معاذ اللہ اسلام سے روگردانی کر گئے تھے۔ تو ایسے کی بیعت کرنا حضرت  
علی المرتضیٰ کو کیسے مزید دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ علی المرتضیٰ نے  
ان کی بیعت کی۔ اور جو جب ہمد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس کا  
جواب کوئی اور جب ان سے دین سکا۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ  
کا بیعت کرنا بطور ”تقیہ“ تھا۔

اسی طرح جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کسی مرتد کے پیچھے  
نماز ایسی عبادت ادا نہیں ہوتی۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ نے ابو بکر صدیق  
کی اقتدا میں نمازیں ادا فرمائیں۔ صاحب احتجاج طبرسی ص ۴۰ پر رقمطراز  
استحاج طبرسی:

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ عَلَى الصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ  
وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ۔

(صاحب احتجاج طبرسی ص ۴۰)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرما  
کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابو بکر صدیق کی اقتدا میں

نماز ادا فرمائی۔

اس کا جواب بھی وہی کہ حضرت علی المرتضیٰ نے نمازیں بطور تقیہ ادا کیں ان کے عقائد و نظریات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو بکر و عمر کے مابین دشمنی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس پر ان کی گرفت کی جاتی ہے۔ کہ اگر حقیقت حال ایسی ہی تھی۔ جیسی تم بیان کر رہے ہو۔ تو پھر درج ذیل حوالہ کا کیا جواب ہے۔

**المبسوط فی فقہ الامامہ:**

وَرَوَى أَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ امْرَأَتَهُ بِنْتَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاصْدَقَهَا اَرْبَعِينَ اَلْفَ دِرْهَمٍ وَاَنَّ بَنَ مَالِكٍ تَزَوَّجَ امْرَاةً عَلَى هَشْرَةَ اَلْفٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ تَزَوَّجَ بَنَاتِ اخِيهِ مُبَيَّدَ اللّٰهِ كُلَّ وَاحِدَةٍ عَلَى هَشْرَةَ اَلْفٍ وَتَزَوَّجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ امْرَاةً فَاصْدَقَهَا مِائَةَ جَارِيَةٍ مَعَ كُلِّ جَارِيَةٍ اَلْفُ دِرْهَمٍ۔  
(المبسوط فی فقہ الامامہ جلد ۲ ص ۲۷۶)

**ترجمہ:**

مروی ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم سے شادی کی۔ تو چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ انس بن مالک نے بھی ایک عورت سے دس ہزار درہم حق مہر کے عوض نکاح کیا۔ ابن عمر نے اپنی بچائیوں کی

شادی دس ہزار درہم فی کس حق مہر پر کی۔ امام حسن بن علی نے ایک عورت کا حق مہر سو لونڈیاں مقرر فرمایا۔ اور ہر لونڈی کے ساتھ ایک ہزار درہم ہی دینے کا وعدہ کیا۔

شیعہ مجتہد ابو جعفر طوسی اگرچہ حق مہر پر گفتگو کر رہا ہے۔ اور اس بارے دلائل پیش کر رہا ہے۔ کہ حق مہر بہت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے۔ اسی ضمن میں وہ چند معروف نکاح بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شادی وہ بیان کی گئی۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور جناب فاروق اعظم کے مدین طے پائی۔ اس پر جب اہل تشیع سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ عمر بن الخطاب مسلمان نہ تھے۔ تو پھر علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں دینا کس طرح جائز ہوا؟ جب اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ تو یہاں بھی وہ قیہ "ان دھمکتا ہے۔ ہندیب التین ص ۲۲۰ جلد اول پر ہے۔ حضرت اس نکاح پر بدل رضی نہیں تھے۔ غلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور و ملجا کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کیے گئے اور چار و ناچار ان کو یہ خیالی نکاح کرنا پڑا۔

ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ کی بے بسی اور مجبوری کا یہ عالم کہ اپنی نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اپنی مرضی سے اپنی صاحبزادی بھی بیاہ کر نہیں دے سکتے۔ ابوبکر صدیق کی بیعت سے انکار کرنے کی مجال نہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا یہ فرمان ہے۔

ہنجز البلاغہ؛

وَاللّٰهُ لَا يَنْفَعُكَ مَا تَعْبُدُ عَلٰی قَتَالِيْ مَا وَلَّيْتُ

عَنْهَا وَكَوَأَمَّكَتِ الْفَرْصُ مِنْ رِقَابِهَا سَاكَنَتْ  
إِلَيْهَا وَسَاجِدٌ۔

(شیخ ابلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۲۱۸)

ترجمہ:

خدا کی قسم! اگر تمام عرب میرے قتال کے لیے ایک دوسرے  
کی پشت پناہی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں اس سے روگردانی  
نہیں کروں گا۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو میں ان کی گردنیں اٹانے میں  
تاخیر نہیں کروں گا۔ اور اس معاملہ میں انتہائی جدوجہد کروں گا۔  
کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی ہے۔ لافتنی  
الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار کی شان دالے کو بزدل  
ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے۔ جن کے صاحبزادے  
اور خانوادے نے میدان کربلا میں خون کا نذرانہ تو پیش کر دیا۔  
لیکن یزید کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اُن پر کمزوری اور چارونا چاری  
کا الزام دھا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پر طرہ یہ کہ یہ الزام دھرنے  
والے دو متحان علیؑ، نام رکھتے ہیں۔ حضرات حسینؑ کریمین کو حضرت  
علیؑ المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نصیحت کا بھی انہیں پاس نہیں۔ فرمایا۔  
میرے صاحبزادو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دستبردار  
نہ ہوتا۔ ورنہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے جائیں۔ جو ظالم ہوں  
گے۔ اور پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ شیخ ابلاغہ خطبہ ۴۴  
ص ۲۲۲) اولاد کو وصیت فرمائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں یہ کیونکر  
ہو سکتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جس عظیم ہستی پر "تقیہ" کا بہتان لگایا جاتا ہے۔ وہ اس سے بری ہیں۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ تمام کام بطور تقیہ کیے۔ تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ بات اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ کہ پیغمبرِ تقیہ، نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے احکام شرعیہ کا وجود ہی نہیں رہ سکتا۔

صاحب تلخیص الشافی جلد ۱۷ جزء ۱ ص ۸۷ پر رقمطراز ہے۔

### صاحب تلخیص الشافی:

فَأَمَّا الرَّسُولُ فَإِنَّمَا تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ  
لِأَنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تُعَرِّتُ إِلَّا مِنْ جِلَّتِهِ وَلَا  
يُوصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ فَمَتَنِي جَارَتِ التَّقِيَّةُ  
عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا كَلَفْنَا طَرِيقًا -

(صاحب تلخیص الشافی جلد دوم جزء ۲)

(ص ۸۷) دارالکتب الاسلامیہ قم طبع جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ پیغمبر کا تقیہ کرنا قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت اسی کا ظرف ہو سکتی ہے۔ اور شریعت کے احکام تک پہنچنا بغیر پیغمبر کی بات کے ہرگز ممکن نہیں۔ لہذا جب تقیہ کو یہاں جائز

قرار دیا جائے۔ تو پھر ہمیں امور تکلیفیہ کی معرفت کا کوئی راستہ نظر نہ آئے گا۔

جب کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی سے شادی فرمائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

### حیات القلوب:

در بیان احوال اولاد امجاد آنحضرت است۔ در قرب الاسناد معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ تولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ رابعہ حضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ از تزویج کرد۔ بابو العاص بن ریحہ کہ از بنی امیہ بود زینب را بشمار بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ نجاند آن برود برحمت الہی واصل شد و بعد از حضرت رقیہ با تزویج نمود۔

حیات القلوب جلد دوم نمبر ۱۶۶  
باب پنجاہ و یکم

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کا بیان۔ قرب الاسناد میں امام حنفی صادق رضی اللہ عنہ سے روایت معتبر کے ساتھ مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ طاہر وقاسم۔ فاطمہ ام کلثوم، رقیہ

ان میں جناب فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ سے کی۔ اور سیدہ زینب کی ابوالعاص بن ربیعہ کے ساتھ شادی کی۔ رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد عثمان غنی سے کیا۔ روایت مذکورہ تلباقہ مجلسی کی نقل کردہ ہے۔ اور اس کو ”بند مغبر“ ذکر کیا۔ روایت مذکورہ کی سند قرب الاسناد جلد اول ص ۷ پر یوں منقول ہے:

### قرب الاسناد

”مسعد بن سعد قال حدثني جعفر

ابن محمد عن ابيه قال ولد لرسول الله

صلى الله عليه وسلم (قرب الاسناد جلد اول ص ۷)

اس کا راوی ”مسعد بن سعد“ کتب اسماء الرجال کی رو سے ان کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح المقال میں اس کی تصدیق موجود ہے اس راوی ابوالمام جعفر کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔ لہذا روایت کے راوی تمام ثقہ ہیں۔ ان ثقہ راویوں نے حضرت ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ دونوں صاحبزادیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ جو بطنِ خدیجہ سے پیدا ہوئیں۔ جب انہیں تسلیم ہے۔ کہ نبی تقیہ نہیں کرتا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان غنی سے کیا۔ تو اب اس نکاح کو کس طرح جائز ثابت کر دے۔

ابنذا معلوم ہوا کہ بوقت شکست و تقیہ، کا ہتھیار ان کی اپنی ایجاد ہے  
ائمہ اہل بیت سے اس کے جواز کو ثابت کرنا ان کی توہین کے مترادف  
ہے۔ اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے علاوہ ائمہ اہل بیت کی ہدایات  
کے سراسر منافی ہے

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

حرر فی ۱۲-۲-۱۴۰۹ھ  
ملا بذ ۱۷-۱۱-۸۸  
فی ۸۸-۱۱-۸۸  
الفتیاء، اللہ تعالیٰ  
فضل الرحمن بن فضلہ الشیبی  
ضیاء الدین القاری المدنی  
فضل الرحمن  
غفرلہ عنہ آمین



بحث جنازه

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

## باب دوم:

# بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم طعن اول

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں

پڑھا۔ (معاذ اللہ)

خفیہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت سے افسانے تراشتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اسی طرح ایک من گھڑت افسانہ وہ یہ بھی سناتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہیٰ بقا ہو گئے تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے لیے خلافت کے حصول کے لیے اس قدر دؤر و دھوپ کی کہ آپ کا جنازہ بھی چھوڑ دیا اور اس وقت تک ادھر متوجہ نہ ہوئے جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور جن لوگوں نے حصول دنیا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہی نہ پڑھا بلکہ حصول خلافت سے فارغ ہو کر اس وقت واپس آئے۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی :-

ہم اس طعن کا تفصیلی جواب عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت و محبت تھی۔ وہ دنیا میں کسی دوسرے انسان کو مسترز اسکی۔ کیونکہ اس طعن میں ایک پہلو یہ بھی نکالا گیا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنی ذاتی خواہشات پسند تھیں۔ اس لیے ہم اس کی تردید کے لیے واقعہ حدیثیہ بیان کرتے ہیں۔

مقام حدیثیہ پر جب صلح نامہ تحریر کرنے کے لیے کفار کی طرف سے عمرو بن مسعود ثقیفی آیا۔ اور اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے اشارہ و کنایہ پر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ تو اس نے واپس آکر اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی باہمی عقیدت و محبت کا جو نقشہ پیش کیا۔ اس کو علامہ طبرسی شیشی نے یوں نقل کیا۔

### مجمع البیان :-

وَاللّٰهُ مَا رَأَيْتُمْ مَلِيكَاً قَطُّ يَعْطِيهِ اَصْحَابُهُ مَا يَمْنَعُهُمْ  
اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ اِذَا امْرَهُمْ ابْتَدَرُوْا امْرَةً وَاِذَا اتَوْا  
كَادُوْا يَقْتُلُوْنَ عَلٰى وُضُوْئِهِ وَاِذَا تَكَلَّمُوْا خَفَضُوْا  
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يَحْدُوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرُ تَعْظِيْمًا لَهُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص ۱۱۱)

مطبوعہ تہران

ترجمہ :- خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپ کی تعظیم کرتے ہیں آپ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں۔ وہ فوراً بجا لاتے ہیں۔ اور جب وضو کر رہے ہوں۔ تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے قربت یہاں تک آ جاتی ہے۔ کہ کہیں آپس میں لڑنے

پڑیں۔ اور جب حضورؐ سے گفتگو ہوتی ہے تو آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اور آپؐ کی طرف بوجہ تعظیم نظر بھر کر دیکھا جیسے کہتے۔

یہ تھی ایک کافر کی شہادت۔ صحابہ کرامؓ کے دل میں جو عشق رسول اللہ تعالیٰ نے

جاگزیں کر دیا تھا۔ اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ ایک طرف غیر مسلم کی یہ شہادت

اور دوسری طرف کچھ نام نہاد ”مومن“ یہ پراپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں کہ صحابہ کرامؓ

میں سے بعض نے حصول خلافت کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تک نہ پڑھا۔

پھر ان میں سے بالخصوص سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی پروپیگنڈا بڑے زور و شور سے کیا جا رہا ہے۔

جن کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا: کہ پوری کائنات میں سے مجھے زیادہ

محبوب ابو بکر صدیق ہے۔

یہ ارشاد نبویؐ خود شیعوں کے کتب میں مذکور ہے۔ چنانچہ ردۃ الصفار جلد دوم

صفحہ ۳۸ ملاحظہ کریں۔

جواب طعن :-

تمام صحابہ کرامؓ کا جنازہ رسول ادا کرنا اجماعی مسئلہ ہے

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے جس پر کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع متفق ہیں

کہ ہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

نہ پڑھا ہو۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کی صرف ایک روایت پیش کریں گے۔ اور

بقیہ روایات شیعوں کے کتب سے ہوں گی۔

البدایہ والنہایہ :-

لَسَاكُنَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضِعَ

عَلَى سِرِّيهِ وَسَلَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَمَعَهُمَا نَفَرَيْنِ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ بَيْتَهُ رِمَاسِعَ أَبَيْبَتٍ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَ  
بَرَكَاتُهُ وَسَلَّمُ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ لَمَّا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صَلُّوا صُفُوفًا  
لَا يُرْى مِنْهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ تَهَمَّا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَدَلْتَنَا مِنْ  
الْبَيْتِ إِلَى الْبَيْتِ ..... وَيَخْرُجُوكَ وَيَدْخُلُ الْآخَرُونَ حَتَّى  
صَلَّى الرِّجَالُ ثَمَّ النِّسَاءُ ثَمَّ الصِّبْيَانُ وَقَدْ قِيلَ إِنَّهُمْ  
صَلُّوا عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الزَّوَالِ إِلَى يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ إِلَى مِثْلِهِ مِنْ يَوْمِ  
الثَّلَاثَاءِ وَقِيلَ إِنَّهُمْ مَخَّخُوا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ يَصَلُّونَ عَلَيْهِ -

• (البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۶۵)

کیفیت الصلوۃ علیہ مطبوعہ عربیہ

ترجمہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ پہنچایا گیا۔ اور چار پائی پر رکھا گیا۔ تو ابو بکر صدیق  
اور عمر فاروق مہاجرین و انصار کی جماعت سمیت کعبہ کے دو گئے۔ انہی تعداد میں  
تھے۔ جتنے گھر میں سما سکتے تھے۔ دونوں (ابو بکر و عمر) نے کہا: السلام  
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مہاجرین و انصار  
نے بھی حضور پر ویسے ہی سلام بھیجا جس طرح ان دونوں نے بھیجا تھا۔ پھر  
صفیں باندھیں۔ لیکن ان کا امام کوئی نہ تھا۔ ابو بکر و عمر نے پہلی صف میں  
کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ اے اللہ! ہم گواہ ہیں  
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام کچھ پہنچا دیا جو ان کی طرف اتارا گیا۔ اسی  
طرح ایک گروہ سلام کر کے صلی جاتا اور دوسرا آجاتا حتیٰ کہ تمام مرد و فارغ  
ہو گئے۔ پھر عورتیں اور ان کے بعد بچے آئے اور کہا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے

جب آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ وہ پیر کا دن اور زوال کے بعد کا وقت تھا۔  
اور یہ سلسلہ منگل کے دن زوال کے وقت تک جاری رہا۔ اور کہا گیا ہے کہ  
لوگ تین دن تک آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔

### خلاصہ کلام:-

روایت مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام لوگوں کی طرح  
نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بغیر امام کے لوگ صف در صف صلوٰۃ و سلام بھیج کر واپس آ جاتے۔  
اور دوسرے چلے جاتے۔ حتیٰ کہ مرد، عورتیں اور بچے اسی طرح ماضی دے کر فارغ  
ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ یہی تھی۔ اور یہ بھی واضح ہوا۔ کہ اس طرح کی نماز  
جنازہ ادا کرنے والوں میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ہذا یہ کہنا کہ  
یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چھوڑ کر اپنی خلافت کے پیچھے دوڑتے بھاگتے  
رہے۔ بالکل بہتان ہے۔ اور سراسر الزام ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

### روایات شیعہ مذکورہ طعن کی تردید

#### ۱۔ احتجاج طبرسی:

ثُمَّ أَدْخَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَعَشْرَةَ مِّنَ  
الْأَنْصَارِ فَيُصَلُّونَ وَيَخْرُجُونَ حَتَّىٰ لَمْ يَبْقَ مِّنَ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا مَسَلَىٰ عَلَيْهِ

(۱) احتجاج لیبی جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ تہران طبع جلد مذکورہ ماجرا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما

(۲) طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف

تیسرا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دس مہاجرین اور دس انصار کو مجروحہ مبارک

میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اندر بھیجا۔ وہ پڑھ کر نکلتے رہے۔ یہاں تک کہ مہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور کوئی باقی نہ رہا۔

## (۲) حیات القلوب :-

پس حضرت درمیشی درایتاً و خود برا و نماز کرد و بعد ازاں صحابہ و اقرام و  
 کدہ نفر داخل می شدند و ایشان بر دورہ جنازہ آنحضرت می ایستادند و  
 حضرت امیر المومنین در میان ایشان فلستاده ای آیت را می خوانند۔  
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ  
 اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا اَلْسِلِمًا۔ پس ایشان آیرا  
 میخوانند و صلوات بر آنجناب میفرستادند و بیرون می رفتند تا آن کہ  
 الی مدینہ و اطراف مدینہ ہر بر آنجناب صلوات فرستادند۔ شیخ طبرسی  
 از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ وہ نفر وہ نفر داخل می شدند  
 و چہن بر آنحضرت نماز می کردند بی امامی در روز و شب و شب و شب  
 تا صبح و روز و شب تا شام تا آنکہ خود بزرگ مردوزن ان اہل مدینہ و اہل  
 اطراف مدینہ ہر بر آنجناب چہن نماز کردند و کھنی بسند معتبر از امام محمد  
 باقر روایت کرده است۔ کہ چہن حضرت رسالت رحلت فرمود نماز  
 کردند برا و جمیع عالم کہ مہاجرین و انصار و فوج و امیر المومنین فرمود  
 کہ شنیدم از حضرت رسول کہ در حالت صحت خود میفرمود کہ ای  
 آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۹۹ باب شصت و چہارم مطبوعہ نول کشور ہند)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ دروازے کے آگے کھڑے ہو گئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس کے بعد صحابہ کرام کو فرمایا۔ دس دس آدمی آپ کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضرت علی ان دس کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت کو پڑھتے تھے۔ ان الله وملائكته يصلون على النبي۔ الخ۔ بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ حضرت علی کے بعد حاضرین بھی اس آیت کو پڑھتے۔ اور حضور پر صلوٰۃ بھیجتے۔ اور باہر آ جاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مدینہ کے رہنے والے اور اس کے گرد و نواح کے باسی سب نے آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔

شیخ طبرسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی آتے۔ اور نیز امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے۔ پیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ چھوٹا بڑا ہر مرد و عورت مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کی نماز جنازہ ادا کی۔

کھینچی نے معتبر سند کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، مہاجرین اور انصار نے پڑھی۔ سب گروہ در گروہ آتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حالت صحت میں سنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت (ان الله وملائكته) الخ میرے انتقال کے بعد میری نماز جنازہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## جلاء العیون :-

پس حضرت در پیش در ایستاد و خود براو نماز کرو و بعد ازاں مخص فرمود صحابہ را کرده نفرودہ نفر داخل می شدند۔ و ایشان برو و رجائہ آنحضرت می ایستادند۔ و امیر المومنین در میان ایشان می ایستاد و این آیه میخواند: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**، پس ایشان آیه را میخوانند۔ و صلوات بر آنحضرت میفرستادند و بیرون می رفتند۔ تا آنکہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ برا آنحضرت صلوٰۃ فرستادند شیخ طبری از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرده است کہہ نفرودہ نفر داخل می شدند و برا آنحضرت نماز میکردند بی امامی در روز و شب و شب و شب تا صبح روز شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ مرد و زن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ برا آنحضرت چنین نماز کردند۔ و کہنی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ چون حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود نماز کردند بر او جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار و فوج و امیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ شنیدم از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ در حال صحت خود میفرمود کہ این آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(۱) (جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۲ تا ۱۱۳) بیان رحلت حضرت غمی مرتبت

مطبوعہ تہران۔)

(۲) تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲ ذکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

ترجمہ :- پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ روانے پر کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام کو رخصت دی گئی۔ وہ دس دس کی ٹولی میں آتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تلاوت کرتے: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمْلِكُوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ الْاَخِ" پھر تمام حاضرین اس آیت کی تلاوت کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات بھیجتے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے شیخ طبرسی نے روایت کی ہے۔ کہ دس دس کی ٹولی آتی۔ اور غیر امام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کرتی۔ یہ سلسلہ بیس کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کے دن شام تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام چھوٹے بڑے مرد و زن نے اسی طرح آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کلینی نے معتبر سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام محرماتوں، مہاجرین و انصار نے گروہ درگروہ ادا کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی حالت صحت میں سنا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ یہ آیت (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمْلِكُوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ الْاَخِ) میری وفات کے بعد میری نماز جنازہ کے لیے اتاری گئی ہے۔

ۛ

## خلاصہ کلام:-

کتب اہل سنت سے ایک عدد اور کتب اہل تشیع سے تین عدد روایات مذکورہ سے یہ بات بالکل صریح الفاظ کے ساتھ ثابت ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے والے تمام مہاجرین و انصار تھے۔ تمام مرد و زن تھے تمام اہل مدینہ اور ارد گرد مدینہ کے لوگ تھے یعنی سب سے ہی نماز جنازہ ادا کی۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام صحابہ کرام اور خاص کر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے نہیں پڑھا۔ تو ایسا کہنا بدیہیات کا انکار ہے۔ بلکہ یہ قول انہی کا ہو سکتا ہے۔ جو ”خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غَشَاوًا“ وَلَمْ يُعَذِّبْهُمْ عَظِيمًا کے مصداق ہیں۔

حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب خود کتب شیعہ میں روایات صحیحہ کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں۔ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ۔ الاصلی علیہ، (یعنی تمام مہاجرین و انصار نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔) تو ان کو پڑھ کر ایک فیصلہ کن بات سامنے آگئی کہ جن حضرات کو مہاجرین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا نماز جنازہ ادا نہ کرنا کس طرح مفہوم ہوتا ہے۔ ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی مہاجرین میں ہیں۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت تو ایسی امتیازی ہے۔ کہ بقیہ صحابہ مہاجرین کی ہجرت کو قرآن نے ”ہاجر وا“ کے عمومی اور مجموعی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کو علیحدہ اور مستقل الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ ”ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ“ تو اس امتیازی ہجرت والے شخص کو مہاجرین میں سے کس طرح نکالا جاسکتا ہے؟

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین میں اور اہل مدینہ میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کے سرخیل ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جہاں دیگر مہاجرین اور اہل مدینہ تھے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہاں ان دونوں حضرات کا نماز جنازہ پڑھنا بطریقہ اولیٰ ثابت ہوا۔ کیونکہ ان دونوں کی شمولیت اور عدم شمولیت معمولی بات نہ تھی اگر واقعی بقول تامل یہ دونوں شریک نہ ہوتے۔ تو سب اہل مدینہ و مہاجرین و انصار کو معلوم ہوتا۔ لیکن کسی نے بھی ان کے نماز جنازہ ادا کرنے کے خلاف کوئی روایت نہیں کی۔

### (۴) اصول کافی ۱۔

مُحَمَّدُ بْنُ الْمُحْسِنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ فَضَالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي مَرْثِمَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَتْ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمَّا غَسَلَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَّنَهُ وَسَجَّاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَدَارًا وَاحِدَةً ثُمَّ وَقَفَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي وَسْطِهِ فَقَالَ "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" فَيَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتَّى صَلَّيَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَأَهْلُ الْعَوَالِي .

(۱) اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵۵ کتاب الحجۃ

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وفاتہ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟ امام نے فرمایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے چکے۔ اور کفن پہنا چکے۔ تو دس افراد کو اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے آپ کے ارد گرد دائرہ بنالیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمُوتُوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ الْخَيْرِ" تو حاضرین نے بھی اسے پڑھا۔ یہاں تک کہ اسی طرح دس دس کی ٹولی آتی جاتی رہی۔ اور صلوات و سلام پڑھ کر فارغ ہوتی رہی۔ تمام مدینہ اور اس کے گرد و نواح والوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

## ۵۔ اصول کافی؛

عَلِيٌّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ ابْنِ اَيُّوبَ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ الْحَلْبِيِّ عَنْ اَيُّوبَ عَبْدَ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَى الْعَبَّاسُ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ اجْتَمَعُوا اَنْ يُدْفِنُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمُ فِي بَيْتِ الْمَسْجِدِ وَ اَنْ يُزَيِّنُوْهُمْ رَجُلًا مِنْهُمْ فَقَخَّرَجَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمُ اِمَامٌ حَيًّا وَ مَيِّتًا وَ قَاتَلَ اِنِّيْ اَدْفِنُ فِي الْبُقْعَةِ الَّتِيْ اُقْبَرُ مِنْهَا شَعْرَ قَتَامَ عَلٰى الْبَابِ فَعَمِلُوْا عَلَيْهِ ثُمَّ اَمَرَ النَّاسَ عَشْرَةَ عَشْرَةَ يَسْلُوْنَ عَلَيْهِ

تَمِيخْرَجُون۔

(۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۲۵۱ کتاب الحجۃ)

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و وفاتہ مطبوعہ تہران

(۲۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب

جلد اول ص ۲۳۹-۲۴۰ فی وفاتہ علیہ

السلام مطبوعہ قم طبع جدید)

(۳۔ امالی الشیخ الطوسی جلد اول ص ۳۹۱

الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم

طبع جدید)

ترجمہ۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا۔ اے علی!

لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”بیقاع المصلیٰ“

میں دفنائیں۔ اور اپنے میں سے کسی ایک مرد کو امام بنا کر حضور کی نماز

جنازہ پڑھیں۔ یہ سنی کہ حضرت علی باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں سے

کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ظاہری زندگی میں لوگوں کے

امام تھے۔ اسی طرح بعد از وصال بھی امام ہیں۔ اور آپ نے وصیت

فرمائی ہے۔ کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے۔ جہاں میرا انتقال ہوا ہو۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروانے پر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی

نماز جنازہ پڑھی۔ پھر دس دس کے گروہ کو نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت

دی۔ اس طرح وہ پڑھتے اور نکلتے رہے۔ (اور نئے دس آتے اور

جاتے رہے۔

## ۴۔ اصول کافی ۱۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْحَطَّائِبِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْفٍ  
عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قَالَ لَقَائِصُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَّيْتُ  
عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْأَنْدَادُ فَهُوَ جَافُوْجًا  
قَالَ وَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي صَبْحَتِهِ وَسَلَّمَ مَتَّبِعِهِ  
إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ عَلَى فِي الْمَبْلُورَةِ عَلَى بَعْدَ قَبْعَتِ اللَّهِ فِي  
إِنَّا اللَّهُ وَمَلَائِكَتُهُ يَصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا  
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اصول کافی جلد اول ص ۲۵۱ کتاب الحجۃ

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و وفاتہ) مطبوعہ تہران

ترجمہ۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ وسلم نخلت  
فرمائی۔ تو فرشتوں، ہماجرین اور انصار نے گروہ درگروہ آپ کی نماز  
جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم سے حالت صحت و سلامتی میں سنا۔ کہ یہ آیت میرے بارے میں  
نازل ہوئی۔ جب میرا انتقال ہو جائے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھی  
جائے لگے۔ (یعنی میری نماز جنازہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہی ہے۔)  
آیت یہ ہے۔ ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا،

## ۷۔ احتجاج طبرسی :-

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالنَّاسُ يُعَلِّقُونَ عَلَيْهِ مِنْ بَايَعِ أَبَا بَكْرٍ وَمَنْ لَمْ  
يَبَايِعْ -

(الاحتجاج طبرسی جلد اول صفحہ نمبر ۹۴)

ماجرى بعد رسول الله صلى

الله عليه وسلم - مطبوع نجف

اشرف لمع جديد

(احتجاج ۲۶ لمع قدیم - فی

بیعت الناس لابن ابی بکر بعد النبى)

ترجمہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے

اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تو ان تمام لوگوں

نے جنہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہ کی۔ آپ کی نماز جنازہ

در صلوة و سلام ادا کی۔

## ۸۔ اخبار ما تھم :-

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الْقَلْوَةُ

عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ إِمَامُ مَنَاحِيَا وَمَيِّتًا فَلَا خُلُوعَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ

فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْلَةَ الْثَلَاثَةِ وَحَتَّى الْمُبِاحِ  
وَيَوْمَ الْاِثْنَاءِ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ صَغِيرُهُمْ وَكَبِيرُهُمْ وَ  
ذَكَرُهُمْ وَأُنْشَاهُمْ وَتَوَاحَّجَ الْمَدِينَةَ بِغَيْرِ إِمَامٍ -

(۱- اخبار ما تم ص ۶۵ مطبوعہ حسینی مجلس

اول رام پور)

(۲- اعلام الوری مش ۱۲۵ ذکر وفات رسول

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳- کتاب سلیمین قیس

ہلالی العامری ۹۷ مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں  
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی کیفیت دریافت کی۔ تو آپ نے  
فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیات اور حالت ممات دونوں  
میں ہمارے امام ہیں۔ پھر دس آدمی اُٹے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی  
یہ سلسلہ صلوٰۃ و سلام پیر کے دن، منگل کی رات صبح تک اور منگل کے  
دن شام تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح  
کے چھوٹے بڑے اور مذکور و مومن سب نے اسی طرح آپ کی نماز  
جنازہ ادا کی۔

۹۔ تہذیب المتین :

القمر غسل و کفن کے بعد جنازہ فخر عالم تیار ہوا۔ تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کا

اس پر بھیجی۔ پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی۔ بعد ازاں امیر المومنین نے مع اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں دیگر مہاجرین و انصار کو اجازت دی۔ وہ دس دس آدمی اندر آئے اور گردِ جنازہ کے کھڑے ہوئے۔ اور حضرت امیر ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت شریفہ ”ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما“ کی تلاوت فرماتے ہیں وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے۔ اور باہر چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواحی مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر رسولی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے۔ تو مجھ کو اور ابوذر و مقداد کو اندر بلایا۔ پس آپ اُگے کھڑے ہوئے اور ہم مع جناب سیدہ و امام حسن و امام حسین ان کے پیچھے نماز جنازہ پڑھا لائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوات ان سے کہلاتے تھے حتیٰ کہ تمام مہاجرین و انصار نے اس طرح اپنا نماز ادا کی (تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول حصہ اول ص ۴۴ مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی ۱۳۲۹ھ)

## حسین

### دس ہزار روپیہ انعام

اہل انصاف غور فرمائیں کہ ہم نے کتب شیعہ سے ۹ حوالہ جات پیش کئے ہیں جن میں سے ہر ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار خور و کلاں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ ہم ان میں سے ہر ایک حوالہ

کے بارے میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ ان میں سے کوئی ایک حوالہ غلط ثابت کر دے۔ تو اسے فی حوالہ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔  
مگر اس اعلان کے ساتھ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ تمام شیعہ اگر مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ تو ہمارا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کر سکتے۔

”فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي وَقُوْدهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اَعَدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ“

اب اہل انصاف ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے جو شیعہ کی کتب معتبرہ حوالہ جات پیش کیے۔ انہیں غلط بھی کوئی ثابت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی رٹ لگاتا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ صحابہ کرام نے عموماً اور بالخصوص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تو اس سے بڑھ کر ضدی ہٹ دھرم اور کذاب کون ہو سکتا ہے۔

**اعتراف:**

بعض شیعہ بحوالہ کنز العمال یہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اس وقت اُسے جب لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے۔

**جواب:**

شیعہ لوگوں نے کنز العمال کی جس روایت سے یہ اعتراف کیا ہے۔ وہ قابل اعتماد نہیں ہے جس کی وضاحت آئندہ طعن میں آرہی ہے ورنہ کنز العمال میں اس کے برعکس موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ۛ

## کنز العمال :-

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهُ فِي مَدْعِيهِ وَقَالَ وَابْتِئَاةً وَاصْفِيَاةً وَاخْلِيلًا-

(کنز العمال جلد ۷ ص ۳۳۸ مطبوعہ مطبعہ

طبع جدید وفاتہ صلی اللہ علیہ

وسلم وما يتعلق بميراثه)

ترجمہ :- ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد

آپ کے پاس آئے اور اپنا منہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر رکھا

(لو سہ دیا) اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہا ۔ یا نبیاء یا صفیاء

یا خلیلہ۔

قائدین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ کنز العمال میں تو صرف یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آئے ۔ اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

چہرہ الور کو بوسہ دیا اور آپ کے فراق اور جدائی کے صدمہ میں وابتیاء واخلیلہ

کہنے لگے ۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے فوراً بعد آپ

تشریف لے آئے ۔ لیکن جن شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد مسجد نبوی میں ہی نہیں آئے ۔ یہاں تک کہ

آپ دفن ہو چکے تھے ۔ تو یہ ان کا صریح جھوٹ ہے ۔ اگر کسی شیعوں جو اُت ہے

تو کثر العمال کے حوالہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ اور نہ انکا انعام حاصل کرے۔  
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس

والنجار لا طاعت للكافرين۔

اگر بغرض محال کثر العمال کی عبارت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے زیادہ  
سے زیادہ دو امور ثابت ہوتے ہیں۔

امراؤل :-

۔ شیخین رضی اللہ عنہما بوقت جنازہ مسجد نبوی سے غیر حاضر تھے۔

امیر دوم :-

صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا کوئی غم نہ تھا۔

تردید امراؤل :-

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے کے  
وقت غائب ہونے کا الزام سراسر باطل اور بے بنیاد ہے۔ اس کی تردید کتب  
شیعہ سے ملاحظہ ہو۔

۱۔ فروع کافی :- غسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے

قَالَ سَيِّمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَتَيْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ  
يَغْسِلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَاتَّخَذَتْهُ يَمَانًا  
صَنَعَ النَّاسُ وَقَدَّتْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ فِي السَّاعَةِ عَلَى مَنَابِرٍ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ .

(۱) - فروغ کافی جلد سوم کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۹

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم

(۲) - فروغ کافی جلد ہشتم صفحہ ۲۲۲ کتاب بارو

طبع جدید تہران

ترجمہ۔

سیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آیا جبکہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے۔ میں نے بتایا کہ لوگوں نے اس وقت یہ کچھ کیا ہے۔ اور میں نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

## ۲۔ احتجاج طبرسی :-

وَقُلْتُ لَعَلِّي عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ يَغْسِلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّ الْقَوْمَ فَعَلُوا كَذَا وَكَذَا وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ السَّاعَةِ لَعَلِّي مَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ۔

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۱۰۶۔ طبع جدید

مطبوعہ نجف اشرف

(۲) احتجاج میری صفحہ ۵۲۔ طبع قدیم مطبوعہ

نجف اشرف۔ فی ما رواه مسلم

بن قیس العلالی عن سلیمان

ترجمہ :- یلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو مہنے یوں یوں کیا ہے اور اس وقت ابو بکر صدیق منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔

### ۳۔ حیات القلوب :-

والیاضا بند حسن از حضرت صادق روایت کردہ اند۔ کہ عباس بخد مت حضرت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند۔ کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم را در بقیع دفن کنند و ابو بکر پیش بایستاد و بر آن حضرت نماز کند۔

وحیات القلوب جلد دوم ص ۱۱۹۸ باب  
شخصت و چہارم حالات بعد از وفات  
سرمد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نیشی  
نامی (لوکسور۔)

(تاریخ روضۃ العقاد جلد دوم ص ۱۲۴)

ترجمہ :- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو در بقیع، میں دفن کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور اس پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنیں۔

## خلاصہ کلام:-

شیعہ حضرات کی ان تین کتب سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریعت سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ لوگوں کا انہوہ مسجد نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔ اور ان سب نے اس پر اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ کو ”بقیع“ میں دفنایا جائے۔ اور آپ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسے اس امر کی اطلاع حضرت عباس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی کہ مسجد نبوی میں جو اجتماع ہوا تھا۔ انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ لہذا یہ الزام سراسر غوثیات ہوا۔ کہ بوقت جنازہ شیعین غائب تھے۔ بلکہ اس وقت مہاجرین انصار کے مجمع میں ان حضرات سے لوگوں نے مشورہ لیا۔ کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر وہاں ہی بنائی جائے۔ جہاں میرا وصال ہو۔ کیونکہ جہاں ہم انبیاء کا وصال ہوتا ہے۔ وہاں ہی ہماری قبور ہوتی ہیں۔

تردید امر دوم:-

وفات رسول پر عمر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو گئے

تالیخ روضۃ الصفا:-

گویند جمعی از صحابہ کہ در مسجد بودند چوں ندید و توہر سوال شیعہ بکبروت حضرت ختمی پناہ از ایشان صادر می شد سراسیمہ و متعرج گشتند۔ چنانچہ ابی



بد رستیک پیغمبر فوت شدہ۔ نشیندہ کہ باری تعالیٰ در کتاب خویش با وی خطاب فرمودہ کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ۔ و همچنین در قرآن مجید و فرمان حمید و ما جعلنا البشر من قبلك الخلد اَفَاثِمَات۔ فھم الخالدون۔ بعد از ان ابو کریم خبر غیر البشری را رفت و ظالمی عمر را تنہا گذارستہ متوجہ ابو کریم شد۔ ابو کریم خطبہ خواند مشعل بر جہد و سپاس باری تعالیٰ و محتوی بر درود و سید کائنات اَنَّا كَاذِبٌ كَذَبْتُمْ مَنْ كَانَ يَعْْبُدُ مُحَمَّدًا اَفَاثِمَاتٌ مُحَمَّدًا اَقْدَمَاتٌ وَمَنْ كَانَ يَعْْبُدُ اللهَ اَفَاثِمَاتٌ اللهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ یعنی ہر کس کہ محمد را می پرستید بد رستیک او وفات یافت و ہر کس کہ خدا را می پرستید بد رستیک او زندہ است و ہرگز غیر دو بعد از اداس کی کلمات آید کہ میر۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاثِمَاتٌ اَوْ قَتِلْ اِنْ قُلْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ مَا نَحْنُ بِمُؤَيَّدِيْنَ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ۔ ہر زبان را مدہ مگر گوید کہ بخدا سو گندہ کہ گویا ایں آید را نشیندہ بودم۔

(۱۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۴۲)

ذکر احوال قائم الانبیاء)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۸ ص ۱۱۴ ذکر وفات)

رسول علیہ السلام بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جو مسجد نبوی میں جمع ہو چکی تھی جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر غور توں کے رونے کی آواز سنی۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ ان میں سے بعض کی قوت گویائی باقی رہی۔ کچھ ویسے ہی چپ سا دھ گئے۔ اور کچھ دماغی عوارض میں گرفتار ہو گئے

اور کچھ بیماری میں دب گئے۔ نقل ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے انتقال کے بعد بلند آواز سے کہہ دیا تھا۔ کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر دو مصعقہ، طاری ہوا ہے۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس وقت تک رہیں گے جب تک منافقین اور جھوٹوں کی زبان کٹ نہیں جاتی۔

ایک قول کے مطابق مرینہ کے منافقین نے کہنا شروع کیا۔ کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہوتے۔ تو فوت نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کو توارزیام سے نکال لی۔ اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ جو شخص یہ کہے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس داروغائی سے اس داروغائی کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ بعض مسلمانوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان سے شبہ پڑا۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ اس دوران اسماء بنت عمیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو غائب پا کر علی سبیل یقین کیا۔ کہ حضور کا انتقال ہو چکا۔ کیونکہ مہر نبوت اٹھالی گئی ہے۔ اس سے ان حضرات کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلہ میں تھے جب اس اندوہ ناک واقعہ کی خبر ملی۔ جلدی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف آئے۔ اور وا محمداہ وا محمداہ، کہہ رہے تھے۔ اور

کہہ رہے تھے۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ روتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے۔ وہاں لوگوں کو پریشان حال دیکھا۔ لیکن کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھے حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی۔ اودھاپ کے بعض اعضاء کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ میرے ماں باپ قربان۔ آپ زندگی اور موت میں کتنے پاکیزہ ہیں۔ پھر باہر نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کہ لوگوں کے اجتماع میں کھڑے کہہ رہے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔ ابوبکر صدیق نے کئی مرتبہ کہا۔ کہ اے عمر! بیٹھ جاؤ لیکن یہ نہ ملے۔ ابوبکر صدیق نے کہا۔ اے مرد خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ نہیں سنا۔ اِنَّكَ يَتَّبِعُكَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَوْمَئِذٍ اَتَىٰ اِسْمُ اِيَّاهُ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) ذائقہ موت چکھنے والا ہے۔ اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید اور قرآن حمید میں یہ بھی آیا ہے۔ ”وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِيْنَ“ ہم نے کسی بشر کو آپ سے پہلے ہمیشہ کے لیے دنیا میں نہ رکھا۔ تو کیا اگر آپ دنیا میں آگئے ہین۔ تو ہمیں نظر میں آگے؟ اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول پر تشریف لائے اور لوگوں نے عمر کو نہا پھوڑ کر ابوبکر کی طرف رخ کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضور پر صلوٰۃ و سلام کے ساتھ خطبہ شروع فرمایا۔ پھر کہا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ناقص تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انتقال کر چکے ہیں۔ اور جو۔ ”رب محمد“ کی بندگی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ اس کے بعد ”وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ“

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا الرُّسُلُ، آیت پڑھی۔ اور ۱۰ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ  
اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، کی بھی تلاوت کی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا  
کی قسم! گویا آج سے قبل میں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

### خلاصہ کلام:-

اس طویل اقتباس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم  
کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا انتہائی صدمہ ہوا۔ اس صدمہ کی وجہ سے  
بعض بیمار ہو گئے۔ کچھ دوسرے گنگ ہو گئے۔ کئی مضبوط الحواس ہو گئے۔ اور اس صدمہ  
کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر کی کیفیت تھی۔ وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرما  
لی۔ لہذا اس صراحت و وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کہہ دے۔ کہ صحابہ کرام کو حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا قطعاً صدمہ نہ تھا۔ اور انہیں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ تو  
اس سے بڑھ کر کذاب اور کون ہو سکتا ہے۔ اور حقانی کو مسخ کرنے کی اس سے بڑھ کر  
اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار



## شعبہ اول

اگر صحابہ محب رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ

میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہوئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد حتیٰ کو آپ کی تجہیز و تکفین سے بھی قبل شیخین نے ”سقیفہ بنی ساعدہ“ میں جا کر ہاجرین و انصار کو اپنی بیعت لینے پر آمادہ کیوں کیا؟ اگر واقعی ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ ہوتا تو سب کچھ بھول جاتے۔ اور اس قسم کی جوڑ توڑ کرتے؟

ازالہ شبہہ:-

ہم پہلی گفتگو میں خود شیعہ کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ تمام مسلمانوں کو ہوا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے روتے حضرت عائشہ کے گھر پہنچے۔ حتیٰ کہ آپ نے مسجد میں بیٹھے صحابہ کرام کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اس اندوہ ناک خبر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فرط محبت میں حضور کے انتقال کی خبر سننا بھی گوارا نہ کی حتیٰ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں آیات قرآن سے تسلی دی۔

یہ بھی گورچکا ہے کہ مسجد نبوی میں جمع شدہ لوگوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خطبہ دیا۔ اور تسلی دی۔ اور اس دنیاوی زندگی کی ناپائیداری بیان کی۔ اسی دوران میں  
بیرہ لوگ مغموم مسجد نبوی میں تھے۔ کہ اچانک خبر آئی۔ کہ انصار ایک مقام پر جمع ہیں  
مذہب خلافت پر بحث کر رہے ہیں۔ اور اپنے خیال میں اپنے میں سے کسی کو اس  
مسئلے کے لیے نامزد کر رہے ہیں۔ تو اس خبر کے پہنچتے ہی مسجد نبوی سے شیخین  
انصار کی طرف چل پڑے۔ تاکہ وہاں جا کر اندازہ لگائیں۔ کہ کیا ہوا ہے۔ اور  
نامزد کرنے کی بات چل رہی ہے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ تھا۔ کہ کہیں اس  
مسئلے کے لیے کوئی نامناسب آدمی نامزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے امت  
مذہب کی لپیٹ میں آجائے۔

جب یہ حضرات وہاں پہنچے۔ تو انصار وہاں جریحہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
کی بیعت کے لیے منتخب کیا۔ ان کے کہنے پر اگرچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار  
دیا۔ لیکن لوگوں نے ”ثانی الثنیں“ کے مصداق ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ہو کر آخری ایام میں خلیفہ نماز مقرر فرمانے کی وجہ سے آپ کے انکار کے باوجود  
بیعت کر لی۔ اور ان میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی نے  
اعتراف نہ کیا۔ اور نہ ہی آپ کی بیعت کو بڑا جانا۔ اس کی تصدیق ”ابن حدید  
نزل شیمی“ نے یوں کی۔

۔۔ ثانی الثنیں الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت

صدیقی پر متفق ہو گئے

ن حدید :-

قَالَ لَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ وَقَالَتِ الْأَنْصَارُ مِثًا أَمِيرًا

marfat.com

Marfat.com

وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ أَخَذَ عُمَرُ بِمِصْرَ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ سَتَيَانِ فِي  
 عَمَدٍ وَاحِدَةٍ إِذَا لَا يَصْلِحَانِ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَهُ هَذَا الثَّلَاثُ  
 ثَانِي أَتَيْنِ إِذَا هُمَا فِي النَّارِ مَنْ هُمَا إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ  
 لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مَعَ مَنْ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ  
 فَبَايَعَهُ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
 وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارِ دِي عَنِ أَبِي بَكْرٍ  
 عَنَ عِيَّاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَظَرَ فِي  
 قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
 وَالسَّلَامُ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَأَمَّطَهَا عَنْ نَفْسِهِ وَ  
 بَعَثَهُ بِرَسُولِيهِ ثُمَّ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْأُمَمِ بَعْدَ قَلْبِهِ  
 فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ  
 وَرِثَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُونَ عَنْ دِينِهِ فَتَمَارَى الْمُسْلِمُونَ  
 حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ  
 سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ عِيَّاشٍ  
 وَحَدَّثَنَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ يُؤَكِّدُوا أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ وَلا يُتَى حَسَنَةً

(ابن حنبل شرح فتح البلاء جلد دوم)

۱۶ طبع جدید مطبوعہ بیروت فی

ذکر اخبار السقیفہ و بیعة الناس

مع ابی بکر بروایت احمد

بن عبد العزیز

تبرہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اور انصار نے کہا۔ ہم میں سے ایک امیر اور تم (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہونا چاہیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور جب وہاں پہنچے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دو تلواریں ایک تیام میں نہیں سما سکتیں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ شیچہ میں تین خصلتیں موجود ہوں۔

(۱) ثانی اثنتین اذہما فی الغار میں ہما ضمیر تثنیہ کا مرجع وہ دو کون ہیں۔

(۲) اذ یقول لمنحبہ میں صاحبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا صاحب ہے۔

(۳) لا تحزن ان اللہ معنا میں تاضمیر تثنیہ جمع شکم سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون شریک ہے۔ (یہ کہ ان تینوں چیزوں سے مراد بلا اختلاف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے) یہ کہہ کر اپنا ہاتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی۔ ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت بڑے آہستہ و جلیل طریقہ سے ہوئی۔

زید بن عبد اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا۔ تو ان تمام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو افضل پایا۔ اور اسے اپنے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے دل کی طرف نظر فرمائی تو ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صحابہ کرام کے دلوں کو افضل پایا۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا وزیر مقرر فرمایا۔ لہذا انہوں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاد کیا۔ پس جس چیز کو مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی اور جسے بُرا کہیں وہ وہاں بھی بُری ہے۔ ابو بکر بن عیاش کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، قرآن کی ولایت اللہ کے ہاں حسین ٹھہری۔

### خلاصہ کلام:-

”ابن حنیفہ معتزلی شیعہ“ کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے، کہ لوگ کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو بیعت کی غرض سے اکٹھا کیا۔ بلکہ حقیقت حال یہ تھی، کہ لوگ پہلے ہی جمع تھے۔ اور خلافت پر گفتگو انجام کو پہنچنے والی تھی۔ کہ اس اجتماع میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اُسے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صائب رائے اور اعلیٰ طور پر صدیق اکبر کی بیعت کر لینے سے سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اگرچہ صدیق اکبر انکار ہی تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کی وجہ اور دلیل ”شافعی اثنبی اذہا فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا“، ایت کو بنایا گیا۔ پھر اسی ”ابن حنیفہ“ نے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کر کے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ چونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت باتفاق تمام مسلمانوں نے کی اس لیے مسلمانوں کا کسی امر کو اچھا سمجھنا دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہوتا ہے۔ تو گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت، اللہ کی پسندیدہ تھی۔ کوئی لاکھ ہزار منائے۔ اور ہزاروں اعتراض کرے۔ اس سے اس خلافت میں برائی اور نقص نہیں آ سکتا۔ کیونکہ رضائے الہی ہی تھی۔

غالباً اسی وجہ سے اب بین الاقوامی قانون بن چکا ہے۔ کہ اگر سربراہ مملکت فوت ہو جائے۔ تو اس کی تدفین سے قبل اس کے جانشین کا تقرر کر لیا جاتا ہے۔ صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے وقت خلیفہ منتخب ہونے میں بے شمار فوائد اور حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ اگر بیعت نہ ہوتی۔ تو بعد میں فوراً ارتداد اور منع زکوٰۃ کے اٹھنے والے فتنے کامیابی سے نہ پکڑے جاسکتے۔ اور ان فتنوں میں اسلام کا باقی رہنا ناممکن تھا۔ اور اس انتخاب کا یہ بھی فائدہ ہوا کہ اگر خلیفہ کے انتخاب سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین و تدفین ہوتی۔ تو اس میں بہت سے اختلافات رونما ہو سکتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے چاہا۔ کہ ہر کام بہترین طریقہ سے طے ہو جائے۔ اور امت میں انتشار و افتراق نہ آنے پائے۔ تو اس نے اپنی مشیت کا اظہار اس طرح فرمایا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب نے بیعت کر لی۔ اور ان کی سرکردگی میں ہر کام بخوبی سرانجام پایا۔

(فاعتبروا یا ولی الابصار۔)



## شبہ دوم صحابہ کی عدم موجودگی سبب کے

جنازہ رسول دُودن مؤخر رہا۔

اگر یہ مانا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے وقت تمام صحابہ کرام موجود تھے۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ کے جنازہ کو دودن تک مؤخر کیا گیا؟ لہذا معلوم ہوا کہ جنازہ کے وقت تمام صحابہ موجود نہ تھے۔

جواب:

حقیقت کا انکشاف

سائل نے جو یہ سمجھا ہے کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اس لیے نہیں ہوا کہ تمام صحابہ کرام جمع نہیں ہوئے تھے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ بلکہ جنازہ تو آپ کا متواتر ہوتا رہا البتہ تدفین میں دودن کی تاخیر ہوئی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حقیقت میں عام لوگوں کے جنازہ کی طرح نہیں تھا ایک وقت چار تحریروں کے ساتھ ایک امام کے پیچھے پڑھا گیا ہوتا کہ یہ ثابت ہو کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بالکل ہوا ہی نہ ہو بلکہ آپ کا جنازہ تو صرف آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا نام

تھا اور اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میرا جنازہ سب سے پہلے میلہ پر وردگار پڑھے گا اور اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنا تو ہمارا ہی طرح دعا مانگنا نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کسی دوسرے خدا سے دعا مانگی ہو جو صریح کفر ہے۔ اور مذکورہ سوال سے تو ایسا یہ ثابت ہوا کہ جب تک تمام صحابہ کرام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس وقت تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی۔ بلکہ تاخیر تدفین کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر تمام صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس جگہ انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہوں گے۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے آپ کا جسدِ نور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھا گیا۔ اور یہاں کہ گذشتہ اوراق میں گورچکا ہے۔ کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ و سلام کی صورت میں آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد دس دس کی گولی آتی واتی اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھ کر چلی جاتی رہی۔

جس حجرہ میں آپ کو رکھا گیا۔ وہ جگہ کے اعتبار سے اتنا ہی کشادہ تھا۔ جس میں بیک وقت دس آدمی آسکتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ اتنی بڑی تعداد بیک وقت نہ حجرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس آسکتی تھی۔ لہذا باری باری پڑھنے کی وجہ سے تدفین میں دؤ دن کی تاخیر ہو گئی۔

### ۱۔ اصول کافی مترجم۔

اس کی تصدیق اصول کافی کے مترجم سید علی حسینی نقوی امرودی نے یوں نقل کی ہے۔

توضیح۔ چونکہ حجرہ رسول میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا اس دس

اُمیوں نے نماز پڑھی۔۔

(اشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۵۷)

ترجمہ: ”علامہ نقوی“ نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ کہ آخر دس دس کی ٹولی جانے کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی کہ حجر میں اس سے زیادہ افراد کے سمانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

لہذا باری باری آنے جانے میں دو دن اور دو راتیں بیت گئیں یہاں تک کہ تمام مہاجرین و انصار بخورد و کلال اور بدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام معتقدین نے نماز جنازہ ادا کر لی۔ بدھ کی رات کا نصف جمعہ گزر چکا تھا کہ آپ کی تدفین ہوئی۔

## حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث

### شیعوں نزدیک علی کی شان اور مرتبہ رسول خدا سے زیادہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء کرام سے بھی بلند و بالا ہے۔ شیعوں حضرات کے امام و مقتدی (امجد علی ابی شہر آشوب، انہ اپنی مشہور تصنیف ”مناقب آل ابی طالب“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کے لیے ایک ”عنوان“ ہی یہ باندھا ہے۔ فَصَّلُ فِي مَسَاكِينِ مَعَ الْيَتَامَى، اور اس عنوان کے تحت مصنف مذکور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چالیس خوبیوں میں مشارکت ثابت کی ہے۔

(مناقب آل ابی طالب جلد سوم مطبوعہ قم طبع جدید ص ۲۶۰)

اسی طرح جو کچھ ”نعمت اللہ جزائری“ نے ”انوار نعمانیہ“ میں لکھا۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بلند مرتبہ ثابت کیا ہے۔ (معاذ اللہ! ملاحظہ ہو۔)

انوارِ نعمانیہ :-

قَدْ رَوَى الصَّدُوقُ طَابَ ثَرَاهُ عَنْ النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وسلم) قَالَ  
أُعْطِيَتْ ثَلَاثًا وَعَلِيَ مُشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلَى ثَلَاثَةٍ  
وَلَمْ يُشَارِكْهُ فِيهَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الثَّلَاثُ الَّتِي  
مُشَارَكْتُ عَلَى قَالَ لَوَاءُ الْحَمْدِ لِي وَعَلِيَ حَامِلُهُ وَأَنْكَوثرُ لِي  
وَعَلِيَ سَاقِيهِ وَالْبَحْتُ وَالتَّارُ لِي وَعَلِيَ قَسِيمُهَا وَأَمَّا الثَّلَاثُ  
الَّتِي أُعْطِيَ عَنِّي وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ  
أَعْطَ مِثْلَهُ وَأُعْطِيَ ذَا طِمَّةٍ الزُّهْرَاءُ زَوْجَتِي وَلَمْ أُعْطَ  
مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَلَدَيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَلَمْ أُعْطَ مِثْلَهُمَا۔

(انوارِ نعمانیہ ص ۳۷ تعظیمِ جبریل علی

علیہ السلام۔ مطبوعہ ایران قدیم۔ ریزہ

صفحوں پر اخذ و لکھا ہوا ہے)

ترجمہ :-

”والصّدوقؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا  
مجھے تین چیزیں عطا ہوئیں۔ اور حضرت علیؑ میں میرے ساتھ شریک ہیں۔  
اور حضرت علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں۔ جن میں میں ان کا شریک نہیں۔ پوچھا گیا  
یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں آپؐ کے ساتھ علیؑ بھی شریک ہیں؟  
فرمایا۔ (۱) اور الحمد مجھے دیا گیا۔ اور علیؑ اس کا اٹھانے والا ہے۔ (۲) کوثر مجھے  
ملی۔ اور علیؑ اس کا ساتھی ہے۔ (۳) جنت و دوزخ مجھے دی گئی اور علیؑ ان

کو بٹھنے والا ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ یہی ان میں میں شریک نہیں۔ (۱) وہ یہ ہیں۔ (۱) انہیں شجاعت دی گئیں۔ مجھے ایسی شجاعت نہیں ملی۔ (۲) انہیں فاطمہ الزہرا جیسی بیوی ملی۔ مجھے ایسی کوئی بیوی نصیب نہ ہوئی۔ (۳) انہیں ڈوبے ہوئے حسن حسین دیئے گئے۔ مجھے ان جیسے بیٹے نہیں دیئے گئے۔

علی مرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہ ہوا۔

شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایسی شان ہے۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شریک نہیں۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک رتبہ و مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہوئے۔ اور حضور ان سے رتبہ میں کم،

تو اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ بڑھ کر کفر اور ارتداد کیا۔ اس لیے تین چار صحابہ کو چھوڑ کر تم سب کے کفر و ارتداد کے قائل بنے۔ تو کیا جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جو مرتبہ و مقام میں تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا کم از کم مساوی ہیں۔ ان لوگوں کو بھی مرتد و کافر کہتے ہو؟

شیعہ حضرات کی کتب اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ شہادتِ جعفر علی رضی اللہ عنہ "کافر" میں ہوئی۔

## خلافت علی میں کوفہ میں بسنے والے کون تھے؟

مجالس المؤمنین :-

”و بالجملہ شیخ اہل کوفہ حاجت باقائدہ دلیل ندارد و سنی یوں کو فی الاصل خلافت اصل محتاج بدلیل است و اگرچہ ابر حنیفہ کو فی باشد۔“

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶۔ مطبوعہ تہران)

ذکر کوفہ

ترجمہ :- خلاصہ کلام یہ کہ کوفہ والوں کا مذہب شیعہ ہونا کسی دلیل کا پابند نہیں۔ یعنی وہ شیعہ الاصل ہیں۔ اور کسی اصل کو فی کا اہل سنت ہونا چونکہ خلافت اصل ہے لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ چاہے وہ کو فی امام اعظم ابر حنیفہ ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ قبیحی اس کوفہ کی مذہبی تصویریں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا گویا یہ شہر پیدا ہی شیعہ کرتا تھا۔ اس شیعہ شہر میں صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت آہوئی۔ اور جب آپ کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو سوائے حسین کی بیسیں اور فرشتوں کے کوئی بھی شریک جنازہ نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :- عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سَمِعَهُ

يَقُولُ لَمَّا قُبِضَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

أَفْرَجَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَنَجَّلَانِ آخَرَانِ حَتَّى

إِذَا اشْتَرَجُوا مِنَ الْكُوفَةِ بَرَكُوها عَنْ أَيْمَانِهِمْ ثُمَّ

أَخَذُوا فِي الْحَيَاتِ حَتَّى مَرُّوا بِهِ إِلَى الْغُرَى فَدَفَنُوهُ

marfat.com

وَسَوَّوْا قَبْرَهُ فَانْصَرَحُوا۔

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵۸ باب ذکر مولد)

امیر المومنین کے آخر میں (کتاب الحجۃ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ تو حسین کربلا میں اور والد مر (فرشتے) جنازہ لے کر نکلے۔ تو چلتے ہوئے کوفہ کو راہ میں طرف چھوڑا۔ پھر یمن کی طرف آئے۔ اور مقام غری میں دفن کر کے ٹوٹ آئے۔ اور قبر کا نشان مٹا دیا۔ (الثانی ترجمہ اصول کافی ص ۵۶۶ بک)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے

کرتوت

جب حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کو دفن کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے۔ تو راستہ میں انہیں ”شیعوں“ نے روک دیا۔ اور پھر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر سے ان لوگوں نے سلوک کیا۔ شیخ مفید اسے بیان کرتے ہیں۔

ارشاد شیخ مفید۔

فَلَمَّا حَقَّقْنَا قَوْمٌ مِنَ الشَّيْعَةِ لَمْ يَشْهَدُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَانْصَرَحُوا  
بِمَا جَرَى وَيَا كَرَامَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَا مِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالُوا  
نَحِبُّ أَنْ تَعْلَمَ مِنْ أَمِيرٍ مَا عَايَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُمْ إِنَّ الْمَوْضِعَ

قَدْ عُنِيَ أَضْرَهُ بِوَصِيَّةٍ مِمَّنْهُ فَمَمَّوْا فَعَادُوا إِلَيْنَا فَتَقَالُوا  
إِنَّمَا احْتَفَرُوا وَاقْلَمَ يَجِيدُ وَاشْتَدَّ

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ص ۱۹ مطبوعہ قم۔)

فی ذکر موضوع قبر امیر المومنین

مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ اصول کافی جلد اول ص ۲۵۹ کتاب الحجۃ

باب مولد امیر المومنین مطبوعہ تہران

طبع جدید)

(۳۔ اعلام الورع ص ۲۰ ذکر موضع قبر

امیر المومنین)

ترجمہ۔

جب ہم جنازہ سے واپس لوٹے۔ تو شیعوں کی ایک جماعت ہمیں  
ملی۔ جس نے جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ ہم نے اُن کو حضرت علی رضی اللہ  
کی عزت و تکریم کے بارے میں آگاہ کیا۔ جس کا ہم معاہدہ کر چکے تھے۔ ہماری  
باتیں سن کر انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی وہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا  
تم معاہدہ کر چکے ہو۔ ہم نے انہیں کہا۔ ہم تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی  
وصیت کے مطابق ان کی قبر کو زمین کے برابر کر چکے ہیں۔ اور اب اس کا کوئی  
نشان باقی نہیں ہوگا۔ (لیکن وہ ضدی نکلے اور ہم سے اس مقام تہذیب  
کی بابت معلومات حاصل کر کے) اُدھر چل پڑے۔ جب واپس پلٹے  
تو انہوں نے اگر ہمیں بتلایا۔ کہ جب ہم وہاں گئے تھے۔ تو ہمیں حضرت  
علی رضی اللہ عنہ کی قبر مل گئی۔ پھر جب ہم نے اُسے کھودا۔ تو اندر

کچھ بھی نہ پایا۔

## خلاصہ کلام۔

”شیخ مفید“ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ کوئی شیعوں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ بلکہ جب حسنین کو عین نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے۔ تو کچھ عداوت میں ملے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ بھی ”شیخ مفید“ نے ذکر کی۔ قبر پر پہنچے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بد شہادت بھی انہیں چہرہ دکھانا گوارا نہ کیا۔

جب بے ادبوں اور ”نام نہاد مہمان اہل بیت“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت نصیب نہ ہوئی۔ اور جب ”مومنوں“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد تدفین نہ دکھانا گوارا نہ کیا۔ یہ لوگ کس منہ سے نبی کو ہم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں یہ احرام لگانے کے قابل ہیں۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ لہذا یہ جو گئے وہ ہو گئے۔

اب شیعوں نے حضرت اپنے فتویٰ کے مطابق یہ بتائیں۔ کہ اس وقت کوئی شیعوں میں سے کوئی کون سا شیعوں سلطان مومن باقی رہا۔ کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کی ہو۔ سب ہوئے کافر و مرتد یا نہ؟

حسین

تمام اہل تشیع کو چیلنج ہے۔ کہ کسی ایک صحیح روایت سے ثابت کر دیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ عین عدو شیعوں نے ہی پڑھی ہو اور ان میں سے کسی ایک نے بھی بتلائیں۔

اگر ایسا کریں۔ تو ان کو دس ہزار درہم انعام پیشی کروں گا۔ اگر ایسا نہ کریں۔ تو پھر وہی راستے ہیں۔ یا تو جس طرح انہوں نے حضور کے صحابہ پر فتوے کفر لگایا۔ ان پر بھی لگائیں۔ یا صحابہ کرام کے بارے میں غلط الزامات سے اپنی زبان کو گام دیں۔ اور سچے دل سے توبہ نہ کریں۔ خدا غفور رحیم ہے۔ اور ان دونوں راستوں میں دوسرا راستہ ہی دین و دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں از کتب خدیجہ

جلال العیون :-

از تعلبی روایت کردہ است کہ ابو بکر بنجد مت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آمد در وقتی کہ مرضی آنحضرت سنگینی شدہ بود و گفت یا رسول اللہ! اجل تو کے خواہد بود؟ حضرت فرمود کہ حاضر شدو است اجل من۔ ابو بکر گفت باز گشت تو کجا است؟ فرمود بسوئے سدرۃ المنتہی و جنتہ الماوی و رفیق علی و عیسیٰ گوارا و جبرہائے شراب قرب حق تعالیٰ۔ ابو بکر گفت ترا کہ غسل خواہد داد فرمود ہر کہ از اہل بیت من نزدیک تر باشد۔ پرسید در چہ چیز ترا کفن کنند؟ فرمود من میں جاہا کہ پوشیدہ ام یا در طلبائے مہینی یا در جاہائے سفید مصری پرسید چگونه بر تو نماز کنند در ای وقت غرویش از مردم برخواست و در رویار بر نہ آمد حضرت فرمود کہ مہر کنید خدا غفور کند از شما چون غسل دہند و کفن کنند

مرا بر تختی بگذازید و اول کسی کہ بر من نماز میکند خداوند عالیاںست پس  
 رخصت می فرمائید ملائکہ را کہ بر من نماز کنند و اول کسی کہ نازل می شود جبرائیل  
 است پس اسرافیل پس میکائیل پس ملک موت پس لشکر مائے ملائکہ ملکی فرد  
 می آیند و بر من نماز میکنند۔ پس شما فوج فوج بایں خانہ درآئید و بر من صلوات  
 فرستید و سلام کنید مرا آنرا کہیند بگریو و فریاد و نال و باید اول کسی کہ از آدیان بر من  
 نماز کند نزد یحیی اہل بیت من باشد بعد از آن زنان و کودکان اہل بیت من و  
 بعد از ایشان مردوم دیگر۔ ابو بکر گفت کہ داخل قبر تو خواہد شد فرمود ہر کہ از اہل بیت  
 من بکن نزدیک تر است با منی چند کہ شما ایشان را نخواہید دید پس فرمود بر خیزید  
 و آنچه گفتم۔ ہدیہ گراں برسانید۔

(جلال الیون جلد اول ص ۱۰۱ بیان کیفیت)

وفات سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم،

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ ۱۔

شعبی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سنگینی  
 ہوئی۔ تو اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 اور عرض کی۔ حضور آپ کس وقت انتقال فرمائیں گے۔ فرمایا میری اجل ابھی  
 ہے۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کی بازگشت کہاں ہے؟ فرمایا سدرۃ المنتہی،  
 جنۃ الماوی، رفیق اعلا، اچھی زندگی اور اللہ کے قرب کی شرب مہور کے  
 گھونٹ۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا وہ جو میرے  
 اہل بیت میں سے مجھ سے زیادہ نزدیک ہے۔ پوچھا کن کپڑوں سے  
 آپ کو کفن دیا جائے۔ فرمایا۔ جو کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں یا نہ،

چادریں یا سفید مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ پھر آپ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی؟ اس وقت لوگوں میں جدائی کے صدمے کی آواز بلند ہوئی۔ اور مدینہ کے درودیوار کا پینے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ صبر کرنا خدا تمہیں معاف فرمائے گا۔ مجھے غسل دینا۔ اور کفن پہنا کر تختہ پر ہی مجھے رہتے دینا۔ سب سے پہلے جو میری نماز جنازہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ سب سے پہلے جب رمل اتریں گے۔ پھر اسرافیل پھر میکائیل پھر ملک الموت۔ ان کے بعد تمام فرشتے بیک مرتبہ اتریں گے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم لڑکیوں کی شکل میں اس گھر آنا۔ اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ مجھے رو کر اور فریاد کر کے دکھ نہ دینا۔ اور مجھ پر مین نہ کرنا۔ انساؤں میں سے میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ ادا کرے۔ جو میرے اہل بیت میں سے میرے زیادہ نزدیک ہو۔ پھر اہل بیت میں سے عورتیں اور ان کے بعد بچے نماز جنازہ ادا کریں ان کے بعد دوسرے افراد آئیں۔ ابو بکر صدیق نے پوچھا۔ آپ کی قبر میں کن داخل ہو گا۔ فرمایا۔ جو میرے اہل بیت میں میرے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کے ساتھ چند فرشتے بھی داخل ہوں گے۔ جنہیں تم نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر فرمایا۔ ابو بکر! اٹھو۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس سے لوگوں کو آگاہ کر دو۔



نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا

کشف الغمہ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى الْأَجَلُ قَالَ قَدْ حَضَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُ الْمُسْتَكِ  
عَلَى ذَلِكَ فَإِنِّي مَا الْمَقْلَبُ قَالَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْهَى وَجَنَّةِ الْمَاوَى  
وَالْإِلَى رَفِيقِ الْأَعْلَى وَالْكَأْسِ الْأَوْفَى وَالْعَيْشِ الْمُنْهَى قَالَ أَبُو  
بَكْرٍ فَمَنْ يَكُنِي عَسَلَكَ قَالَ رِجَالُ أَهْلِ بَيْتِي الْأَدْنَى قَالَ فِيمَ  
مُكَلِّفَتِكَ قَالَ فِي تَيْبَانِي الْهَذِيءِ الَّتِي عَلَى آوٍ فِي حُلَّةٍ تَمَازِيهِ  
حَزْرٍ أَوْ فِي بَيْضٍ هَضْبٍ قَالَ كَيْفَ الْمَلُوءَةُ عَلَيْكَ فَانْزَجَبَتْ  
الْأَرْضُ بِأَنْبِكَاءٍ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ مَهْلًا عَنَى اللَّهُ عَنْكُمْ إِذَا  
خُسِلْتُمْ وَكُنْتُمْ فَبَضَعُونِي عَلَى سِرِيرِي فِي بَيْتِي هَذَا عَلَى  
شَيْفِرِ قَبْرِي ثُمَّ اخْرُجُوا عَنِّي سَاعَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى آوَلُ مَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ ثُمَّ يَأْذُنُ لِلْمَلَائِكَةِ فِي الْمَلُوءَةِ  
عَلَيَّ فَأَقُولُ مَنْ يَنْزِلُ جَبْرِئِيلُ ثُمَّ إِسْرَافِيلُ ثُمَّ مِيكَائِيلُ  
ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي جَنَّتِي وَكَثِيرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ  
يَجْمَعُونَهَا ثُمَّ ادْخُلُوا عَلَيَّ زُمَرَةً زُمَرَةً فَصَلُّوا عَلَيَّ  
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا وَلَا تُؤْذُونَنِي بِتَيْبِكِي وَلَا بِرَشَةِ  
وَلْيَبْدَأِ بِالْمَلُوءَةِ عَلَيَّ الْأَدْنَى فَلَا دُنَى مِنْ أَهْلِ بَيْتِي ثُمَّ  
النِّسَاءُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ ثُمَّ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَنْ يَدْخُلُ  
قَبْرَكَ قَالَ الْأَدْنَى ثُمَّ الْأَدْنَى مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مَعَ مَلَائِكَةٍ لَا

تَرَوْهُمْ قَوْمًا فَادُّوا عِيجًا إِلَىٰ مِنْ وَرَائِكُمْ۔

(کنف الغمہ فی معرفۃ الامۃ جلد اول ص ۱)

فی ذکر مدۃ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ

تہریر طبع جدید

(۲)۔ امالی شیخ صدوق ص ۳۷۶ المجلس

الثانی والتسعون مطبوعہ قمہ بالفاظ مختلفہ

(۲)۔ جلال العمون جلد اول ص ۱۰۸ زندگانی

رسول خدا مطبوعہ تہران

ترجمہ۔ (مرض موت کی ٹیکنیکی کے وقت جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت

میں حاضر ہوئے۔) تو انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ کے انتقال کا وقت

کب ہے؟ فرمایا۔ ابھی۔ ابو بکر صدیق نے کہا۔ اللہ اس پر مددگار ہوگا۔ پھر

پوچھا۔ کس طرف بارگشت ہے؟ فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور فقی

اعلیٰ کی طرف اور عیش گوارا اور شراب حق تعالیٰ کے گھونٹوں کی طرف بارگشت

ہے۔ ابو بکر صدیق نے پھر پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے گھر

والوں میں سے جو زیادہ قریب ہو۔ پھر پوچھا۔ کن کپڑوں میں آپ کو کفن دیا

جائے؟ فرمایا۔ میرے انہی پہنے ہوئے کپڑوں میں یا مینی ریشمی چادر یا سفید

مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ آپ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو اس

پیرزمن ماہی کے رز نے لگی۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مبرا کرنے

کو فرمایا۔ اللہ تم کو معاف کرے۔ جب مجھے غسل دے دیا جائے۔ اور

کفن پہنا دیا جائے۔ تو مجھے میرے گھر میں ہی چارپائی پر رکھا رہنے دیں۔

اور چارپائی قبر کے کنارے پر پڑی ہو۔ پھر کچھ مدت کے لیے مجھے تنہا چھوڑ

دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ میرا سب سے پہلے جنازہ پڑھے گا۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی۔ تو سب سے پہلے جبرائیل آئیں گے۔ ان کے بعد اسرافیل، پھر میکائیل اور ان کے بعد ملک الموت آئیں گے۔ اس کے بعد تمام فرشتے بہت سے شکر و ثناء میں آئیں گے۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد تم ٹوٹی در ٹوٹی آند اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ لیکن مجھے رونے پینے سے تکلیف مت پہنچانا۔ اور میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ پڑھے جو قرأت میں مجھ سے زیادہ قریب ہو۔ پھر گھر کی عورتیں اور بچے نماز ادا کر لیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ آپ کو قبر میں کون ہمارے گا۔؟ فرمایا میرا ہی بیت میں سے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے۔ لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ اٹھو۔ اور میری باتیں ان لوگوں تک پہنچا دو۔ جو تمہارے علاوہ ہیں۔ یعنی یہاں موجود نہیں۔

## مذکورہ دو روایات سے دو باتیں ثابت ہوئیں

### پہلی بات :-

ان دونوں روایات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محرم راز اور گہرا دوست سمجھتے تھے۔ اور یہ تعلق آخری لمحات تک قائم رہا۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیماری کے آخری دنوں میں مخصوص وصیتیں فرمائیں۔ اور زندگی کے آخری ایام و لمحات میں آدمی کسی سطحی دوست کو اپنا محرم راز نہیں بناتا۔ چہ جائیکہ کوہو کہ باز (منافق) پر اعتماد کیا جا سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی موجود تھے۔

اور ان کے علاوہ بھی اہل بیت کے افراد موجود تھے۔ لیکن ان تمام کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا وصیت فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ بنیں گے جیسا کہ ”صاحب فقی“ نے ”واذا استأذنتی الی بعض از واجلہ حدیثاً“ کے تحت لکھا ہے۔ ”میرے بعد ابو بکر صدیق خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق خلیفہ منتخب ہوں گے“ آپ کا یہ فرمان بھی اللہ کی طرف سے تھا۔ اسی لیے آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ میرے بعد میرے تمام امور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی متولی ہوں گے۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس اور حضرت علی دو دیگر حضرات اہل بیت کو چھوڑ کر وصیت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ ان وصایا کا پورا فرمانا آپ کے جانشین کی ذمہ داری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا حجرہ عائشہ صدیقہ میں بننا بھی ان کے حکم سے ہی تھا۔ اور جیسے جیسے آپ نے وصیت فرمائی۔ اسی طرح آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ کسی ایک بھی وصیت میں رد و بدل نہ کیا۔ جن کتب شیعہ سے ہم نے مذکورہ روایات ذکر کی ہیں۔ وہ ان کی قابل قدر اور اہم کتب میں سے ہیں۔

لہذا ان روایات کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ معاذ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے بدخواہ تھے۔ بلکہ ان روایات سے صدیق اکبر کا محبوب ترین اور مقبول ترین شخصیت ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تو ایسے محرم راز، محبوب ترین، قابل اعتبار اور جانثار صدیق کا وقت جنازہ دشمنی کا روپ دھار کر جنازہ میں شرکت نہ کرنا، اسے عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟



## دوسری بات:-

ان روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام مسلمانوں کے جنازہ کی طرح نہ پڑھا گیا۔ کہ اس کی باقاعدہ جماعت ہو تب تک میری کہی جائیں۔ ان میں میت کے لیے دعائے مغفرت ہو۔ اور جو ایک مرتبہ پڑھ لیا گیا۔ تو دوبارہ ضرورت نہیں۔ اور جو رہ گیا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ”صلوٰۃ وسلام“، بھیجتا تھا۔ اور وہ بھی دس دس کی ٹولی آتی رہی اور فارغ ہوتی رہی۔ اور انہوں کی حاضری سے قبل خود اللہ اور اس کے ملائکہ کا اس طرح آپ کی نماز جنازہ ادا فرماتا جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرماتا کہ غسل و کفن کے بعد میری میت کو چند لمحوں کے لیے تنہا چھوڑ دینا، کیا اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بوقت غسل و کفن موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔

پھر آپ کی وصیت کے مطابق پہلے اہل بیت کے مرد و زن اور بچے گان کو نماز جنازہ ادا کرنا تھا۔ اگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور حضور کی اہل بیت کے افراد نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے۔ تو یہ عدم موجودگی خود وصیت کی تعمیل تھی۔

اس کے بعد جب دیگر حضرات کی باری آئی۔ تو بھی ٹولیوں کی شکل میں لوگ آئے۔ اور صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہے۔ جو سب سے پہلی ٹولی آئی اس وقت بعد کی تمام ٹولیاں جنازہ رسول میں شریک نہ تھیں۔ جب دوسری ٹولی آئی۔ تو پہلی موجود نہ تھی۔ کیونکہ وہ حجرہ مقدسہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد شریف تھا۔ اس میں صرف دس آدمیوں کے بیک وقت سمانے کی گنجائش تھی۔ تو ہر دس کی ٹولی کے وقت بقیہ تمام حضرات آپ کی

نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ بلکہ کچھ فارغ ہو چکے تھے۔ اور کچھ اپنی باری کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے دو دن اور دو رات لگاتار ٹولیاں آتی رہیں۔ اور جب تمام انصار، مہاجرین اور مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام مرد و زن فارغ ہو چکے۔ تو آپ کو بمطابق وصیت سپرد خاک کیا گیا۔

ان حالات میں یہ کہنا دشمنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ اس وقت درست ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان دونوں حضرات نے دو دن اور دو رات کے عرصہ میں نہایا کسی ٹولی میں شریک ہو کر بارگاہ رسالت میں ہریرہ صلوٰۃ و سلام پیش نہیں کیا۔ اور اتنے عرصہ میں متواتر غائب رہے۔ اگر کسی معتبر روایت میں ایسی صراحت ہو۔ تو دکھاؤ۔ ورنہ محض ایک مفروضہ اور وہ بھی من گھڑت کی بنا پر بارگاہ شریفین میں یہ گستاخی کہ ان حضرات نے چونکہ نماز جنازہ میں شرکت نہیں فرمائی۔ لہذا یہ خلافت کے حق دار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ بالکل باطل محض اور دور از عقل و دانش بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



# طعن دوم

ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے

## قول مقبول

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَرَّيْشَهُمَا دَفَنَ النَّبِيَّ وَكُنَّا فِي الْأَقْصَارِ فَدَفِنَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا۔

دکنز العمال کتاب الخلفاء

مع الازارۃ من قسور الافعال

جلد ۷ ص ۱۲۰

ترجمہ:

جناب ابو بکر و عمر دفن نبی کے وقت قبر مبارک پر حاضر نہ تھے۔ اور وہ دونوں متقیہ نبی ساعدہ میں قبیلہ انصار میں تھے۔ اور خلافت

کی بنائی کر رہے تھے۔ اور ان کی واپسی سے پہلے ہی رسول پاک کو  
دفن کر دیا گیا۔

اور البدایہ والنہایہ میں اتنا لکھا ہے۔ کہ بیعت ابو بکر و بنی سے پہلے ہوئی  
تھی۔ اور سیرت نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ ابو بکر کو عمر و بنی سے پہلے ہی لے کر چلا  
گیا تھا۔ اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر شام تک مسجد میں بیعت  
لیتا رہا۔ اور دفن بنی سے غافل رہا۔

میرے محترم قارئین! ان عبارات سے تو صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابو بکر  
عمر لا ش بنی کو بغیر غسل و کفن اور جنازہ و دفن کے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور وہ بھی معلوم  
ہے۔ بقول وہاں دوستوں کے روز وفات نبی آسمان سے ایک بلا اتری تھی۔  
اور اس نے ابو بکر و عمر کو کہا تھا۔ تم جنازہ رسول کو چھوڑ دو۔ اور حاکم بناؤ۔ ورنہ میں  
تمہیں کھا جاؤں گی۔ چونکہ نبی کریم تو پہلے وفات پا چکے تھے۔ اور ابو بکر و عمر اگر  
اس آفت و بلا کا کھانا نہ مانتے تو وہ ان دونوں کو کھا جاتی۔ بس پھر مسلمانوں کے  
پاس کیا رہ جاتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہوں نے جنازہ رسول چھوڑا تھا۔

د قول مقبول فی اثبات وحدۃ نبوت

الرسول ص ۵۵۰ مطبوعہ ماڈل

ٹاؤن لاہور

جواب اول:

طعن کی عبارت کی سند پر جرح

”کثیر العمال“ سے منقول حوالہ کی تلاش میں ہم نے بہت محنت اور  
marfat.com

کاوش کی۔ کیونکہ کسی کتاب کے حوالہ کو نقل کرنے سے وقت اس کی جلد نمبر اور صفحہ کھ دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی طباعت جدید و قدیم کا بھی تذکرہ ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ہر مرتبہ کتاب جب نئی چھپتی ہے۔ تو اس کے صفحات میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مذکورہ صفحہ پر تو ہمیں عبارت نہ مل سکی۔ لیکن شکر ہے کہ مل گئی روایت ملنے کے بعد ہم نے اس کے مالہ اور ما علیہ کو دیکھا۔ کتاب مذکور میں اس کی سند مفقود ہے۔ نجفی کے بقول رجواں نے ماتم اور صحابہ میں ذکر کیا، کوئی روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کی سند اور وہ بھی صحیح نہ ہو۔ اور مزید یہ کہ وہ تارضی سے خالی ہو۔ لہذا سند مذکور نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت قابل استدلال و حجت نہیں۔ طعن کا جواب اتنا بھی کافی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ اس روایت کی سند ہمیں ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں ملی۔ اسی کی طرف کثیر العمال میں ”ش“ کی علامت موجود پائی۔ روایت کی سند سامنے آنے کے بعد اس کے رجال کو دیکھا۔ تو راوی ہشام میں کچھ جرح پائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## ہشام بن عروہ پر جرح

### تہذیب التہذیب

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ رَأَيْتُ مَالِكَ ابْنَ أَنَسٍ  
فِي التَّوْمِ مَأْتَهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فَقَالَ  
إِنَّمَا مَا حَدَّثَ بِهِمْ وَهُوَ عِنْدَنَا فَلَهُوَ أَيْ كَأَنَّهُ  
يُصَحِّحُهُ وَمَا حَدَّثَ بِهِ بَعْدَ مَا تَحَرَّجَ مِنْ

عِنْدَنَا وَكَانَتْ يُوْهِنُهُ..... وَقَالَ يَعْقُوبُ  
 بَنُ شَيْبَةَ ثِقَةٌ ثَبَتَ لَمْ يُتَكْرَمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ إِلَّا بَعْدَ  
 مَا صَارَ إِلَى الْعِرَاقِ..... وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ كَانَ  
 مَا لَكَ لَا يَرْمُضَا وَكَانَ هَشَامٌ مُدَوَّقًا تَدْخُلُ  
 أَخْبَارَهُ فِي الصَّبَاحِ بَلَعْنِي أَنْ مَا لِكَ أَنْ تَقْرَعَ عَلَيْهِ  
 حَدِيثُهُ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ قَدِمَ الْكُوفَةَ ثَلَاثَ  
 مَرَّاتٍ قَدْ مَسَّ كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ  
 سَمِعْتُ عَائِشَةَ سَمِعَ مِنْهُ بِأَخْرَجَهُ وَكَيْفَ وَأَبْنُ  
 جُمَيْلٍ..... وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ تَغَيَّرَ  
 قَبْلَ مَوْتِهِ وَلَعَنَ نَزْلَهُ فِي ذَلِكَ سَلَفَاهُ.

دقیبیب التہذیب جلد ۱۱

ص ۵۰، ۵۱ حروف الہاء مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید کاہنا ہے۔ کہ میں نے امام مالک بن انس کو خواب  
 میں دیکھا۔ اور ہشام بن عروہ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔  
 جو امام دیث اس نے ہمارے پاس ہوتے ہوئے بیان کیں وہ  
 گویا صحیح تھیں۔ اور جو امام دیث ہم سے علیحدہ ہونے پر ذکر کیں۔ وہ  
 کمزور تھیں۔ یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا۔ اور کسی چیز کا انکار  
 نہ کیا۔ لیکن عراق چلے جانے کے بعد اس کے متعلق ان کی رائے  
 تبدیل ہو گئی۔

ابن خراش کا کہنا ہے۔ کہ امام مالک اس ہشام کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ صدوق تھا۔ اور اس کی روایات ”صحیح“ تھیں۔ لیکن عراقی ہوجانے کی وجہ سے امام مالک نے اس پر جرح بھی کی۔ کو ذمہ ہشام تین مرتبہ آیا۔ پہلی مرتبہ آیا۔ تو کہا۔ کہ مجھے میرے باپ نے کہا اور اس نے حضرت عائشہ سے سنا۔ دوسری دفعہ اسی کو یوں بیان کیا مجھے میرے باپ نے کہا۔ اور کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی۔ (یعنی پہلی سمعہ اور دوسری مرتبہ حدّ ثنیّ وَاخْبَرْنِی کے لفظ کہے) اور تیسری مرتبہ یوں کہا۔ کہ میرے باپ نے کہا۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی اور ابن نمیر نے سنا۔ اور انہوں نے سن کر مجھے بتایا..... ابوالحسن اور قطان کا کہنا ہے۔ کہ ہشام فوت ہونے سے پہلے بدل گیا تھا۔ ایسی تبدیلی ہم نے اس سے قبل نہ دیکھی تھی۔

تہذیب التہذیب کی تحقیق سے ثابت ہوا۔ کہ ہشام بن عمرو کی روایات دو طرح کی ہیں۔ عراقی جانے سے قبل کی اور عراق جانے کے بعد کی۔ اول الذکر تو صحیح اور مستند ہیں۔ لیکن مؤخر الذکر پر جرح ہے۔ جس کی ایک جھلک خود صاحب تہذیب التہذیب نے دکھلائی۔ اس تحقیق کے سامنے آنے کے بعد مذکور روایت جو نجفی نے پیش کی ہے۔ اس کو دیکھا۔ چونکہ اس کا راوی ابن نمیر ہے۔ اور ابن نمیر سے روایت ہشام نے قیام عراق کے دوران کی۔ لہذا یہ روایت من جملہ اُن روایات کے ایک ہے۔ جو ہشام کے عراق جانے کے بعد کی ہیں۔ چونکہ اس دوران کی روایات مجروح ہیں۔ لہذا روایت مذکورہ قابل استدلال اور ہمارے خلاف حجت نہ بن سکی۔ اور نہ ہی اس میں اتنی قوت کہ اس سے یہ تصدیق ہو کہ رضی اللہ عنہ اور عمار فاروقی کے بے پردہ بات جو نجفی نے اس کے حوالہ سے پیش کی ثابت

ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت مذکورہ از روئے نقل بھی مجرح ہے

## جواب دوم:

کنز العمال کے حوالہ سے نخعی نے یہ ثابت کیا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مکمل ہونے تک بلکہ اس کے بعد تک ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما مسئلہ خلافت میں الجھ رہے۔ اور اس الجھن کی وجہ سے وہ دونوں نہ تو آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور نہ تدفین کے وقت موجود تھے، اور البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے ثابت یہ کیا گیا کہ ”مسئلہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ لیکن فراغت کے باوجود یہ دونوں صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ و دفن میں شریک نہ ہوئے۔

ان دونوں حوالہ جات کے فدیہ ثابت کردہ امور میں ٹکراؤ موجود ہے اول الذکر حوالہ سے ثابت کردہ امر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد تک مسئلہ خلافت حل نہ ہوا تھا۔ اور مورخ الذکر کے مطابق جنازہ اور تدفین سے قبل یہ مسئلہ ہو چکا تھا۔ اب تعارض کی صورت میں کیا ہونا چاہیئے لیکن نخعی کو اپنے ثابت کردہ امور میں محو ہونے کی وجہ سے اس طرف خیال ہی نہ گیا۔ چلو اسے چھوڑ دیئے۔ البدایہ والنہایہ میں مذکور مقام اور معاطہ کو دیکھ لیا جائے۔ وہاں اس کی کیا نوعیت مذکور ہے۔

## البدایۃ والنہایۃ:

قُلْتُ كَانَ لِمَا فِي بَقِيَّةِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَلَمَّا  
كَانَ الْعَدُوُّ مَيِّحَةً يَوْمَ السَّلَاثَا اجتمع الناس

فِي الْمَسْجِدِ فَتَمَّتِ الْبَيْعَةُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ قَاطِبَةً وَكَانَ ذَلِكَ قَبْلَ تَجْهِيزِ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... وَهَذَا أَصَادُ  
صَحِيحٌ مَحْفُوظٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي نَضْرَةَ الْمَنْذَرِيِّ  
مَالِكِ بْنِ قُطَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ مَالِكِ بْنِ  
سَنَانَ الْخُدْرِيِّ وَفِيهِ فَايِدَةٌ جَلِيلَةٌ وَهِيَ  
مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ -

(البداية والنهاية جلدہ

ص ۲۸۸، ۲۸۹/۱ احترامات سعد

بن عبادہ بصحت ما قالہ

المصديق الخ طبع قدیم -

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا  
واقعہ بروز پیر ہوا۔ اسی دن پچھلے پہر سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو  
بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا معاملہ طے ہوا۔ اور پھر دوسرے  
دن بروز منگل تمام مہاجرین و انصار نے مکمل طور پر ان کی  
بیعت کر لی۔ اور یہ تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا ہرگز سے  
قبل ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت  
عام کے بعد منبر نبوی پر بیٹھ کر حاضرین کو بغور دیکھا۔ تو حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ آئے۔ ان کے بارے میں آپ  
نے پوچھا۔ چنانچہ کچھ آدمی اٹھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کو ساتھ لے کر مسجد میں آگئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ نے بھی ابو بکر کی بیعت کر لی۔۔۔۔۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

”البدایۃ والنہایۃ“ کی درج بالا عبارت سے بخفی کے اس فریب کی نقلی کھل گئی۔ جو اس نے بڑے طمطراق سے کہا تھا۔ کہ کنز العمال کی روایت کے مطابق مسئلہ خلافت کے ختم ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین ہو چکی تھی۔ اذروئے درایت اس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہی بقا ہوئے۔ وہ پیر کا دن تھا۔ اور اسی دن پچھلے پیر سقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پر کچھ اختلاف ہوا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ اور وہاں دونوں تشریف لے گئے۔ ان دونوں کی کاوشوں سے معاملہ یہ طے ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ اسی روز دن ڈھلے خاص لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔ یوں پیر کا دن گزر گیا۔ صبح بروز منگل تمام مہاجر و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت مامم ہوئی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تدفین نہ ہوئی تھی۔ بلکہ غسل دینے کے بعد آپ کو مجروح شریفہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ کے حجر اقدس میں داخل ہوتے اور درود و سلام پیش کر کے باہر آ جاتے۔ پھر دوسری ٹولی داخل ہوتی اور اسی طرح صلوة و سلام کے بعد وہ بھی باہر آ جاتی۔ ان داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے اندر جانے والے ابو بکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھے۔

مکمل کا دن گزرنے پر رات کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل

میں آئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نہ تو آپ کی نجین میں شامل تھے۔ نہ جنازہ میں اور نہ ہی دفن کرتے وقت موجود تھے کوئی ذی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ البتہ یہ والنہایہ کی عبارت نے تو نجفی کی ماں مار ڈالی۔

### جواب سوم:

کتب شیعہ میں بالوضاحت یہ مسئلہ موجود ہے۔ کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق سب سے پہلے بادشاہ وقت کو ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب شیعہ سے حوالہ جات ”سیدہ فاطمہ بنت رسول“ کی بحث میں ہم بیان کر چکے ہیں بطور خلاصہ تحریر ہے۔

### فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا  
حَضَرَ الْإِمَامَ فَلْيُؤَاخِذْ النَّاسَ بِالصَّلَاةِ وَعَلَيْهَا

(جلد سوم ص ۷۸ مطبوعہ

مہران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب امام موجود ہو۔  
تو نماز جنازہ پڑھانے کا اُسے سب سے زیادہ حق ہے

‡

## قرب الاسناد

قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَوَالِي اَحَقُّ بِالصَّلَاةِ  
عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّهَا

دس ۲۱۰ جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کا بارشما  
ولی سے بھی زیادہ حق دار ہے۔

## مقاتل الطالبین

عَنْ أَبِي الْحَازِمِ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ  
بْنِ الْعَاصِ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ  
وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنْكَاسَتُهُ مَا قَدَّمَكَ

مقاتل الطالبین۔ ص ۶۷ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

بروایت ابی حازم ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے  
بھائی امام حسن کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو  
مصلیٰ پر کھڑے ہونے کو کہا۔ اور پھر کہا۔ اگر اس طرح اسلامی  
طریقہ نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں اُگے نہ کرتا۔

## قرب الاسناد

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا تَوَفَّيْتُ  
 أُمَّ كَثُومٍ بِنْتَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَمَوَاطِنُ يَوْمَئِذٍ  
 عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عِطِي عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ كَوَلَا الشَّيْءَ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّي  
 عَلَيْهَا۔

(جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ام کثوم بنت علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مروان بن الحکم نماز جنازہ پڑھانے  
 کے لیے نکلا۔ کیونکہ وہ ان دونوں مریدہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو دیکھ  
 کر امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا تو میں مروان کو  
 ام کثوم کا جنازہ پڑھانے کی اجازت دیتا۔

شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ نے دیکھا۔ کہ وقت کے بادشاہ  
 امیر اور والی کو میت کی تجویز و تکلیف وغیرہ پر زیادہ اختیار ہوتا ہے۔ اس قانون  
 کے پیش نظر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ تو  
 ان تمام باتوں کا آپ کو زیادہ حق تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 نیابت اور خلافت آپ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ  
 کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ان کی مرضی اور حکم کے بغیر تجویز و تدفین ہوتی۔ لہذا

معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہوا۔  
 ”قرب الاسناد“ کی روایت اگر نجی کے پیش نظر ہوئی۔ تو وہ یہ اعتراض نہ  
 طعن ابو بکر صدیق کی طرف ہرگز منسوب نہ کرتا۔ شیعہ لوگ مروان بن الحکم کو دوسرا  
 یزید شمار کرتے ہیں لیکن امام حسین نے اپنی ہمشیرہ ام کلثوم کی نماز جنازہ کلاسے  
 امام بنایا۔ اور کہا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا الخ یعنی امام وقت یا حاکم و خلیفہ سے  
 جنازہ کی نماز پڑھوانا اگر سنت نہ ہوتا تو اس کو اگے نہ کرتا۔ خدا سوچئے۔ امام عالی  
 مقام نے والی اور امام سے نماز پڑھوانے کو ”سنت“ کہا۔ اس سے مراد کس  
 کی سنت ہے۔ یا حضرت علی المرتضیٰ کی سنت۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے  
 سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ وقت کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق سے  
 پڑھوائی تھی۔ اور اگر سنت رسول مراد ہے۔ تو وہ یہ کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نماز جنازہ  
 (جو صلوٰۃ و سلام تھی۔ ابو بکر صدیق کے حکم سے ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ منگل  
 کو بیعت ملہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد فجر کی رات کو تجہیز و تکفین وغیرہ کے  
 تمام امور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ادا کیے گئے۔  
 (فاختبر و ایما اولی الابصار)

## بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت و اقیانوس حقیقت سیدی سندی

حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کینیا نوالہ شریف؛ ضلع گوجرانوالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک کو شیعہ لوگوں کا موردِ طعن بنا کر صحابہ کو ملعون کرنا بڑی ہی قبیح غیبت ہے۔ چنانچہ وہ ان پڑھوں کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ کتب اہل سنت میں تو آپ کے جنازہ مبارک کے متعلق تو کوئی یہ اختلاف نہیں کہ صحابہ نے پڑھا یا نہیں لیکن اگر کتب شیعہ کو مد نظر رکھ لیا جائے تو پھر بھی صحابہ کرام پر یہ الزام کسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ شیعہ کتب میں یہ موجود ہے کہ ولی میت کی موجودگی میں حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

‡

## فروع کافی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا  
حَضَرَ الْإِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ حَقُّ النَّاسِ  
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا.

(فروع کافی کتاب الجنائز صفحہ نمبر ۱۷۷)  
مطبوعہ تہران جدید

## ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ جب امام  
(حاکم وقت) جنازہ پر حاضر ہو تو اس کی نماز پڑھانے کا حق سب سے  
زیادہ اسی کو ہے۔

## قرب الاسناد میں ہے:

الْوَالِي أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّيْهَا.

(قرب الاسناد جلد دوم۔ باب من  
احق بالصلاة على الميت  
ص ۲۱۰۔ تہران جدید)

## ترجمہ

حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا حق ولی میت سے بھی زیادہ رکھتا  
ہے۔



## مقاتل الطالبین میں ہے:

عَزَّ اَبْنِي حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ  
بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ  
وَقَالَ قُلُوْا لَا اَنْتَهَا مَسْنَهُ مَا  
قَدَّمَ مُتَكَ.

(مقاتل الطالبین ص ۷۷ ذکر حسین بن علی)

## ترجمہ:

ابو حازم سے روایت ہے کہ امام حسینؑ نے امام حسنؑ کا جنازہ پڑھانے  
کے لیے (گور زمین) سید کو آگے کیا اور کہا اگر یہ سنت نہ ہوتی۔ تو میں  
تمہیں آگے دے دیتا۔

## قرب الاسناد میں ہے:

لَمَّا تُوَفِّيَتْ اُمُّ كَلثُومٍ مَرِيئَةُ امِيرِ  
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَخْرُجُ مِرْوَانَ بْنَ  
الْحَكَمِ وَهُوَ امِيرٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ  
فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ لَوْلَا الشُّعْهُ  
مَا تَرَكَتُهَا تُصَيِّتُ عَلِيَّهَا.

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ: جب ام کلثوم بنت علیؑ مر گئیں رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مروان بن الحکم

نے جو ان دنوں امیر مدینہ تھے۔ نماز جنازہ پڑھائی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو اسے اُگے نہ ہونے دیتا۔

## الحاصل:

کتب شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ اصول سامنے آیا کہ میت کے وارث کی موجودگی میں بھی وقت کا حاکم جنازہ پڑھانے کا حق دار زیادہ ہے۔ اس اصول کے مدنظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ کیفیت سامنے آتی ہے کہ آپ کا جنازہ محض آپ پر درود و سلام پڑھنا تھا۔ کچھ بھی ہو بہر حال وہ حضرت ابو بکر صدیق کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ پیر کے دن نبی صلیہ السلام کا وصال اور اس کے فوراً بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنے اور بدھ کو تدفین ہوئی اسی لیے اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی پہلی صف میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیعہ کتب سے کھری کھری عبارتیں چند ایک ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہماری نماز جنازہ جیسی نہ تھی اور وہ کیا تھی یہ بھی سامنے آجائے گا۔

اصول کافی میں جو شیعہ فرقہ کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ امام باقرؑ سے سوال کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے تھی۔ فرمایا

لَسْنَا عِندَهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَكُنْتَهُ شَقْمًا آذَخَ عَلَيْهِ عَشْرَةٌ فَنَدَارُوا  
حَوْلَهُ شَقْمًا وَقَفَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي  
وَسْطِهِمْ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى

النَّبِيِّ الْإِذْ يَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ أَهْلُ  
الْمَدِينَةِ وَ أَهْلُ الْعَوَالِي.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵ کتاب الحجۃ)

باب مولانا علی رضی اللہ عنہ وسلم)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو غسل و کفن دے دیا تو دس  
آویسوں کو حجرے میں (وہ حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رحمہا کا تھا) داخل کیا خود ان  
کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ان اللہ و ملائکتہ (آیت پڑھی)  
لوگ بھی آپ کے ساتھ ساتھ وہی درود شریف پڑھتے جاتے۔ بتاؤ کیا تمام اہل  
مدینہ اور اس پاس والوں نے آپ کا جنازہ یعنی درود شریف پڑھا۔

اصول کافی ۱

عَنْ ابْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَتْ  
الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ  
فَتَوَجَّاهُ تَوَجًّا.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵ کتاب الحجۃ)

باب مولانا علی رضی اللہ عنہ وسلم)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا  
وصال ہوا تمام فرشتوں تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج

آپ کا جنازہ (یعنی درود شریف) پڑھا۔

شیعہ فرقہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

فَلَمَّا قَرَعْنَا مِنْ ذَلِكَ صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ مَنْ  
بَايَعَ وَمَنْ لَمْ يُبَايِعْ .

(احتجاج طبرسی ص ۹۴ جلد اول)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ اور لوگ بھی آپ پر درود شریف  
پڑھنے رہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے  
والے اور (وقت کی کمی کے باعث) بیعت نہ کرنے والے سبھی شامل  
تھے۔

اس لیے میں آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف کے تمام متوسلین کو اطلاع کرتا ہوں  
کہ جس شخص کا ذہن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صاف نہیں اور وہ ان کی ذات کو موردِ  
ظلم بناتا ہے اس کا ہمارے آستانہ عالیہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کی  
روز قیامت بخشش ہوگی۔

کیونکہ ان حضرات کے متعلق مولیٰ کریم جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ  
وَقَاتَلَ ۖ أُولَٰئِكَ لَآتَيْنَهُمْ مَرَجَةً مِّنَ  
الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِن بَعْدِ مَا فَاتُوا الْوَكُوفَ

وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنَ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرٌ

(شاہ سوئیؒ پارے۔ الحدید۔ آیت ۹ تا ۱۱، رکوع سولیس)

ترجمہ:

”تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خریج اور جہاد کیا اور

وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خریج

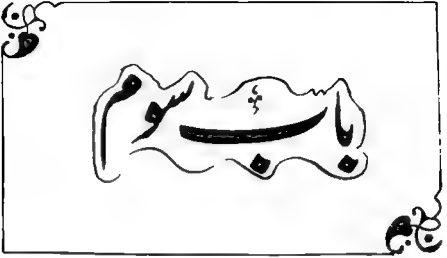
اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں“

اس سے جو مختلف سمجھے وہ حق پر نہیں۔ کہ وہ روایت ہے اور یہ آیت ہے۔ لہذا

روایتوں کو چھوڑ کر آیتوں پر عمل کرو۔ اللہ کی آیتیں سچی ہیں۔

سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین

استاذ عالیہ حضرت کینیا لوالہ شریعت



## باب سوہ:

### مناقب اہل بیت

عقائد جعفریہ کی جلد چہارم .... کی ترتیب و تالیف کے وقت خیال آیا۔ اس حصہ میں اہل تشیع کے اس خیال کی تردید بھی ہو جائے۔ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرات اہل بیت کرام کے حقیقی محبوب اور نام لیوا ہم اہل تشیع ہی ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کا صرف دعویٰ اسی ہے۔ انہیں اہل بیت کرام سے کوئی محبت اور تعلق نہیں۔ اور اس کا ثبوت وہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہم نے تحفہ جعفریہ کے مختلف مقامات پر اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کا محبت اہل بیت کا دعویٰ صرف ایک زبانی صحیح خروج ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں عقائد جعفریہ کی پہلی جلد قابل مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع محبت اہل بیت کی بجائے اس کے برخلاف اور دشمن ہیں۔ اسی طرح تحفہ جعفریہ کی دوسری، تیسری اور چوتھی جلد میں ہم اہل سنت پر کیے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر یہ تحریر کر رہے ہیں۔ کہ ہماری کتب معتبرہ میں حضرات اہل بیت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ کیا اس سے ان کی شان کی رفعت و عظمت بیان ہوئی ہے۔ اس کا مقصد ہم بتا دینا کہ پڑھتی چھوڑ دیتے ہیں۔ مناقب اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا کتب معتبرہ سے تذکرہ کیجئے۔



مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

## فصل اول

آپ کی کنیت، حلیہ اور آپ کے اسم گرامی

کا بیان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی دور جاہلیت اور دور اسلامی میں ”علی“ ہی تھا۔ تقریباً پانچ برس خلیفۃ المؤمنین بنے رہے۔ اور تریسٹھ برس کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کئی کنیتیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کنیت کی وجہ موجود ہے۔ ”ابو الحسن“ اس لیے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے فرزند کبیر تھے۔ ”ابو ریحان“ یعنی دو خوشبوؤں والے بایں وجہ کے کہ حسین کریمین دونوں ”ریحان“ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ”ابو تراب“ نکلا۔ تو اسے بھی کنیت بنالیا۔ بلکہ سب سے زیادہ اسی کو استعمال فرمایا۔ اُس کنیت کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ بخاری شریف کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص جناب سہل بن سعد کے پاس آیا۔ اور کہا۔ کہ فلان آدمی حضرت علی المرتضیٰ امیر مہاجر کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتا ہے۔ اور

وہ بھی برسرِ منبر پوچھا۔ کیا کہتا ہے؟ بتلایا گیا۔ کہ آپ کو ”ابو تراب“ کہتا ہے۔ یکن کر جناب ہل فس دیے۔ اور فرمایا۔ یہ نام (کنیت) تو انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ نام سب ناموں سے زیادہ محبوب تھا۔ ابو حازم کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے جناب ہل بن سعد سے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ فرمانے لگے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ واپس لوٹے۔ تو مسجد میں لیٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے پوچھا۔ فاطمہ! تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا مسجد میں یکن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ چادر ان کے جسم سے اتر گئی ہے۔ اور ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر سے مٹی جھاڑتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اے ابو تراب! اٹھو آپ نے دوسرے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۵ پارہ چودہ منتخب

علی مطبوعہ آلام بدع کراچی

۲۔ ریاض النضر جلد سوم ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت

بیج جدید

### ریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علیہ شریف۔ آپ میانہ قد، موٹی موٹی اور سیاہ آنکھیں، چودھویں رات کے چاند ایسا حسین چہرہ

اور دراز شکم تھے۔ سید تہجدی کا کہنا ہے۔ کنچن میں ہم چند ساتھی بازار میں  
 پکڑا بیچا کرتے تھے۔ اور اس دوران جب ہم کہیں حضرت علی المرتضیٰؑ نظر  
 آتے۔ تو ہم انہیں ”نواک اشکھ“ کے الفاظ کہہ کرتے۔ ایک مرتبہ اپنے  
 ہم سے پوچھا۔ جو لفظ تم مجھے دیکھ کر کہتے ہو۔ اُس کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے  
 کہا۔ کہ بڑے پیٹ والا۔ فرمایا۔ ہاں پیٹ بڑا ہے۔ اس کے اوپر والے حصہ  
 میں علم اور نیچے کھانا ہے۔ آپ کے کندھے چوڑے اور کندھوں پر چھوٹی سی  
 ہڈی دکھائی دیتی۔ جیسے خوشخوار درندے کی ہوتی ہیں۔ گوشت کی فراوانی  
 کی وجہ سے کلائی اور بازو کا جوڑ معلوم نہ ہوتا تھا۔ مضبوط بازو، سخت تریں  
 ہاتھ، بلند گردن جیسا چاندی کی مڑھی اور سر کے بال نہ ہونے کے برابر صرف  
 پچھلی جانب تھوڑے سے بال تھے۔

ابوسعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے  
 وقت سر کا مسح کرنے کے لیے عمامہ اتارتے دیکھا۔ آپ کے سر انور  
 کی کیفیت یہ تھی۔ کہ جیسا کہ میری ہتھیلی ہے۔ کہیں کہیں بالوں کے خطوط  
 نظر آتے تھے۔ قمیس ابن جوادہ کا کہنا ہے۔ کہ میں طلب علم میں مدینہ منورہ  
 آیا۔ ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اس کے سر کے بالوں کی دو فیڈ جیاں سی ہیں۔  
 اور دو چادریں اوڑھے ہوئے تھا۔ اور اپنا ایک ہاتھ حضرت عمرؓ کے کتاب  
 کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ جواب  
 ملا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ ہیں۔

دریاض النضرۃ جلد سوم ص ۷۰، ۱/ انفصل

اثاث فی صفۃ، مطبوعہ بیروت

ملع جدید

marfat.com

خونٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر اور کمرے بارے میں روایت بالائیں جن دو ٹیڈھیوں کا ذکر آیا۔ اس سے مراد گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی ٹیڈھیاں نہیں۔ بلکہ چند بالوں کا مجموعہ جو گندھے بغیر لٹک رہا ہو۔ وہ مراد ہیں۔ اس لیے ”علی کے ٹنگ“ اپنی گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی ٹیڈھیوں کو ”سنت علی“ کہنے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔



## فصل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام  
قبول کرنے کے متعلق حوالہ جات

### مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
بروزِ سوموار اعلانِ نبوت فرمایا۔ اور صرف ایک دن بعد یعنی شگل کے  
دن میں طلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

(۲۔ ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

(۳ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۲۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

نیز اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ سبقت لے جانے والے تین اشخاص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے جناب یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے صاحبِ یسین جناب حبیب نجار کہ جن کا سورہ یسین شریف کے دوسرے رکوع میں تذکرہ ہے۔ اور میری طرف سبقت کرنے والے علی المرتضیٰ ہیں۔

(۱۔ ریاض النضرہ جلد ۱ ص ۱۱۰ اذ ذکر

انہ اقل من اسلم)

(۲۔ مواہق محرقہ ص ۲۵ مطبوعہ بیروت)

### ریاض النضرہ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد اسلام لانے والے علی المرتضیٰ ہیں۔ اس حدیث کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر کا کہنا ہے۔ کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ اس پر کسی نے جرح نہیں کی۔ لیکن یہ حدیث اُس حدیث کی معارض ہے۔ جس میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بتلائے گئے ہیں۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہوگی۔ کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے صدیق اکبر ہیں۔ اسکی تائید حضرت مجاہد نے

جی کی ہے۔ ابن عباس ہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار خوبیاں ایسی ہیں۔ جو دوسرے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اُن میں ایک یہ ہے۔ کہ عربی ٹہنی تمام لوگوں سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے یہ ہیں۔

عقیف کندی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں تاجر تھا۔ اور حج کے دنوں میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے پاس مال خریدنے کے لیے حاضر ہوا۔ کیونکہ وہ بھی تاجر تھے۔ میں منے میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور قسیمہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریب ہی خیمہ سے نکلا۔ اور نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک عورت نکلی اور اُس نے اُس مرد کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک لڑکا نکلا۔ اُس نے پیچھے اگر نیت باندھ لی۔ عقیف کندی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان اشخاص کے بارے میں حضرت عباس سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا۔ کہ سب سے پہلے نکلنے والے محمد بن عبد اللہ میرے بھتیجے ہیں۔ عورت ان کی بیوی خدیجہ نامی ہے۔ اور لڑکا ان کے چچا ابوطالب کا بیٹا ”علی“ ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس نے کہا۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ”جناب محمد بن عبد اللہ“ اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں۔ اس وقت تک ان کی نبوت کو ماننے اور ان کی اتباع کرنے والے یہی دو فرد ہیں۔ یعنی ایک عورت جو ان کی بیوی ہے۔ اور دوسرے حضرت علی جو ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اُنے

گا۔ کہ قیصر و کسری کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔

(۱)۔ ریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۲)۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ باب

اسلام رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت۔

(۳)۔ کنز العمال جلد ۱۲ فضائل علی مطبوعہ

عربیہ طبع جدید



## فصل سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ  
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ و مقام

مجمع الزوائد حدیث نمبر (۱)

رباع ابن حارث کہتے ہیں۔ کہ مقامِ رجبہ میں ایک جماعت نے حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”السلام علیکم یا مولانا“ کے الفاظ سے حضرت علی المرتضیٰ کو سلام کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ تم عرب ہو۔ میں تمہارا مولیٰ کیونکر ہو سکتا ہوں۔ اُس جماعت نے کہا۔ کہ ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ”ختم غدیر“ کے موقعہ پر یہ الفاظ سنے تھے۔ من حکنت مولاه فہذا مولاه۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ یہ (علی المرتضیٰ) بھی اس کا مولیٰ ہے۔ جناب رباع کہتے ہیں۔ کہ جب یہ جماعت واپس چلی گئی۔ تو میں نے تحقیق کی خاطر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ حضور! یہ لوگ کون تھے؟ فرمایا انصار تھے۔ ان میں حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ روایت

امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل فرمائی ہے۔ ان میں آخری لفظ یوں ہیں۔ فَحَسِبْتُ  
مَوْلَاهُ حَضْرًا صَلي اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد دعاء بھی فرمائی۔ جو  
یہ ہے۔ اے اللہ! اُس سے تو بھی محبت کر جو حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کرتا  
ہے۔ اور اُس سے تو بھی دشمنی کر جو اُن سے دشمنی کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۴۲)

### حدیث ۲۱

عمر و فی مراد زید بن ارقم دونوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے دو غم غریب کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ جس کا میں  
مولیٰ اُس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی۔ اے اللہ!  
جس نے علی سے محبت کی۔ تو بھی اس سے محبت کرنا اور جس نے اُن سے دشمنی  
رکھی۔ تو بھی اُسے دشمن رکھنا۔ جس نے ان کی مدد کی۔ تو بھی اُس کی مدد و  
اعانت فرمانا۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۴۲ باب قولہ

من كنت مولاهم

۲۔ دیاض النضر جلد سوم ص ۱۲۶، ۱۲۷

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳۔ کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۳۱ انفاصل علی

المرتضیٰ۔ مطبوعہ حلب طبع جدید)

(۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۵ ص ۱۴۱ انفاصل

علی۔ مطبوعہ کراچی۔ طبع جدید)

## ایک مغالطہ اور اس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ”مولا“ فرمایا۔ بعض لوگ اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ اُن کا استدلال یہ ہے کہ ”مولا“ کا معنی خلیفہ ہے۔ اس مغالطہ کا مکمل تفصیلی جواب ہم تحفہ جعفریہ جلد اول ص ۴۷ تا ۴۸ پر تحریر کر چکے ہیں۔ جس کا مختصر تذکرہ یوں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسی ارشاد میں لفظ ”مولا“ کی وضاحت اور تشریح فرمادی۔ وہ اس طرح کہ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مَنْ وَاٰلِهٖٓ وَآلَہٗ وَ عَادِہٖٓ مِّنْ عَادِہٖٓ وَ اَنْصُرْہُمْ مِّنْ نَّصْرَہٗ۔ اے اللہ! جو علی المرتضیٰ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اُن سے عداوت کرے تو بھی اُس سے عداوت رکھ۔ اور جو اُن کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ”مولا“ کی از خود وضاحت فرما کر اس احتمال کی بیخ کنی فرمادی۔ کہ مولا کا معنی اس مقام پر خلیفہ ہے۔ علاوہ ازیں مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل کرنا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بھی خلاف ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہو تو فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوْلَاہٗ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ میں لفظ مولا کے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جبریل علیہ السلام اور تمام مؤمنین بھی آپ کے خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ اور ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت زید بن حارثہ کو فرمایا۔ اَنْتَ اَخْرَاؤُا مَوْلَاَنَا

تو ہمارا بھائی اور مولا ہے۔ کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں ”مولا“ سے مراد دوست اور مددگار لیا ہے۔ اور انہی معنوں کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اور عظمت بیان ہوتی ہے۔ اس کے برعکاس لفظ مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل لینا دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توہین قرار پاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ماننا بڑے گاہک دفعہ اعتبار وایا اولی الابصار)

### حدیث ۳۰۶:

مصنف ابن اثیر

حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کہ تو اگر ان کا مرتبہ دیکھنا چاہتا، تو دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کی منزل اکٹھی ہے۔ یعنی دونوں حضرات کے مکانات یکساں درجے کے ہیں۔ مسجد نبوی کی طرف کھتے ہیں۔ یہ سن کر سائل نے کہا۔ کہ میں تو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اُس سے اللہ تعالیٰ بھی بغض رکھتا ہے۔

مصنف ابن اثیر جلد ۱ ص ۵۸ فضائل

علی ابن ابی طالب مطبوعہ کراچی

## حدیث ۵۷ کنز العمال

جناب ابو یحییٰ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُو رَسُولِهِ لَا يَمُوتُ لَهَا أَحَدٌ بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ۔  
یعنی میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ بات میرے بعد میرے سوا (اگر کوئی کہے گا۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کہہ دیا۔ تو وہ مجنوں ہو گیا تھا۔

(۱)۔ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۲۹ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ ملب)  
(۲)۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۶۲ کراچی

## حدیث ۵۸ کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت کے دروازے پر میں نے یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ أَخُو رَسُولِ اللَّهِ۔

(۱)۔ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۲۹ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ ملب)

(۷- مجمع الزوائد جلد ۱۱ ص ۹۷ ص ۱۱۱ با مواظفہ)

خوٹ:

مذکورہ دونوں احادیث میں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ ان کے کمال کی حدیث پیش کر کے شیعہ لوگ اپنے کلمہ کی تائید کرتے ہیں شیعوں کا کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ الخ لیکن یہ صاف فریب ہے اور وہ کہ ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے دروازے پر ”علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل“ کے الفاظ لکھے نہیں دیکھے۔ اور نہ ہی اپنے ان کا تذکرہ فرمایا۔ بلکہ وہ الفاظ یہ ہیں وہ علی اخو رسول اللہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ آپ کا بھائی ہونا اور خلیفہ بلا فصل ہونا دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔ اسی طرح حضرت علی کا ”ولی ہمد“ ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں۔ لیکن ان الفاظ کو کلمہ کا جزو اور حصہ قرار دینا اور وہ بھی کثر اعمال کی عبارت سے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی آپ کے بھائی ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد جو یہ الفاظ کہے گا۔ وہ جھوٹا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے۔ کہ جو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائیوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ وہ کسی دوسرے کا نہیں۔ اگر کوئی اس مرتبہ کا دعویٰ کرے۔ تو وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو مواظفہ فرمائی تھی۔ وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ قصہ یہ ہے۔ کہ جیب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ

آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان مٹواہ (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔ مثلاً عبدالرحمن بن کوسد ابن مالک کا بھائی بنایا۔ حضرت فاروق اعظم اور ابو بکر صدیق کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

## البداية والنهاية

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دوتے ہوئے مافر ہوئے۔ اور عرض کی۔ حضور آپ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی مقرر فرمادیا۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(۱- البدایۃ والنهاية جلد ۱ ص ۲۳۶ حدیث

مواغات۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲- مجمع الزوائد جلد ۱۰ ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

یہ سچی مواغات کہ جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو میرے بغیر اس مواغات کا دعویٰ کرے گا۔ وہ جھوٹا ہوگا۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن ان کا مرتبہ وہ نہ تھا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور ہجرت مدینہ کے وقت

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا بھائی فرمایا۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس شرف سے نہیں نوازا گیا۔ اس سے  
معلوم ہوا کہ کنز العمال کی روایت کا مفہوم یہی ہے۔ ورنہ مطلقاً اس بات  
کو جھوٹ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صرف  
حضرت علی المرتضیٰ ہی تھے۔ اور نہ ہی شیعوں کا کلمہ علی ولی اللہ الخ۔ اس  
روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اہل الابصار۔

### حدیث ۱۱۱ مجمع الزوائد:

حضرت فارجر ابن سعد اپنے باپ سعد سے کرتے ہیں کہ  
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
سے ارشاد فرمایا کہ میرے اور تیرے بغیر چنبی حالت میں اور  
کسی کے لیے مسجد میں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

۱۱۱۔ مجمع الزوائد جلد ۱۲، ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

(۲)۔ ترمذی مترجم ص ۳۷۶ جلد دوم ابواب المناقب

مطبوعہ ربانی بک پورہ علی

### حدیث ۱۱۲ البدایۃ والنہایۃ:

جمیع ابن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے مائی صاحبہ سے حضرت علی المرتضیٰ

کے بارے میں پوچھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی حضرت فاطمہ الزہراء کے سوا کسی عورت کو آپ کے نزدیک زیادہ محبوب پایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۵ باب حدیث  
آخر فی فضل علیؑ مطبوعہ بیروت)

### حدیث البدایۃ والنہایۃ

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھیجا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علی المرتضیٰ کو نہ دیکھ لوں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۷ مطبوعہ  
بیروت طبع جدید)

(بیروتری مترجم۔ جلد دوم ص ۱۷۱/البواب  
البواب المناقب)



## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی بات کی رعایت

### حدیث ۹۱ مجمع الزوائد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوئے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی جسارت نہ ہوتی تھی۔

(۱- مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۱۴)

باب مراعات مطبوعہ بیروت  
(طبع جدید)

(۲- صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۳)

فی فضائل الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید

### حدیث عن مصنف ابن ابی شیبہ

جیلہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس کسی جگہ میں نہ جاتے۔ تو آپ اپنے ہتھیار حضرت علی المرتضیٰ یا حضرا سامة رضی اللہ عنہما کو عطا فرمادیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۵، باب

فضائل علی مطبوعہ کراچی

## حدیث ۱۱ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا فرمایا۔ اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر شریف کا ایک پلو مجھ پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اے ابن ابی طالب! تو صحت مند ہو گیا ہے۔ اب تمہیں بیماری کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ اور توجہ بھی سوال اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ میں بھی اس سوال کو اللہ تعالیٰ سے کروں گا۔ اور میرا سوال اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ صرف یہ کہ مجھے اُس نے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۱۰ جزء ۱ مطبوعہ

بیروت مطبع جدید)

## حدیث ۱۲ کنز العمال

عبداللہ بن عمارث کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ کہ آپ مجھے اپنے بہترین مرتبہ کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ جو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سو رہا تھا۔ اور آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر آپ نے مجھے فرمایا۔ اے علی!

تو جو بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ میں بھی تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی سوال کروں۔ اور جس شجر سے میں اللہ کی پناہ طلب کروں گا۔ تیرے لیے بھی اللہ سے اس شجر کی پناہ مانگوں گا۔  
 دکنتر العمال جلد ۱۵ ص ۱۵۱ مطبوعہ عربیہ حلب  
 طبع جدید

### حدیث ۱۲ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور سرور کائنات نے ایک جنگ میں شرکت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ ہماری غیر حاضری میں سے مدینہ منورہ کی خلافت تمہارے سپرد کر رہے ہیں۔ ماہوں نے عرض کی۔ حضور! میں آپ کے بعد یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعویٰ ایسی حکم دیا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ اس بارے میں عرض کرتا۔ میں آپ کا حکم سن کر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! تمہیں کیوں رونا آیا ہے۔ عرض کی حضور چند باتوں کے پیش نظر رو رہا ہوں۔ فرمایا بتلاؤ وہ کیا ہیں؟ عرض کی پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہ جانے پر قریش کہیں گے۔ دیکھو۔ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا کر ان کو کتنا ذلیل کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ غازی لوگ کسی ایسی زمین کو ملے نہیں کرتے کہ جس سے

کفار ملیں۔ اور نہ ہی غازی لوگ دشمنوں سے کوئی تکلیف پائیں گے۔ لیکن اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کے لیے عمل صالح لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ لہذا میرا ارادہ بھی ہے کہ اس اجر خداوندی کو حاصل کروں۔ تیسری بات یہ کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو یوں جواب دیا۔ پہلی بات کہ قریش تمہیں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے مجھے ذلیل کرنے کا طعنہ دیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی قریش ہیں۔ جنہوں نے مجھے کذاب جادوگر اور کافران کہا۔ لیکن تمہارے لیے ایک خصوصیت ہے۔ یعنی تم نے ایسے الفاظ کہنے کی بجائے ایمان قبول کیا اور دوسری بات کے متعلق جواب یہ ہے کہ میں واقعی اجر حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا تم اس پر خوش نہیں۔ کہ جو منزلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو حاصل تھی۔ وہی میرے ساتھ تمہیں ہو۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ وہی تیسری بات یعنی اللہ کے فضل کا حصول تو اس کے لیے یہ دو ڈھیر نفل کے تمہیں دے رہا ہوں۔ جو میں سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ ان کو نہ سچو۔ اور نفع حاصل کرو۔ اس طرح تم اور تمہاری بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہما اللہ کے فضل کے حاصل کرنے والے ہو جاؤ۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۱)

ص ۱۱۰ فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت

## حدیث ۱۲۱۰ اترمذہبی شریف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میری یہ حالت تھی  
کہ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا۔ تو آپ  
میرا سوال کبھی رد نہ فرماتے۔ اور اگر خاموش رہتا۔ (کچھ نہ مانگتا) تو  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ابتدا فرماتے۔ (یعنی بغیر مانگے مجھے  
سب سے پہلے عطا فرماتے۔) یہ حدیث حسن ہے۔

(ترمذی شریف مترجم جلد دوم ص ۳۷۵)  
مطبوعہ کثرہ شیخ پانڈالال کنواں دہلی طبع بدیم

## حدیث ۱۵۱۰ اصواعق محرقہ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے علی المرتضیٰ کو اذیت دی اس  
نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(اصواعق محرقہ ص ۱۲۲ / الباب التاسع)

## حدیث ۱۶۱۰ اصواعق محرقہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا۔ جس نے حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کی۔ اس  
نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اور

جس نے علی المرتضیٰ سے نفی رکھا۔ اور مجھ سے نفی رکھنے والے  
نے دراصل اللہ تعالیٰ سے نفی رکھا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲/۱ باب القاسم)

### حدیث ۱۱۱۱ الریاض النضرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نظر بندی کے دوران  
ان کا ایک مجلس سے گزر ہوا۔ اس مجلس والے حضرت علی المرتضیٰ کو  
بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ جناب ابن عباس نے اپنے ساتھی  
سے پوچھا۔ جو ان کا ہاتھ تھامے ہوا تھا۔ تم نے ان مجلس والوں  
کی گفت گو سنی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ  
کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کے پاس واپس لے  
چلو۔ واپس آنے پر آپ نے ان مجلس والوں سے پوچھا۔ تم میں سے  
وہ کون تھا جو اللہ تعالیٰ کو گالی دے رہا تھا؟ بولے سبحان اللہ!  
اللہ کو گالی دینے والا تو مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے دریافت  
فرمایا۔ اچھا تو اللہ کے رسول کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ انہوں  
نے پھر کہا۔ سبحان اللہ! اللہ کے رسول کو گالیاں دینے والا تو  
کافر ہو جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ آپ نے پوچھا۔ کہ تم میں سے علی المرتضیٰ  
کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ ہوا ہے  
اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ  
میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ جس  
نے علی المرتضیٰ کو گالی دی۔ اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے

اللہ تعالیٰ کو کالی دے۔ اللہ تعالیٰ اسے اندر سے منہ کرے گا۔  
 یہ کہہ کر حضرت عبداللہ بن عباس و ماں سے لڑے۔ اور پھر آپ نے  
 ساتھی سے پوچھا۔ اب بھی مجلسِ واسے کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ  
 کہنے لگا۔ نہیں اب خاموش ہیں۔ پھر اپنے پوچھا۔ تم نے ان کے  
 چہروں کو دیکھا۔ کیسے تھے۔ اس نے کہا۔ انہوں نے آپ کو  
 سرخ آنکھوں سے دیکھا۔ ایسے جیسا کوئی قصاب جانور کو دیکھتا ہے  
 عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قرآن۔ کوئی  
 شعر کہو۔ اس نے یہ شعر کہا۔

اے ابروؤں کو کاٹ رہے تھے اور گردنِ انبیٰ بھی مٹی نہیں  
 یوں دیکھتے تھے جیسے ذیلِ آدمی کسی غالبِ دولت کے کو دیکھتا ہے

الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۲۲ مطبوعہ  
 بیروت طبع جدید

خود کے؟

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا  
 کہنے والوں کے لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا قول پیش کیا۔ اور ثابت کیا۔ کہ ایسے لوگ مائل اللہ اور اس کے رسول کو برا بھلا  
 کہتے ہیں۔ جن کا انجامِ ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی ذلت کا نمونہ وہ لوگ تھے۔  
 جنہیں ابن عباس سے ایسا پایا۔ کہ ان کی آنکھیں مارے ذلت کے سرخ تھیں  
 اس سے خارجیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاسکتا  
 ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں۔ لہذا یہ حدیث امیر معاویہ پر بھی مجت

ہوئی۔ اس معاملہ تحقیق یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے باہمی اختلافات کے ضمن میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے سبب واقعات بے اصل ہیں۔ پوری تفصیل تحفہ جعفریہ کی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

### حدیث ۱۵ ریاض النضرۃ

عروہ ابن زبیر کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہ کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا۔ کیا تو اس قبر والے کو جانتا ہے۔ یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں۔ یعنی یہ دونوں بھائی ہیں۔ اس لیے جب بھی تو علی المرتضیٰؓ کا نام لے۔ تو بڑے ادب و احترام سے۔ ورنہ ان کی تنقیص و راصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شمار ہوگی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۴۳)

ذکر اختصاصہ ان من اذ (۵۰)

### تنبیہ

ہم اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے۔ جو علامہ طبری نے ذکر کیا۔ یعنی یہ کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والا قرآن کے فیصلہ کے مطابق لعنتی ہے۔ اور

مردود بارگاہ الہی ہے۔

حدیث ۱۹

### ترمذی شریف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے واقعہ کے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اُن کی سرگوشی کی۔ لوگوں نے کہا کہ چپیرے بھائی سے سرگوشی لمبی ہو گئی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ یہ حدیث غریبہ ہے اللہ کے سرگوشی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی شریف مترجم جلد ۷ ص ۲۷۶ مطبوعہ دہلی)

حدیث ۲۰

### ریاض النضرۃ

جشی بن جنادة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں آپ کے پاس کچھ مال آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ہے کہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہو۔ یہ سن کر حاضرین میں سے ایک شخص (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھوروں کے

تین ہیک دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ صدیق اکبر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بٹوا بھیجا۔ جب علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیق نے ان سے کہا۔ کہ اے ابوالحسن! جابر بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین ہیک کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تین ہیک بھر کر انہیں کھجوریں دے دیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ کھجوریں گتو۔ جب انہوں نے گتیں۔ تو ہر ایک ہیک میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں مجھ سے فرمایا تھا۔ جبکہ ہم وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ فرمایا تھا۔ اے ابو بکر! میرا اور علی المرتضیٰ کا کت (ہیک) گنتی میں برابر ہیں۔

(۱)۔ ریاض النضرہ جلد ۳ ص ۱۲۰

ذکر اختصاراً۔

(۲)۔ مجمع الزوائد جلد ۵ نجم جز ۵

ص ۱۱۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ اسی طرح بظاہر جسمانی نسبت بھی تھی۔ یعنی دونوں حضرات کے کت برابر تھے۔ اور ان میں برابر اشیاء آتی تھیں۔

## حدیث ع ۲ ریاض النضرۃ

مطلب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں وفد ثقیف حاضر ہوا۔ تو اپنے انہیں فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں تم پر ایک ایسا آدمی مقرر کر دوں گا۔ جو مجھ سے اور میری مثل ہوگا۔ اور وہ تمہاری گردنیں سر سے جدا کرے گا۔ تمہاری اولاد کو قیدی بنائے گا۔ اور تمہارا مال و متاع قبضہ میں لے لے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اگرچہ کبھی امیر بننے کی تمنا نہ ہوئی۔ لیکن ان الفاظ کو سن کر میں نے بھی خواہش کی۔ کہ مجھے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا جائے۔ اور میں تیار ہو گیا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے میرے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ ہے وہ شخص جس کی میں نے تم سے بات کی تھی۔ زید بن نفیع بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ بنو ربیعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم باز آ جاؤ۔ ورنہ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا۔ جو میری مثل ہوگا۔ اور وہ میرے احکام تم پر جاری کرے گا۔ جو مقابلہ پر اتریں گے۔ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کے بچوں کو قیدی بنا کر ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرے گا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری گردن میں تھا۔ اور وہ میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ ان کا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھ

سے پوچھا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا تذکرہ فرمایا بتلاؤ وہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ آپ کی مُراد اسے عمر تم نہیں ہو۔ بلکہ جو توفیقِ سینے والا ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی مُراد ہیں۔

دریاض النضرۃ جلد ۷ ص ۱۱۹  
ذکر اختصامہ

### حدیث ۲۲۷ قومی شریف

حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود مقامِ رجبہ میں ہمیں حدیث سنائی فرمایا۔ کہ حدیبیہ میں مشرکین مکہ میں سے کئی آدمی ہمارے پاس آئے۔ اُن میں ہبیل ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مشرکین بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ حضور! آپ کے پاس ہمارے بہت سے غلام اور رشتہ دار ہمارے مال اور ہماری جائیداد بھاگ کر آئے ہیں۔ اور یہاں آکر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چونکہ انہیں اسلام کی کوئی سمجھ نہیں اس لیے آپ وہ ہمیں واپس کر دیں۔ ہم انہیں اچھی طرح اسلامی تعلیمات سکھائیں گے۔ یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے قریش! باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو تم پر مقرر کر دے گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کی آزمائش فرما چکا ہے۔ دین کی واپسی کا تم کہہ رہے ہو (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

موجود لوگوں اور ابو بکر و عمر فاروق نے بھی پوچھا۔ حضور اُوہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جو تیاں سینے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی نعلین شریف سینے کے لیے دی تھیں۔ یہ حدیث ذکر کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جان بوجھ کر میری طرف سے کوئی جھوٹی بات لوگوں کو سنائی۔ اُسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالینا پائیے۔ (یعنی میں نے تمہارے سامنے کوئی من گھڑت بات نہیں کی ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔  
 (ترمذی شریف مترجم جلد ۲ ص ۲۶)  
 مطبوعہ مکہ شریف عالمی

### نوٹ :

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے ذریعہ بہت بلند و بالا مقام عطا فرمایا تھا اور میں ممکن ہے۔ کہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف سینے کی بدولت میرا ہوا۔

حدیث ۲۳ مصنف ابن ابی شیبہ

ابن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں، میری والدہ اور میری خالہ ہم سب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔

میری والدہ اور خالہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تم نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور پھر اسے ہاتھوں پر ہی مل لیا۔ یہ وہ عزت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو لوگ آپ کے دفن کرنے کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں کے اس ٹکڑے سے بڑھ کر کوئی دوسرا ٹکڑا محبوب نہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے۔ لہذا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کیا۔ جس جگہ آپ کا وصال شریف ہوا تھا۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۷۱

کتاب الفضائل

(۲) مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۱۲

باب منه فی منزل الخ

### حدیث ۲۲ کنز العمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے عروا بن دینار راوی ہیں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔

اُس باغ میں بھٹنا ہوا ایک پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے پاس تو اُس آدمی کو بھیج دے۔ جو تجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ جناب انس بن مالک کہتے ہیں۔ کہ میں نے علی المرتضیٰ سے عرض کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں۔ یہ سن علی المرتضیٰ واپس ہو گئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر تشریف لائے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا جناب انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے انہیں دوبارہ واپس لوٹایا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انس! آنے والے کے لیے نعمت ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ اندر تشریف لائے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر آدمی کو اپنی ہی قوم سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(۱)۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۷۷ مطبوعہ

طب - طبع جدید

(۲)۔ البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۳۵۲

فی فضائل علی - مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۳)۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۱ ص ۱۲۵

مطبوعہ بیروت طبع جدید

خوب:

روایت مذکورہ محمولہ تینوں کتب میں ملتی جلتی الفاظ سے مذکور ہوئی۔

مجمع الزوائد میں قدرے اس کی تفصیل ہے۔ کنز العمال سے مذکورہ روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اندرجانے کی اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ وہی تھی۔ جو اس کتاب میں روایت کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہ محبت کوئی قابلِ ملامت اور موجب نفرت بات نہیں ہے۔ مجمع الزوائد میں تصریح ہے۔

قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ تَذَرِكَ الدَّعْوَةَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ قَوْمِهِ (جلد چہارم)

حضرت انس بن مالک نے کہا۔ میں نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ آپ کی دعوت میری قوم کے کسی شخص کو ملے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کی اپنی قوم سے محبت قابلِ ملامت امر نہیں ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس تمنا اور خواہش کی بنا پر تھا۔ کہ میری قوم کے کسی مرد کو یہ دعوت حاصل ہو جائے۔ اور ان کی یہ تمنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول قابلِ ملامت نہیں تھی۔

### حدیث ۲۵ ترمذی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ”جس نے مجھ سے اور ان دونوں صاحبزادوں اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ کل قیامت کو میرے ساتھ اسی درجہ میں ہوگا۔ جس میں میں ہوں گا۔“ (یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

(ترندی شریف مترجم جلد دوم  
ص ۳۷۷ مطبوعہ کثرۃ شیخ چاند لال  
طبع جدید)

### حدیث نمبر ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، الویاض النضرۃ

زید بن ابی اوفی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! جنت میں تم میرے محل میں ہو گے۔ اور تمہارے ساتھ میری بیٹی بھی ہوگی۔ تم میرے بھائی اور ساتھی ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔  
[خَوَّانَا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِینَ۔ (الحجرات آیت نمبر ۱۷)]  
جنتی بھائی بھائی ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ الفاظ سنے: ”اے علی! قیامت میں تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور جہاں میں جاؤں گا وہیں تم بھی جاؤ گے۔“

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاں تشریف لائے۔ میں سورہہ تھا۔ میرے بیٹے حسن اور حسین نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھوڑا دودھ دینے والی ایک بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کا دودھ دوہا۔ اتنے میں جناب حسن رضی اللہ عنہ

آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں ایک طرف کر دیا۔ سیدہ خاتون جنت یہ دیکھ رہی تھیں۔ عرض کی: ابا جان! میرے دونوں فرزندوں میں سے آپ کو حسن زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے آج اس کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ دودھ پہلے حسین نے مانگا تھا۔ اس لیے اُس کا حق مقدم تھا۔ اور سنا کل قیامت کو میں، تم، تمہارے دونوں فرزند اور ان کے والد جو سو رہے ہیں۔ ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ اپنے اصحاب کے ایک محاذ پر گئے ہوئے تھے۔ چند صحابہ کے علاوہ میں اور موجود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ بڑے غفٹہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ جس نے علی کو ناراض کیا ہے اُس نے مجھے ناراض کیا ہے۔ جب وہ اُکڑ بیٹھ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ علی! کیا ہوا؟ عرض کی۔ چچا زاد بھائیوں نے ستایا ہے آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم اور حسن و حسین جنت میں میرے ساتھ رہو۔ ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور ہماری بیویاں اولاد کے پیچھے اور بقیہ پیروکار ہمارے ارد گرد (دائیں بائیں طرف)؟

(یہی روایت ابامحمد نے مناقب میں اور ابوسعید نے شرف النبوت میں ذکر کی ہے۔ (دریاض النعۃ جلد ۲ ص ۱۸۲، ۱۸۳) مطبوعہ بیروت ۱۴۰۲ھ

## حدیث ۳۲۰ قرمذی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین کے ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ جس نے مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ قیامت کو میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

ترذی مترجم جلد ۱ ص ۳۷۷  
مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال دہلی۔

## حدیث ۳۲۱ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے علی! تمہیں قیامت میں ایک اونٹنی پر سوار کر کے لایا جائے گا۔ اور حالت یہ ہوگی۔ کہ گھٹنا میرا تیرے گھٹنے کے ساتھ اور میری ران تیری ران کے ساتھ ٹی ہوئی ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۳۱ فضائل  
علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب)

## حدیث ۳۲۲ کنز العمال

شرجیل بن مرقہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی! تمہیں خوشی ہو۔ تمہاری زندگی میری زندگی

اور تہاری موت میری موت کے ساتھ ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۴ مطبوعہ)

طبائع جدید)

### حدیث ۳۳ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اے علی! تو میرا بھائی، میرا ساتھی اور جنت میں میرا رفیق ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۵۰ انصائل)

علی مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

### حدیث ۳۴ ریاض النضرۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اور گلے سے لگا کر انہی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر اپنی داہنی طرف بٹھا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور! آپ کو اس سے محبت ہے؟ آپ نے

فرمایا۔ چچا! مجھ سے زیادہ اس سے اللہ تعالیٰ کو پیار و محبت ہے  
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس نبی کی پشت میں رکھی۔  
اور میری اولاد میرے پشت کی بجائے اس کی پشت میں رکھی  
ہے۔

دریا فی النضرۃ جلد ۱۳ ص ۱۲۶  
مطبوعہ بیروت طبع جدید۔



## فصل چہارم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

علم مبارک کے بیان میں

علم و حکمت کے دس حصوں میں

ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے

حدیث ۱۰- اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے۔ خدا کی قسم! حضرت علی اس باقی ماندہ حصہ تک بھی اور لوگوں کے ساتھ شریک تھے۔ جو ان سب کو مشترک طور پر

عطا ہوا تھا۔

- (۱۔ کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۴۶)
- (۲۔ اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۲ باب  
العين واللام مطبوعہ بیروت)
- (۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۶  
مطبوعہ بیروت جدید)
- (۴۔ اسد الغابہ جلد ۵ ص ۱۶۰ مطبوعہ  
بیروت طبع جدید)

### حدیث :- اسد الغابہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مجاہد روایت کرتے  
ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ اور علی المرتضیٰ اس کے دروازہ ہیں۔  
ہذا جسے علم حاصل کرنا ہو۔ اسے اس دروازہ سے آنا چاہیئے۔

- (۱۔ اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۲ باب  
العين واللام مطبوعہ بیروت)
- (۲۔ ریاض النضر جلد ۵ ص ۱۵۹ باب  
ذکر اختصار مطبوعہ بیروت)
- (۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۲۵۹ فی فضائل  
امیر المؤمنین مطبوعہ بیروت جدید)
- (۴۔ کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۴۶ مطبوعہ طبع جدید)

علم میں حضرت علی المرتضیٰ اپنے سے پہلے حضرات  
سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے  
درجہ تک نہ پہنچ سکا۔

حدیث ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ

جناب عامر ابن حمزہ کہتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے  
امیر المؤمنین کی شہادت کے دن فرمایا۔ اے اہل کوفہ! یا اے اہل  
عراق! آج تمہارے درمیان ایک ایسا شخص رات کو شہید ہوا ہے  
کہ نہ تو اُس سے پہلے والوں نے علم کے اعتبار سے اس پر سبقت کی۔  
اور نہ پچھلے اُس تک رسائی پاسکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب  
بھی حضرت علی المرتضیٰ کو کسی فوج میں بھیجتے۔ تو جبریل ان کی دائیں  
جانب اور میکائیل بائیں جانب ہوتے تھے۔ اور جنگ سے اُس  
وقت تک واپس نہ لوٹتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ عطا  
فرمادیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)  
ص ۶۸ مطبوعہ کراچی طبع جدید

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی

موت سے باخبر تھے

### حدیث۔ کنز العمال

فضالہ ابن ابی فضالہ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ساتھ مقام بمنبع سے واپسی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ آپ اُس وقت سخت بیمار تھے۔ اور قریب المرگ معلوم ہوتے تھے۔ میرے والد نے ان سے پوچھا۔ آپ کو یہاں کس نے ٹھہرایا ہوا ہے۔ اگر آپ کا یہیں وصال ہو گیا۔ تو آپ کی تجہیز و تکفین قبیلہ جہنیہ کے بدوی لوگ ہی کریں گے۔ لہذا اٹھئے اور مدینہ منورہ تشریف لے چلئے۔ وہاں آپ کے ساتھی اور رشتہ دار ہیں۔ وہ نماز جنازہ بھی پڑھیں گے۔ اور اچھی طرح کفن و دفن بھی کریں گے۔ اس حدیث کے راوی فضالہ ”مدری“ ہیں۔ ان کی باتیں سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں اس بیماری میں ہرگز نہیں مروں گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔ علی اتم مرنے سے پہلے ضرور فیضہ بنو گے۔ اور تمہاری داڑھی سر کی کھوپڑی کے خون سے رنگی جائے گی۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۸۷ مطبوعہ عربیہ مطبعہ)

نوٹ:

چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے کلمات کے مطابق اپنی خلافت اور پھر شہادت کا یقین تھا۔ اور ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اس یقین پر آپ نے اپنی موت کا اُس وقت انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی موت کی علامات جانتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے  
پانی کی طرح علم پیا

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو کہو۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے کہا۔ رَبِّیَ اللّٰهُ وَمَا تَوْفِیْقِیَ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْکَ تَوَكَّلْتُ وَ اَلِیْہُ اُنِیبُ۔ میرے یہ کلمات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ علی! تمہیں علم مبارک ہو۔ تم نے علم پانی کی طرح پیا ہے۔ یہ روایت ابن بختری اور رازی نے بھی ذکر کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ میرت لمبج جدید)

### الریاض النضرۃ

ابو زہرا نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے۔ روئے  
زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک شام میں، دوسرا حجاز میں اور تیسرا عراق  
میں۔ شام والا ابو درود، حجاز والا علی اور عراق والا یحییٰ فقیر ہے۔  
(یعنی خود حضرت عبداللہ بن مسعود) اور شامی و عراقی دونوں عالم حجازی  
عالم کے محتاج ہیں۔ اور حجازی ان کا محتاج نہیں ہے۔ اسے  
خضریٰ نے روایت کیا ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۹۹)  
(مطبوعہ بیروت)

### الریاض النضرۃ

سید بن عمر بن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس  
رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ مجھے حضرت ابو بکر اور علی المرتضیٰ  
رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ فرمایا۔ ابو بکر صدیق تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے اور پہلے ساتھی تھے۔ اب لوگ حضرت  
علی المرتضیٰ کی طرف مائل ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ اے بیٹے! حضرت  
علی المرتضیٰ کے پاس لوہے کی داڑھی تھی۔ آپ ان صفات کے  
مائل تھے۔ عمدہ نسب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ، آپ  
کی دامادی کا شرف، اسلام میں اولیت، علم قرآن، ثقاہت  
اتباع سنت جنگ جوئی اور سخاوت، ان کے پاس کٹ دینے

والی وارسی تھی۔

اس روایت کو مخلص ذہبی نے ذکر کیا۔  
دریاض النظرۃ جلد ۵ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت  
(طبع جدید)

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تقاہت اور علم قرآن وغیرہ صفات کی وجہ سے ہی حضرات خلفائے راشدین نے ان کو اپنا مشیر بنائے رکھا۔ اور روایت اس پر شاہد ہیں۔ کہ حضرت خلفائے راشدین نے ہر مشکل مقام میں ان سے مشورہ لیا۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت

اور مضبوطی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کا

نتیجہ تھا۔

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کچھ عینی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے عرض کی۔ کہ ہمیں کوئی ایک ایسا آدمی عنایت فرمائیں۔ جو ہمیں دین سکھائے اور آپ کی

ہائیں بتلائے۔ اور قرآن کریم کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ جاؤ۔ اور اہل یمن کو اسلام سکھاؤ۔ میری سنتیں بتلاؤ اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی۔ حضور! یمنی عجیب لوگ ہیں۔ میرے پاس ایسے مقدمات لائیں گے۔ جن کے بارے میں مجھے کوئی علم ہی نہ ہوگا۔ تو میں کیا کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ تمہاری زبان کو مضبوط رکھے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی سے بھی دو آدمی اپنا فیصلہ مجھ سے کروانے نہیں آئے۔ کہ جن کے فیصلہ میں مجھے شک گزرا ہو۔

دکنز اعمال جلد ۱ ص ۱۱۳ باب فضائل

علی۔ مطبوعہ عربیہ مطب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا

نشان نزول جانتے تھے

صواعق محرقہ

ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کی جو بھی آیت اُتری۔ میں اس کے بارے میں یہ جانتا ہوں۔

کہ کن لوگوں کے بارے میں، کہاں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔  
میرے رب نے مجھے سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا  
فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جو چاہو مجھ سے  
پوچھو۔ قرآن کریم کی ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ دن  
کو نازل ہوئی یا رات کو ہوا زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

(۱۔ صواعق محرقة ص ۱۲۷ فصل رابع۔)

(۲۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

فی فضا طہ مطبوعہ مطلب

حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا۔  
کہ جو چاہو پوچھو۔

کنز العمال

جناب سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ  
کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا سنا۔ جس نے اعلانیہ یہ  
یہ کہا ہو۔ ”مجھ سے جو چاہو سوال کرو“

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳ مطبوعہ مطلب)

ۛ

## مشکل ترین ایک سوال کافی البدیہہ

جواب

### ریاض النضوة

محمد بن زبیر راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت ضعیف العمر آدمی بیٹھا ہوا ہے میں نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ آپ نے کسی مصابی کی زیارت فرمائی ہے کہنے لگے ہاں میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا، آپ نے کسی جگہ میں شرکت کی ہے انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جنگ بدموک میں شریک ہوا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی بات سناؤ۔ پھر وہ بات سنانے لگے۔ کہ ہم چند آدمی جنگا قتیہ کی معیت میں حج کے لیے گئے۔ راستہ میں ہم نے کبوتروں کے انڈے توڑ کر کھالیے۔ یہ ہم نے حالت احرام میں کیا۔ حج سے فراغت پر ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حاضری دی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اپنے واقعہ سن کر بیٹھ پھیر لی۔ اور ہمیں حکم دیا۔ کہ میرے ساتھ آ جاؤ۔ چنانچہ ہم ان کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے قریب پہنچ کر ایک حجرہ پر دستک دی۔ اندر سے کسی عورت نے جواب دیا۔ جناب فاروق اعظم نے

اُس سے پوچھا۔ کیا آپ کے ہاں علی المرتضیٰ ہیں۔؟ جواب ملا  
 نہیں۔ پوچھا میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ حضرت  
 فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے ہمیں ساتھ لے کر ایک جگہ  
 تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زمین دست  
 کر رہے ہیں۔ دیکھ کر فرمایا۔ امیر المؤمنین! کیوں تکلیف کی۔ مجھے  
 بتوایا ہوتا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ ہم آپ کے پاس چل کر آنے  
 کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک مسئلہ کی خاطر حاضر ہوئے ہیں۔ ان  
 ساتھیوں نے احرام کی حالت میں کبوتر کے انڈے توڑ کر کھالیے  
 ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ نوخیز اونٹنیاں لی جائیں۔ ان کی  
 تعداد انڈوں کے برابر ہو۔ انہیں اونٹوں سے گلوایا جائے پھر ان  
 کے ہاں جو بچے پیدا ہوں۔ انہیں ذبح کر دیا جائے۔ فاروق اعظم  
 نے پوچھا۔ اونٹ کے بچے ناکارہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ فرمایا انڈے  
 بھی تو ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم اور ہم وہاں سے واپس آئے  
 واپسی پر اپنے یہ کلمات فرمائے۔ ”اے اللہ! مجھ پر ہر شکل اس وقت  
 ڈالنا جب علی المرتضیٰ میرے پاس موجود ہوں۔“

(الریاض النضرۃ جلد ۱۱)

ص ۱۶۱

ۛ

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک

بیچیدہ مسئلہ کا حل

### الریاض النضرۃ

حش ابن مقرر سے روایت ہے۔ کہ دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھے۔ اور اُسے کہا۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے لینے نہ آئیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی ایک کو تو۔ نہ یہ رقم نہیں دینی ہوگی۔ چنانچہ وہ پہلے گئے۔ ایک سال مکمل گزرنے پر ان میں سے ایک آیا۔ اور اکر کہنے لگا۔ چونکہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ اس لیے اُس کا انا نامکن ہے۔ لہذا ہماری رقم مجھے واپس کر دو۔ عورت نے مال مٹول کیا۔ لیکن اس شخص نے اُس کے گھر والوں کو تنگ کر دیا۔ مسلسل تقاضا کرتا رہا۔ بالآخر انا نے عورت کو مطلوبہ رقم دینے پر مجبور کر دیا۔ عورت نے وہ ساری رقم اس کے حوالہ کر دی۔ ٹھیک ایک سال بعد دوسرا شخص آیا۔ اور رقم کا مطالبہ کرنے لگا۔ عورت نے کہا۔ ایک سال پہلے تمہارا ساتھی آیا تھا۔ اور اُس نے تمہارے بارے میں کہا تھا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ اس طرح وہ رقم لے گیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ عورت اور مرد دونوں فاروق اعظم کے پاس مقدمہ لائے۔ آپ نے چاہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق

آپ نے یہ کہہ بھی دیا۔ کہ عورت کو مال دینا ہی پڑے گا۔ عورت نے عرض کیا۔ کہ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس انہیں بھیج دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واقعہ سنا۔ اور جان گئے۔ کہ یہ دونوں شخص بے چاری عورت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُس شخص کو فرمایا۔ کیا رقم کی داپسی کے بارے میں تم نے یہ پابندی نہیں لگائی تھی۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں۔ کسی کو مت دینا۔ اُس نے کہا۔ جی یہ پابندی لگائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری امانت ہمارے پاس محفوظ ہے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ اور اپنی رقم بے جاؤ۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۵)

ذکر اختصامہ الخ مطبوعہ بیروت

ملع جدید

حضرت علی المرتضیٰ کی فقاہت کی ایک

نادور جھلک

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا۔ وہاں میرے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ مقدمہ یہ تھا۔ کہ لوگوں نے شیر کو پکڑنے کے لیے ایک گڑھا کھودا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ اس میں یکے بعد دیگرے چار آدمی

گر کر مر گئے۔ وہ اس طرح کہ پہلے ایک گرا۔ اُس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا دوسرا بھی گر گیا۔ دوسرے نے تیسرے کا دامن پکڑا وہ بھی گر گیا۔ اسی طرح چوتھا بھی۔ شیران پر بھیٹ پڑا۔ اور چاروں کو زخمی کر دیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر چاروں مر گئے۔ ان کے ورثاء میں جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جو لڑائی کی شکل اختیار کرنے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اگر تسلیم کرو۔ تو وہی درست فیصلہ ہے۔ جن قبائل نے گھڑا کھودا تھا۔ اُن سے تم دیت اس طرح لو۔  $\frac{1}{4}$ ،  $\frac{1}{4}$ ،  $\frac{1}{4}$  اور ایک مکمل دیت پہلے گرنے والے شخص کے ورثاء کو  $\frac{1}{4}$  دیت دو۔ کیونکہ اس نے بعد میں گرنے والے کو گرایا۔ اور دوسرے کے ورثاء کو  $\frac{1}{4}$  اس لیے کہ اُس نے اوپر والے دونوں کو گرایا۔ اور تیسرے کے ورثاء کو نصف اس لیے کہ اُس نے صرف ایک کو گرایا۔ اور آخری کی پوری دیت اس لیے کہ اس نے کسی کو نہیں گرایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان لوگوں نے تسلیم نہ کیا۔ پھر وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے آپ اس وقت مقام ابراہیم کے قریب تھے۔ آپ سے فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔ کہ ان میں سے ہی ایک بول پڑا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیا تھا۔ آپ نے اُس فیصلہ کی تفصیل سنی۔ اور فرمایا۔ جو علی المرتضیٰ نے تمہارے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ وہ درست اور برحق ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۵ ص ۹، از الکلیف و تفتیہ)

(مطبوعہ بیروت، طبع جدید)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب

کے بھی امام تھے

### الریاض النضرۃ

رضی بن ابن جیش روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک واقعہ میں دو شخص دوران سفر کٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے اکٹھی کر لیں۔ اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں ایک اور آدمی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ان تینوں نے اٹھ روٹیاں کھالیں۔ فراغت پر تیسرے آدمی نے ان دونوں کو اٹھ درہم دیئے۔ اور کہا کہ آپس میں تقسیم کرو۔ یہ میں ان چند نعوں کا معاوضہ ادا کر رہا ہوں۔ جو میں نے کھائے ہیں۔ دونوں ساتھی آپس میں بھگڑا کرنے لگے۔ پانچ روٹیوں والا پانچ درہم مانگتا تھا۔ اور تین دوسرے کو لینے کے لیے کہتا تھا۔ لیکن تین روٹیوں والا نصف نصف لینے پر رٹا ہوا تھا۔ دونوں بالآخر مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے واقعہ سننے کے بعد تین روٹیوں والے کو فرمایا۔ کہ جو تمہارا ساتھی دیتا ہے۔ لے لو۔ اُس نے کہا میں تو عدل و انصاف کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ اپنے فرمایا۔ اگر بات ہے۔ تو پھر میں ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملتے ہیں۔ اُس نے پوچھا

امیر المؤمنینؑ پر کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ دیکھو آٹھ روٹیاں تھیں۔ تین کھانے والے۔ ہذا ہر ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا۔ اس لیے اس کے تین حصے کرنے پڑیں گے۔ اس طرح آٹھ روٹیوں کے پوبیس حصے ہوئے ان چوبیس حصوں میں سے ہر ایک نے آٹھ حصے کھائے ہیں۔ ہذا تم نے اپنے ۹ حصوں میں سے آٹھ خود کھالیے اور پندرہ حصوں والے نے آٹھ کھائے اور سات رہ گئے۔ (اور تمہارا ایک حصہ اور اس کے سات حصے وہ تیسرا شخص کھا گیا۔) اب تمہیں آٹھ دور ہم میرا سے ایک ملے گا۔ اور تمہارے ساتھی کو سات ملیں گے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ کہ اب میں راضی ہوں۔

(۱)۔ الرياض النضرة جلد سوم ص ۱۶۸

ذکر بعض اقصیۃ مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۲)۔ موائی محرقہ ص ۱۲۹، الفصل الرابع

مطبوعہ مصر

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ

کو علم نبوت کا خزانہ سمجھتے تھے

الرياض النضرة

ابو ہازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ جاؤ اور حضرت علی المرتضیٰؑ

سے یہ مسئلہ پوچھو۔ کیونکہ وہ زیادہ علم والے ہیں۔ مسائل نے کہا۔  
 امیر المؤمنین؟ میں اُن سے آپ کو زیادہ علم والا سمجھتا ہوں۔ یہ سن  
 کر حضرت معاویہ بوسے۔ دیکھو تم نے بہت بُری بات کہی ہے  
 تم ایسے شخص کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہو۔ جسے  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی کثرت عطا فرمائی ہے۔ اور اُن کے  
 بارے میں یہ بھی فرمایا۔ کہ علی تم میرے نزدیک وہ مرتبہ رکھتے ہو۔  
 جو حضرت موسیٰ کے نزدیک حضرت ہارون کا تھا۔ مگر میرے بعد  
 کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی  
 مشکل مسائل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا  
 کرتے تھے۔

دریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدیداً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جناب علی المرتضیٰ کو دین کا بہت

بڑا عالم سمجھتی تھیں

الریاض النضرۃ

کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسج

کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور یہ مسئلہ جا کر حضرت  
علی المرتضیٰ سے دریافت کرو۔ یہ روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے  
(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲)  
(مطبوعہ بیروت)

### الریاض النضرۃ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو  
ماشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے دریافت فرمایا۔  
تمہیں یہ روزہ رکھنے کا کس نے کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ علی المرتضیٰ  
واقعی سنت پیغمبر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ یہ روایت  
ابو عمر نے بیان کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۵۹)  
(مطبوعہ بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیلہ شریف کے سب سے زیادہ  
حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

### الریاض النضرۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کچھ  
یہودی حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف اور جسمانی خدوخال پرچھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے  
 یہودیوں میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غامد میں اس طرح  
 متصل رہا ہوں۔ جس طرح دو انگلیاں جڑی ہوتی ہیں۔ اور حرار پہاڑ  
 پر میں اور حضور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چڑھے۔  
 اس کے باوجود تمہارا سوال میرے لیے مشکل ہے۔ اس کا جواب  
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ یہودی  
 حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آئے۔ اور سوال کیا۔ کہ ہمیں اپنے  
 چچا زاد بھائی کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتلاؤ۔ حضرت علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت  
 کے متعلق فرمایا۔ آپ زیادہ لمبے قد کے نہ تھے۔ اور نہ ہی بہت پست  
 قد۔ بلکہ میانہ قد تھا۔ آپ کے چہرہ انور کی رنگت سُرخ مائل سفید تھی۔  
 بال گھنگھریالے تھے جو کانوں کی ٹونک لمبے تھے۔ پیشانی کشادہ،  
 بڑی اور سیاہ آنکھیں، سینہ مبارک پر بالوں کی لکیر، ناک پتلی اونچی  
 و سیدھی، دانت چمکیلے، گردن گویا چاندی کی صراحی، ہاتھ اور قدم  
 مضبوط، اور چلتے وقت یوں آگے کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ ہوتا  
 جیسا کوئی شخص دھوان سے اتر رہا ہو۔ کسی کی طرف مڑ کر دیکھتے تو  
 پورا گھوم کر دیکھتے، کھڑے ہوتے تو لوگوں سے لمبے دکھائی دیتے  
 بیٹھے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے، کلام فرماتے تو لوگ  
 خاموش ہو جاتے، وعظ فرماتے تو لوگ رو پڑتے۔ آپ سب سے  
 زیادہ مہربان، یتیم پر شفقت فرمانے والے، یتیموں کے خیر خواہ،  
 سب سے زیادہ بہادر اور سخی اور خوش اخلاق تھے۔ چو غازی بن

فرمایا کرتے۔ جو کی روٹی اکثر خوراک ہوتی، دودھ بطور سائل استعمال فرماتے۔ کچھ کی چھال کا بھرا ہوا بستر اور ام غیلان کی چارپائی تھی۔ آپ کے عامہ شریف کے دو شکے تھے۔ ایک کو سحاب اور دوسرے کو عقاب کہتے ہیں۔ تلوار کا نام قذوافقار، جھنڈے کا نام غرار، اونٹنی کا نام غضباء، خچر کا دلال، گدھا کا یغور، گھوڑا کا مرخیز، بھری کا برکت، عصا کا مشوق اور جھنڈا کا حمد تھا۔ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور انہیں چارہ ڈالتے، اپنے کپڑوں اور جوتوں کو خود سی لیا کرتے تھے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۶۲)

مطبوعہ بیروت، طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء کا ملین

میں سے سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ ایک شخص نے دوران طواف جناب فاروق اعظم کو کہا۔

کہ علی المرتضیٰ سے میرا حق دلا دیں؟ پوچھا کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ زخمی کر دی ہے۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے طواف روک دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے طواف کے مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ فاروق اعظم نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو جناب علی المرتضیٰ کہنے لگے۔ یہ طواف کے دوران مسلمان عورتوں کو گھورتا تھا۔ جناب فاروق اعظم نے فرمایا۔ اسے علی! تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اس کے بعد اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فاروق اعظم نے فرمایا۔ تم پر اللہ کا غضب اُترا ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا۔ شخص جس نے تمہاری آنکھ زخمی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جوہر ہیں۔ اور اس کے ولی ہیں۔

(الریاض المنفردۃ جلد سوم ص ۱۷۵ مطبوعہ

بیروت مطبع جدید)

## فصل پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی

جان نثار کر دینا

### الریاض النضرۃ

(اختصار کے ساتھ) ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب قریش نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کے اطراف و اکناف میں بھی ان کے ہم درو پیدا ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے دار الندوة میں ایک سربراہی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں ایک بوڑھے کی شکل میں شیخ نجدی بھی شامل ہو گیا۔ ان کی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ بالآخر ابو جہل کی رائے پر شیخ نجدی اور دیگر ماضون نے ہاں کی۔ وہ یہ کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب کر کے ان سے یکبارگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درات کے سوتے میں حملہ کر دیا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے اس پر

عمل کرنے کے لیے وہ سربراہ اپنے اپنے قید میں چلے گئے۔ اور جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے باخبر کر دیا۔ اور کہا۔ کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ رات کا کچھ حصہ گزرا۔ آپ کو حملہ آوروں کا پتہ چلا۔ تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا حکم دیا۔ خود باہر تشریف لائے۔ اور ایک مٹھی بھر ریت لی۔ اور دروازے پر کھڑے حملہ آوروں کی طرف پھینک دی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ اور بخیر و عافیت سورہ یسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اور جہاں جانا چاہتے تھے۔ اور تشریف لے گئے۔ بعد میں کفار کے قریب سے ایک شخص نے گزرتے ہوئے کہا۔ جن کی انتظار میں ہو۔ وہ خدا کی قسم تمہارے سر پر مٹی ڈال کر یہاں سے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ مارا۔ تو واقعی مٹی پڑی مٹی۔ پھر اندر جہانک کر دیکھا۔ تو چادر میں پٹا کوئی سویا ہوا نظر آیا۔ تو کہنے لگے۔ ہمارا شکار تو یہیں ہے۔ صبح ہونے کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰ چادر اتار کر اٹھے۔ تو یہ دیکھ کر حملہ آور حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ واقعی وہ شخص سچ کہہ گیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ سو آپ بمعہ اصحاب مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۷۶)

(مطبوعہ بیروت طبع جدید)

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی؛

مجمع الزوائد؛

عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
سنت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے اس  
وقت سردیوں والے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور  
ایک دفعہ سنت سردی میں تشریف لائے۔ اور اس دفعہ کپڑے  
گرمیوں والے پہن رکھے تھے۔ آپ نے دعا مانگی۔  
پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف فرمایا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہو  
گئے۔ میں نے اپنے والد سے کہا۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت علی  
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمی والے کپڑے اور گرمیوں  
میں سردیوں والے کپڑے زیب تن فرماتے ہیں۔ ان کے  
والد ابو بکرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذرا تحقیق کی خاطر اپنے بیٹے عبدالرحمنؓ  
کو ساتھ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے مختصر  
یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میری  
آنکھیں دکھی ہوئی تھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا

لعاب دہن ڈالا۔ پھر مجھے فرمایا آنکھیں کھولو۔ میں نے کھولیں اس وقت سے آج تک پھر کبھی وہ شکایت نہیں ہوئی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ! اس سے سردی اور گرمی دور فرما دے۔ لہذا اس کے بعد آج تک مجھے گرمی اور سردی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۱ ص ۱۲۲)

مطبوعہ بیروت، مکتبہ جدیدہ

(۲۔ معنی ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)

ص ۶۲ مطبوعہ کراچی

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔

### کنز العمال؛

مسند سید الحسن میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ”سید العرب“ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ سننے والے نے عرض کیا۔ حضور! سید العرب آپ خود نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اسے فرمایا۔ میں ”اولاد آدم کا سید“ ہوں۔ اور سید العرب ”علی ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ آگئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا۔ اے جماعت انصار! کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں۔ کہ اگر تم اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ یہ کہہ کر خود ہی فرمایا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ ان

کے ساتھ محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے اور ان کی عزت کرو  
میری عزت کی وجہ سے۔ یہ حکم جبریل امین نے دیا ہے۔ جو میں نے  
تمہیں ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۴۳ مطبوعہ)

### کنز العمال

شرجیل ابن مرہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
خود یہ الفاظ سنے۔ ”اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ تیری زندگی اور  
موت میرے ساتھ ہوگی۔“

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۴۳)

مطبوعہ مطب

### حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت

### کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی

### کنز العمال:

عبداللہ بن الحارث روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت  
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ مجھے یہ بتائیے۔ کہ آپ کی  
کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت  
علی نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھا۔ اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ فراغت پر  
 آپ نے فرمایا۔ اے علی! تو اُمّہ سے کوئی بھی بھلائی مانگے  
 گا۔ تو میں اس کے بارے میں اُمّہ سے سوال کروں گا۔ اور تو  
 کسی چیز سے پناہ طلب کرے گا۔ تو میں بھی اس کی پناہ کے  
 بارے میں تیری اُمّہ کے حضور سفارش کروں گا۔

(کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۵۱ مطبوعہ

عربیہ طلب)

نوٹ:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کوئی دعا  
 دُنیا کی بات تھی۔ کیونکہ اُس کے قبول کرنے کی سفارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
 سے کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ کل جھنڈا اس شخص

کے ہاتھ میں دوں گا۔ جس کے ہاتھوں فتح مقدر

ہو چکی ہے

بخاری شریف:

حضرت اہل البیہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا۔ کل میں جھنڈا اس آدمی کو عطا کروں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔ لوگ رات بھر سوچتے رہے۔ کہ دیکھو صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ حاضر ہوئے۔ اور ہر ایک کی دلی تمنائی تھی کہ جھنڈا اُسے ملے۔ آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اہل میں سے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور دعا کی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی دکھتی آنکھیں فوراً تندرست ہو گئیں گویا کبھی ان میں تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد اپنے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا۔ کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اپنے فرمایا۔ جاؤ اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق جو ان پر ہیں۔ وہ یاد دلاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت عطا فرمادے۔ اور یہ دولت تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۷۵)

(فضائل علی۔ مطبوعہ کراچی)

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور

اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے

### الریاض النضرۃ

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ غزوہ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں آج جہنم اس شخص کو عطا کروں گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہو۔ فتح اسی کے ہاتھوں ہوگی۔ جناب فاروق اعظم کہتے ہیں۔ کہ اس سعادت کو حاصل کرنے

کے لیے میں نے سینہ تانا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بجائے علی المرتضیٰ کو جو اگر جہنم انہیں دے دیا۔ اور فرمایا۔ جاؤ مڑ کر نہ دیکھنا۔ چنانچہ علی المرتضیٰ چلے گئے۔ تھوڑا دور جا کر ٹھہر گئے لیکن مڑ کر نہ دیکھا۔ وہیں اُدھر منہ کیے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس مطالبہ پر لڑائی کروں۔ فرمایا۔ اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اور محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں۔ تو ان کے مال و خون محفوظ ہو گئے۔ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں گے۔ ان کا مال کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور اگر یہ نہ مانیں تو پھر ان سے جہاد کرو یہ روایت مسلم اور ابوامام نے مختلف الفاظ سے ذکر کی ہے۔

الریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۴۴ ذکر اختصارہ باعطاءہ الراۃ

marfat.com

حضرت علی المرتضیٰؑ اللہ اور اس کے

رسول کریمؐ کے محبوب تھے

### الریاض النضوة

سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ انھوں  
کی خرابی کے باعث غزوہ خیبر میں نہ جاسکے۔ لیکن انھوں نے  
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیوں رہ گیا۔ یہ سوچ کر خیبر کی  
طرف چل دیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے۔ فتح کی رات  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ صبح جہنڈا میں اس شخص کو دوں گا  
جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا محبوب ہے۔ اس کے ہاتھ فتح ہوگی  
اتنے میں علی المرتضیٰؑ آگئے۔ حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی کوئی امید  
نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہنڈا عطا فرمایا۔ اور پھر خیبر فتح  
ہو گیا۔

(الریاض النضوة جلد ۲ ص ۴۸ ذکر اختصارہ باعطاء الراۃ)

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰؑ رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور اللہ اور اس کے پیغمبر کو حضرت علی المرتضیٰؑ  
محبوب تھے۔ گویا دونوں طرف سے محبت تھی۔ یہ سعادت و فضیلت تمام

سادتوں کا بیخ اور اصل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے

دُوبا سورج واپس کیا گیا

صوائق محرقہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روشن کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی نماز عصر کی غلط سورج واپس لوٹا یا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی گود میں حضور سرور کائنات آرام فرماتے۔ وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اور نزول وحی کافی دیر تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر جو بخدا نہیں فرمائی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختتام وحی پر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ لہذا اس پر سورج لوٹا دیا جائے۔ اس دعا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے سورج لوٹا دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر ادا کر لی۔ سورج واپس ہونے والی روایت امام طحاوی نے بھی ذکر کی ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور اسے صبح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرعہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا۔ اسی طرح کے اور حضرات کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ ابو زرعہ نے اُن لوگوں کی تردید کی۔ جو اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ لکھا۔

کہ جن لوگوں کا یہ زعم ہے۔ کہ جب سورج غروب ہو گیا۔ تو نماز بہر حال قضا ہو گئی۔ لہذا اس کے لوٹنے کا کیا فائدہ؟ اس زعم کو باطل کہا۔ اور فرمایا۔ کہ جس طرح سورج کا لوٹنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد نماز عصر کی ادائیگی بھی ان کی خصوصیت ہے۔ علاوہ ازیں غروب آفتاب کے بعد وقت کے لوٹنے کے بارے میں جو تردد نظر آتا ہے۔ اسے میں نے ”شرف العباب“ کے کتاب العزوة کی بحث میں ابتدائی سطور میں اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے مشائخ عراق میں سے ایک نے یہ عجیب و غریب حکایت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ میں ابو منصور المظفر بن اردشیر القباوی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ مجلس وعظ عصر تک جاری رہی انہوں نے خوبصورت الفاظ میں اہل بیت کے فضائل بیان کیئے اتنے میں بادل کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور سورج کو ڈھانپ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گمان گزرا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ یہی ابو منصور منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور سورج کی طرف اشارہ کر کے خطاب کر کے کہا۔ کہ اے سورج! اس وقت تک غروب نہ ہونا تب تک میں آل رسول کی پوری مدح بیان نہ کر پاؤں۔ لگام تھام لے اگر تو بھی ان کی شان کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں رہا۔ کہ تو ان کی خاطر ایک مرتبہ ٹھہر گیا تھا۔ اگر تیرا ٹھہرنا سولی کے لیے تھا۔ تو اب ان کے غلاموں اور کارندوں کے لیے بھی تیرا ٹھہراؤ ہونا چاہیے۔ یہ الفاظ کہے۔ اور بادل ہٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

(مرواتی محرقہ ص ۲۸۱ فصل رابع)

فی نبذ من کوا مائتہ مطبوعہ قراہو

طبع جدید

نوٹ:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شمس" کے بارے میں جو وضاحت فرمائی اس سے ثابت ہوا کہ یہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ سابقہ امتوں کے پیغمبروں سے سورج کے ٹھہرنے اور لوٹنے کے واقعات جب موجود ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام انبیاء کرام کے معجزات کے جامع اور ان سے زائد سے متصف تھے۔ آپ کے لیے ایسا واقعہ سرزد ہونا ضروری تھا۔ تاکہ نفیست کئی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نے

اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔

مصنف ابن ابی شیبہ

صفیہ بنت ابی شیبہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت صبح کالے بالوں سے بنا ہوا کبیل شریف اوڑھے باہر تشریف لائے۔ امام حسن آئے۔ آپ نے انہیں کبیل میں لے لیا۔ پھر امام حسین آئے۔ آپ نے انہیں بھی کبیل میں لے لیا۔

پھر سیدہ فاطمہ حاضر ہوئیں۔ اُن کو بھی کھل میں لے لیا۔ آخر میں حضرت  
علی المرتضیٰؑ آئے۔ انہیں بھی کھل میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ آیت  
نماوت فرمائی۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ  
اَهْلَ الْبَيْتِ الْخَبْر۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اہل بیت  
کے بارے میں یہ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کی گندگی  
دور کر دے۔ اور خوب پاک کر دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)

ص ۷۲ فضائل، مطبوعہ کراچی۔)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ اور صحیح ہے۔ اس  
سے بعض لوگ یہ منالطہ دیتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت یہی چار حضرات  
ہیں۔ لیکن یہ باطل ہے۔ اس کی پوری تفصیل تحفہ جعفریہ میں ہم نے ذکر کر دی ہے  
مختصر یہ کہ سورہ احزاب جس کی یہ ایک آیت ہے۔ یہ سورہ اول تا آخر اس  
آیت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذواج مطہرات کے بارے میں مختلف  
واقعات و اوصاف بیان کر رہی ہے۔ اس لیے جن کو اہل بیت کہا گیا۔ وہ  
درحقیقت اذواج مطہرات تھیں۔ لیکن پاکیزگی اور طہارت میں شامل کرنے کے  
لیے حسین کریمین اور سیدہ فاطمہ و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اہل بیت میں شامل فرمایا۔



حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی

عبادت ہے

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی لیے طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بڑے نور سے دیکھا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو بتلایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ ”علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔“

مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۱ باب النظر الیہ

ص ۱۱۹ بیروت طبع جدید

الریاض النضرۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر سے روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے بارہا اپنے والد کو حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو نور دیکھتے ہوئے پایا۔ میں نے

ایک دفعہ عرض کی۔ آپ کا چہرہ علی المرتضیٰ کو بغور دیکھنا کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ ”علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے“

دارالریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۹۶ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

### نوٹ

کچھ عقل کے دشمن اور حضرات صحابہ کرام کے بدخواہ یہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابو بکر صدیق اور ان کی صاحبزادی کو حسد و بغض تھا۔ اور ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ روایت مذکورہ اس خیال کی پر زور تردید کرتی ہے۔ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض و حسد ہوتا۔ تو وہ یہ روایت و واقعہ قطعاً ذکر نہ کرتیں۔ اور اسی طرح جناب صدیق اکبر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر نہ فرماتے۔ اور نہ ہی بار بار چہرہ علی المرتضیٰ پر نظر ڈالتے حضرات صحابہ کرام باہم ”رحماء بینہم“ کی تصویر تھے۔ لہذا ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسے خیالات رکھنا اور پھیلانا ازلی بدعتی ہے۔



سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیرِ خدا

سے عقیدت

### الریاض النضرۃ

حضرت سیدہ معافہ غفار یہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت پیار و انس تھا۔ میں جنگوں میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں اور بیماروں کی نگہداشت کرتی۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اس وقت اُسی گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے میں نے سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ سے فرما رہے تھے۔ عائشہ! یہ شخص (علی المرتضیٰ) مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا حق جانو۔ اور اس سے اچھا معاملہ رکھو۔ اس کے بعد جنگ ختم ہونے پر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے گھر آئی۔ اور پوچھا۔ اے ام المؤمنین! آج آپ کا دل ان ارشادات کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص (علی المرتضیٰ) کے بارے میں جنگ کی کیفیت میں تم سے فرمائے تھے؟ فرمایا۔ اسے غفار یہ! میرا

دل اس شخص کے بارے میں کیسے برا ہو سکتا ہے۔ جو جب بھی ہمارے  
گھر آیا۔ تو میرے والد ابو بکر کی نظر میں اس کے چہرہ پر جی رقتی تھیں  
میں نے اس بارے میں ایک مرتبہ اپنے والد گرامی سے پوچھا۔  
انہوں نے جواب دیا۔ بیٹی! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
زبان اقدس سے سنا ہے۔ کہ اس شخص (علی المرتضیٰ) کے چہرہ  
کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسے جندی نے بھی روایت کیا ہے۔  
الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۹۷ مطبوعہ  
بیردت طبع جدید

### الریاض النضرۃ:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ  
بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت عمران  
بن حصین کی عبادت کا فرمایا۔ کیونکہ وہ مریض تھے۔ جب حضرت علی  
المرتضیٰ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو اس وقت وہاں حضرت  
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ عمران بن حصین  
نے ٹٹکتی لگا کر حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اور فرمایا  
کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ حضرت  
علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہ سن کر حضرت  
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی  
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ ارشاد  
سنا ہے۔ اسے ابو الفرات نے روایت کیا ہے

(الریاض النضرہ جلد ۳ ص ۱۹۷)  
مطبوعہ بیروت طبع جدید

### خوٹ

احادیث مذکورہ سے ہم اہل سنت کے بارے میں جو اہل تشیع کہتے پھرتے ہیں کہ انہیں اہل بیت سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اس کا واضح رد ہو جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (جو غلیفہ مافصل ہیں) اور ان کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے کس قدر سلوک تھا۔ یہ بھی ان احادیث سے واضح ہوا اور اس طرح ان حضرات کے مابین عداوت و بغض و حسد کے فرضی واقعات کی نقلی بھی مکمل جاتی ہے۔ جو اہل تشیع نے اختراع کر رکھے ہیں۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اسی کو شیخ صدوق نے بھی لکھا ہے۔

### جامع الاخبار

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ  
وَالْجَمَاعَةِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۹ فصل ۱۳)

ترجمہ:

یعنی جو شخص آل رسول کی محبت میں دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ  
اہل سنت و جماعت مرا۔

اور جامع الاخبار ص ۷۷ پر لکھا ہے۔ کہ جو اہل سنت ہو کر مرا۔ اس پر نہ قیامت کی سختی اور نہ عذاب قبر ہوگا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اہل بیت حضرات کے حقیقی اور صحیح محب اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو کسی صورت میں ان کی شان کی تنقیص نہیں کرتے۔ اور دوسرے دینا و بیعتی محب، یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ بوقت ضرورت علی المرتضیٰ کو برا بھلا کہنا جائز ہے۔

## حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں ضرار صدائی کا

## امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان

### الریاض النضرۃ :

مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا۔ کہ تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہو۔ ضرار نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! مجھے معاف رکھا جائے۔ لیکن امیر معاویہ نے مجبور کیا۔ اور کہا تمہیں تعریف کرنا ہی پڑے گی۔ اس پر اس نے یوں تعریف بیان کی۔

خدا کی قسم! علی کا مقام بہت بلند اور تقویٰ انتہائی مضبوط ہے۔ ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عدل پر مبنی ہوتا ہے۔ ہر قسم کا علم آپ کی زبان سے جاری ہوتا ہے۔ ہر قسم کی حکمت زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے انہیں نفرت تھی۔ رات کی تاویلی سے اُنس تھا۔ اُنسو بکثرت اور نظر و فکر کافی عرصہ تک جاری رہتی۔

لباس مختصر، کھانا خشک آپ کی پسند تھی۔ امیر ہوتے ہوئے بھی عام آدمی کی سی بود و باش ہوتی۔ کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب دیتے اور خیر دریافت فرماتے۔ ہم لوگ ان کے قریب ہونے کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے گفت گو نہ کر سکتے۔ آپ دین والوں کی تفہیم کرتے مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے۔ کوئی طاقت ور آپ سے ناحق فیصلہ نہ کروا سکتا اور کوئی کمزور اپنے حق سے محروم نہ رہتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ رات جب خوب سیاہ ہو گئی۔ اور ستارے چمکنے لگتے۔ تو اس وقت آپ سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کی طرح پریشان حالت میں اپنی دائرہ میں پکڑے غمزدہ اور روتے ہوئے کہہ رہے ہوتے۔ اے دنیا! مجھے چھوڑ دے۔ اور دھوکہ دینا ہے۔ تو کسی اور کو دے۔ میرے پیچھے اس لیے آتی ہے۔ کہ مجھ سے تجھے محبت ہے۔ جاؤ دور ہو جا میں نے تجھے تین ملاقیں دیں۔ اب رجوع نہیں کروں گا۔ پھر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ تیری عمر تھوڑی اور احساس کم ہے۔ افسوس سامان تھوڑا اور سفر لمبا ہے۔ اور راستہ خطرات سے بھرا پڑا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں یہ تعریفی کلمات سنے۔ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! علی المرتضیٰ واقعی ایسے ہی تھے۔ پھر پوچھا۔ اے ضرار! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تجھے کیسا غم و صدمہ ہے۔ کہنے لگا۔ یوں جیسا کسی عورت کا اکلوتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

(ریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۸۷ الفصل التاسع فی ذکر نبیہ من نساء)

نوٹ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو عداوت و بغض کے قصہ جات اہل تشیع پیش کرتے ہیں یا کوئی اور شخص ان دونوں حضرات کے مابین مخالفت سمجھتا ہے۔ یہ روایت اس کے لیے محکم جواب ہے۔ اہل سنت کی کتابوں کی طرح یہی واقعہ ”مروج الذهب“ میں بھی مذکور ہے۔

قیامت کے دن جہنڈا حضرت علی

المرتضیٰ کے ہاتھ میں ہوگا

### کنز العمال

لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جہنڈا کون اٹھائے گا۔ فرمایا۔ کون ہے۔ اچھا شخص جو اس کو اٹھائے گا۔ مگر وہی کہ جس نے دنیا میں اس کو اٹھایا تھا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۶۶ مطبوعہ

مطب)

حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت

کے باغات

کنز العمال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے

ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت علی المرتضیٰ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں گئے۔ ہم ایک باغ کے قریب سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تیرا باغ اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اسی طرح ہم یکے بعد دیگرے سات باغات کے پاس سے گزرے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر باغ کو دیکھ کر اُس کی تعریف فرماتے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے کہ جنت میں تیرا باغ اس سے کہیں بہتر ہے۔

(کنز العمال جلد ۳۱ ص ۱۶۶ مطبوعہ مطب)

## فصل ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ۔

### اسد الغابہ

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے۔ اَلذُّنْيَا جَيْفَةٌ فَاِنْ  
اَرَادَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلٰی مُخَالَطَةِ الْكَلَابِ.  
یعنی دنیا مردار ہے۔ لہذا جس شخص نے اس کی کسی شے کا ارادہ  
کیا۔ تو وہ اپنے آپ کو کتوں کے ساتھ ملا ہوا سمجھے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۳)

### نوٹ

دنیا کی حیثیت اور اس سے بے رغبتی کی اعلیٰ مثال بیان فرمائی۔ مردار اور  
پھر اس سے محبت اور اس کے حصول کی کوشش ٹھیک ہے کتے ہی کو ہوتی  
ہے۔ انسان تو مردے کو کھاتا اور اس کے حصول کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور اس کی ناپائیداری  
بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی جنگوں میں شرکت

اور پھر وہاں سے مالِ غنیمت کے ملنے کے باوجود کبھی اس کو سنبھال کر نہ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ فقیر و مسکین کیوں ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔  
 رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا۔ لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ۔  
 اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہر خوش ہیں۔ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا۔ اور جاہلوں کو مال و دولت عطا کیا۔

### اسد الغایۃ

حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ سے فرما رہے تھے اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسی اخلاقی زینت عطا فرمائی ہے۔ جو دوسرے عام آدمیوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب بات یعنی زہد عطا فرمایا۔ اس زہد کی برکت سے تمہاری یہ حالت ہوگی کہ دنیا کی کوئی چیز تم حاصل نہ کرو گے۔ اور نہ ہی دنیا کو تم سے کچھ ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے مساکین سے پیار کرنا عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ تمہارے امام ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور تم ان کی اتباع پر راضی ہوئے۔ اس لیے خوشخبری اس شخص کے لیے جو تم سے محبت رکھتا ہو۔ اور تمہارے متعلق سچ کہتا ہو۔ اور تباہی و بربادی اس کے لیے جو تم سے عداوت اور بغض رکھتا ہے۔ اور تم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں۔ وہی سچ کہتے ہیں۔ اور وہ تمہارے گھر کے پڑوسی ہوں گے اور تمہارے محل میں تمہارے رفیق ہوں گے۔ اور وہ کہ سنبھالنے

تم پر غصہ کیا۔ اور جھوٹ باندھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت میں جھوٹوں کے گروہ میں کھڑا کرے گا۔

(اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۳)

نوٹ:

حدیث بالا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے کنارہ کش ہونے کی مراحت کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں غریبوں سے محبت تھی۔

**لاکھوں کا سامان غریبوں میں تقسیم کر دیا**

اسلام الغابۃ:

محمد ابن کعب کرزی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ”میں نے اپنے آپ کو دیکھا۔ بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا۔ اور میرا صدقہ آج کے دن پانچ ہزار دینار کو پہنچا ہوا ہے لیکن حجاج اور اسود نے شریک سے روایت کی کہ پالیس ہزار دینار تھا۔ اور اس پالیس ہزار دینار کو زکوٰۃ نہیں ہے۔“

حجاج نے شریک سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ کہ پالیس ہزار دینار مذکورہ سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مراد ہے۔ جو آپ نے وقف کر رکھا تھا۔ اور اس موقوفہ مال کی اگر آمدنی پر زکوٰۃ دی جاتی تو وہ پالیس ہزار دینار ہوتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی مال جمع نہ کیا۔ اس کی دلیل وہ روایت بنتی ہے جو ہم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلام سے ذکر کی ہے۔ امام حسن نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت

کہا تھا۔ کہ آپ نے چھ سو درہم کے علاوہ کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔  
 ان چھ سو درہموں کا امام حسن نے ایک غلام خرید لیا تھا۔  
 (اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۳)

حضرت علی المرتضیٰ نے دینیوی زیبائش  
 کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا۔

اسد الغابہ

پکڑے فروخت کرنے والا ”ابوالنوار“ نامی شخص بیان کرتا ہے  
 کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ میرے ہاں تشریف لائے اور  
 آپ کے ہمراہ ایک غلام بھی تھا۔ آپ نے مجھ سے دو عدد قمیص  
 خرید فرمائیں۔ غلام کو فرمایا۔ ان دونوں میں سے جو تمہیں پسند ہے  
 وہ لے لو۔ اُس نے قمیص ارشاد کرتے ہوئے ایک خود لی۔ اور  
 دوسری حضرت علی المرتضیٰ نے پکڑ لی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے  
 اپنے حصہ میں آنے والی قمیص جب پہنی تو اُس کی آستین لمبی تھی۔  
 آپ نے زائد مقدار کاٹ دی۔ اور اس کو کاٹنے کے بعد آگے  
 سے اُس کی سلائی نہ کی۔ آپ نے ویسے ہی اُسے استعمال فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۳)

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے شخص! جب لوگ آخرت کے بارے میں رغبت کم کر دیں گے۔ تو تیرا اس وقت کیا حال ہوگا؟ دنیا کی طرہ اُن کی رغبت بڑھ جائے گی، مال میراث گناہ کے ساتھ کھائیں گے، اور مال دنیا کو شدید محبت کے طور پر پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو سازش بنائیں گے اور حکومت کا میلان بڑھ جائے گا۔ یہ سن کر میں (علی المرتضیٰ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اُس وقت اُن لوگوں کو اور ان کی پسند کو تھوڑو دوں گا۔ اس کی بجائے میں اللہ، اُس کے رسول اور دار آخرت کو پسند رکھوں گا۔ دنیا کی معیبتوں اور بلاؤں پر صبر کر دوں گا۔ یہ میرا طریقہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ کہیں آپ سے مل جاؤں لا تشاء اللہ تعالیٰ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے علی! تو نے سچ کہا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اسے اللہ! اس کے ساتھ ہی کر دے جو اس نے چاہا ہے۔

(الریاض النضرۃ۔ جلد سوم ص ۱۱۱ مطبوعہ بیروت۔ طبع جدید)

### الریاض النضرۃ

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں۔ کہ تیار نامی شخص حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! بیت المال تو سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ امداکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آپ اس وقت

بیٹھے ہوئے تھے۔ میدے بیت المال تشریف لائے اور لوگوں میں  
منادی کرادی۔ اور بیت المال کا تمام خزانہ ان میں تقسیم کر دیا۔  
پھر فرمانے لگے۔ اے سونے چاندی! تم کسی اور کو دعو کہ دو۔ اس کے  
بعد فسوس فسوس کہتے رہے۔ حتیٰ کہ بیت المال میں ایک درہم  
بھی باقی نہ رہا۔ اور وہ جگہ جہاں سونے چاندی کٹھیر لگے ہوئے تھے۔  
اُس پر پانی کا پھڑکاؤ کیا۔ اور اسی جگہ دو گنا نداد فرمایا۔

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱  
مطبوعہ بیروت طبع جدید

### الریاض النضرۃ

حضرت حسن ابن جرموز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت  
علی المرتضیٰ کو کوفہ کی جامع مسجد میں دیکھا۔ آپ دو چادروں میں  
لبوس تھے۔ ایک بطور تہیند اور دوسری اوڑھے ہوئے تھے۔  
تہیند نصف پنڈلی تک تھا۔ بازاروں میں گھومتے۔ دُور ہاتھ میں  
ہوتا۔ اور یہ حکم دیتے۔ لوگو! اللہ کا خوف، سچی بات، اچھی بیع  
اور پورا کیل و وزن برتو۔

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱  
مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

مذکورہ احادیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دینی مال و متاع

سے بے رغبتی کس قدر واضح ہوتی ہے۔ اس قدر مال و متاع کی محبت کی بجائے پُرا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ گویا آپ فرشتہ سیرت انسان تھے۔ لاکھوں کی دولت پل بھر میں غریبوں میں تقسیم کر دی۔ اور شکرانہ کے نفل ادا کیے۔ ایسے معنی اور حبِ باہ و مال سے خالی شخص کے بارے میں۔

”باغِ فدا“ کے جھگڑے اور اس کے حصول کے لیے ادھر ادھر کی لابیائی باتیں کرنا اور کہنا زیب نہیں دیتیں۔ اور اسی طرح خاتونِ جنت جو ان کی طرح دنیا سے بے رغبت تھیں۔ ان کے متعلق اس مسئلہ پر تکرار اور جھگڑا وغیرہ نامناسب اور قطعاً روا نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## فصل ہفتم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

مخالفین پر اللہ کی پھٹکار

صواعق محرقہ

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک حدیث بیان کی۔ حدیث سن کر ایک شخص نے کہا۔ کہ میں اس حدیث کی تکذیب کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ پر بدعا کرتا ہوں۔ اگر تو جھوٹا ہے۔ تو اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ لہذا آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ اور وہ نامیٹا ہو گیا۔

(صواعق خرقہ ص ۲۹ فصل اربع مہجودہ)

بیروت طبع جدید

## البدایۃ والنہایۃ:

عثمان ابن صہیب کا کہنا ہے۔ کہ میرے والد روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ شقی اور بد بخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ وہ شخص کہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اذیت کی کہیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ پھر پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت اور شقی کون ہوگا؟ میں نے عرض کیا۔ حضور مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص جو تمہارے سر پر وار کرے گا۔ جس سے تہہ لہا سر اور دائرہ صحن سے رنگین ہو جائے گی۔

البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۳۲۴

ذکر فضل امیر المؤمنین حضرت علی

مطبوعہ بیروت جدید

## بخاری شریف

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں آیا۔ اور ان سے حضرت عثمان غنی کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی خیریاں اور نیکیاں بیان کیں۔ پھر اس شخص سے کہا۔ شاید تمہیں یہ باتیں بُری لگتی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے

اُسے کہا۔ ”اُمّہ تجھے ذیل کرے“ پھر اسی شخص نے سنت ابن عمر سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں پوچھا۔ سنت ابن عمر نے ان کی خوبیاں اور اچھائیاں بیان کیں۔ اور کہا۔ کہ سنت علی وہ ہیں جن کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے۔ پھر پوچھا۔ شاید تجھے یہ باتیں بھی بُری لگی ہوں گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ اُمّہ تعالیٰ تجھے رُسو اور ذیل کرے۔ تو مجھے تکلیف دینے میں جو کر سکتا ہے کرے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم)  
ص ۲۲۲ مناقب علی۔ نور محمد صالح  
المطابع کراچی)

### مصنف ابن ابی شیبہ

ابو ہارون بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مرددوں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک نافع بن ارزق آیا۔ اور آتے ہی اُس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سر کی طرف کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں علی المرتضیٰ سے بعض رکھتا ہوں۔ حضرت ابن عمر نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بنف رکھے۔ تو ایسے شخص سے بنف رکھتا ہے۔ بن کی ایک یل و نیا دافہا سے بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۷ ص ۸۲)

## فصل ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روحانی قوت اور غلبہ فداوندی

### الریاض النضرة

ممدوح بن زید رضی اللہ عنہ دہلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! کیا تم جانتے نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا میں عرش کے زیر سایہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا مجھے سب سے پہلے پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے انبیائے کرام کو ایک ایک کر کے بلایا جائے گا۔ وہ عرش کی دائیں جانب آئے سائے دو قطاروں کو کھڑے ہو جائیں گے۔ انہیں بھی جنت کی سبز پوشائیں پہنائی جائیں گی۔ اے علی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے میری امت کا حساب و کتاب ہوگا۔ اور تمہیں مبارک ہو کہ صاحب کتب

کے لیے میری قربت کی وجہ سے تمہیں سب سے پہلے آواز دی جائے گی۔ میرا جھنڈا تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔ جس کا نام ”لواؤ الحمد ہے تم اسے اٹھائے ہوئے انبیائے کرام کی دونوں صفوں کے درمیان پھر دو گے۔ تمام مخلوق بعد حضرت آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے جائیں گے۔ اس جھنڈے کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اس کا ڈنڈا سرخ یا قوت کا ہوگا۔ سفید چاندی کا بنا ہوا دستہ اور سبز موتی کی نوک ہوگی۔ اس کے ساتھ نور کی تین لڑیاں بھی ہوں گی۔ ایک لڑی مشرق دوسری مغرب اور تیسری دنیا کے وسط میں ہوگی۔ جھنڈے پر تین سطروں لکھی ہوئی ہوں گی۔ پہلی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہوگا۔ ہر سطر کی لمبائی اور چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اے علی! تم یہ جھنڈا لے کر چلو گے۔ حسین کریمین تمہارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اور تم میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے سامنے عرش کے سایہ میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں جنتی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک آواز آئے گی۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل باپ آپ کا باپ ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اور سب سے افضل بھائی بھی آپ کا بھائی ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ میرے ساتھ تمہیں جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ میرے ساتھ تمہیں بلایا جائے گا۔ اور میرے ساتھ ہی تمہیں

سلام کہا جائے گا۔

(الریاض المنصورة جلد ۱ ص ۱۶۱)

### کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن اس کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ جس کی وجہ سے مسلمان اس قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اس دروازے کو حضرت علی المرتضیٰ ایک لاٹھی کی طرح کفار پر استعمال کرتے تھے۔ جب بعد میں اس کا تجربہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ پائیس آدمیوں کے اٹھانے سے اٹھتا تھا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ

طلب۔ طبع جدید)

### خوٹ

پائیس آدمیوں کے ل کر اٹھانے سے جو دروازہ اٹھتا تھا۔ اُسے تنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا۔ اٹھالینا اور پھر اسے لاٹھی کے طور پر کفار کے خلاف استعمال کرنا کوئی آپ کی جسمانی طاقت نہ تھی۔ بلکہ یہ قوت روحانیہ کا کوشمہ تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ کی قوت روحانیہ بھی بے مثل تھی۔

### الریاض المنصورة

حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ مقام مدینہ میں ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مشرکین کے کئی ایک نمائندے حاضر خدمت ہوئے۔ اور سوال کیا۔ کہ حضور! ہمارے بھائیوں، بیٹوں اور دوستوں میں سے کچھ افراد آپ کے پاس آگئے ہیں۔ وہ ہمیں واپس کر دیے جائیں۔ اگر وہ کچھ سوجھ بوجھ کے مالک ہوئے۔ تو ہم بھی ان سے دین سیکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے قریش! بازارِ باؤدہ نہ میں تم پر ایک ایسا شخص مقرر کروں گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں تلوار سے اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان پر اس کے دل کا امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! وہ کون ہے۔ یہی سوال حضرت ابو بکر اور عمر فاروق نے بھی کیا آپ نے فرمایا۔ وہ ہے جو یہ جوتی سینے والا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جوتی درست کرنے کے لیے عطا فرمائی تھی۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے طہرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جھوٹی بات میری طرف منسوب کی۔ اُس نے اپنی جگہ جہنم میں بنالی۔ دگوا میں نے جو کچھ کہا۔ وہ درست کہا۔ اتر مذی نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۵۶)

مطبوعہ بیروت طبع جدید ذکر اختصار

یوم الحمد بیہ

## فصل نہم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی افضلیت کے بارے میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن کے اوصاف و فضائل ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں ملتا اور جسے نہ کہ ان بے پایاں اوصاف کی بنا پر کچھ تاوانت یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت خلفائے ثلاثہ سے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ اور پھر اسی کی بنا پر ان کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی دُوم لگائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ہم خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور وہ بھی کتب اہل سنت سے لکھیں گے۔ کیونکہ ہم اہل سنت پر یزید نے بھی دیا جاتا ہے۔ کہ ان کو حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی آل سے کوئی عقیدت نہیں۔ لیکن بقیہ خلفائے ثلاثہ کا تذکرہ ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے فضائل و کمالات اور پھر ان پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ہم کتب اہل تشیع سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض وہ عبارات کہ جن کے ذریعہ اہل سنت کو بڑا نام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کی وضاحت اور حقیقتِ حال بیان ہو چکی ہے۔ فضائل اصحاب ثلاثہ ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے پیش اس لیے نہیں کیے۔ کہ واقعی لوگ وہ نہیں ہیں اور

ان کی تعریف میں لکھی گئی کتب اہل سنت کو ہی نہیں ملتے۔ تو پھر ان کتب سے ان حضرات کی فضیلت ذکر کرنا بے معنی تھا۔ ورنہ یہ موضوع اس قدر طویل ہے۔ کہ ایک ایک خلیفہ راشد پر کئی کئی مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ادواب بھی تحریر ہو سکتی ہیں۔ سر دست چونکہ اہل سنت پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ ان کی کتابوں میں علی اور اولاد علی کے فضائل مذکور نہیں۔ اس لیے ہم نے اس اعتراض کو ختم کرنے کے لیے اپنی کتب سے ان حضرات کے بارے میں مختصر طور پر فضائل ذکر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ضمن میں خود حضرت علی المرتضیٰ کی زبان اقدس سے کئی ایک حقائق سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ تحفہ جعفریہ جلد اول کے قارئین کے ذہن میں اصحاب ثلاثہ کے خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تحقیق سے سامنے آجائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہیں بلکہ چوتھے راشد خلیفہ ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کے بعد بقیہ تمام انسانوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین شخصیت میں امدان کے بعد دوسرا درجہ حضرت فاروق اعظم تیسرا درجہ حضرت عثمان اور چوتھا درجہ حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی کے مابین فضیلت کا کچھ اختلاف موجود ہے۔

لیکن جہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ کہ انفضیلت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔ اسی مقصد کے ثبوت پر چند تاویدی اور توشیحی اقوال درج ہیں۔

## الریاض النضرۃ

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الشُّعْبَةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ  
 مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ أَنَّ عِدَّتَهُ أَفْضَلُ النَّاسِ  
 بَعْدَ عُثْمَانَ هَذَا إِيمَانُهُ يَخْتَلَفُ فِيهِ وَ إِمَامًا  
 اخْتَلَفُوا فِي عِلِّيٍّ وَعُثْمَانَ وَ اخْتَلَفَ أَيْضًا بَعْضُ  
 السَّلَفِ فِي عِلِّيٍّ وَ ابْنِ بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو قَاسِمٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
 ابْنُ الْحَبَابِ السَّعْدِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمَسْمُومِ بِالْحِجَةِ  
 لِسَلَفِ هَذِهِ الْمِلَّةِ فِي تَسْمِيَتِهِمُ الصَّدِيقِ بِمُخْلِفَةَ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هَمَّ فِي ذَلِكَ  
 أَبُو عَمْرٍو وَ غَلَطًا ظَاهِرًا لِمَنْ قَامَ لَهُ يَعْنِي وَ كَرَّ  
 الْخِلَافَ فِي فَضْلِ عِلِّيٍّ عَلَى ابْنِ بَكْرٍ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ  
 ذَكَرَ فِي كِتَابِهِ تَعْرِيفًا لَا تَصْرِيحًا أَنَّهُ كَانَ مِنْ  
 جَمَلَةٍ مَنْ يَتَقَدُّ ذَلِكَ أَبُو سَعِيدٍ وَ أَبُو سَعِيدٍ مَقْنُ  
 رَوَى عَنْ عِلِّيٍّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ الْأَمَّةِ بَعْدَ رَسُولِ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يَتَقَدُّ فِي  
 عِلِّيٍّ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنْ ابْنِ بَكْرٍ

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۰ اولفہ

عجب البری

ترجمہ:

اہل سنت کے سلف و خلف یعنی فقہاء اور محدثین کرام کا اس بات پر  
 اتفاق ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے بعد سب سے افضل ہیں۔ یہ وہ اجماعی مسئلہ ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بعض سلف کا حضرت علی اور ابو بکر صدیق کی افضلیت میں بھی اختلاف منقول ہے۔ ابوقاسم عبدالرحمن بن الجباب السعدي نے اپنی تصنیف ”الحجة لسلف هذه الملة في تسميتهما الصديق بخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم“ میں یہ بات کہی۔ اس میں ابو عمرو کو وہم پڑا۔ اور ظاہری غلطی بھی لگی۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں۔ اور وہ (غلطی) یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی کتاب میں اشارتہ یہ بات ذکر کی ہے۔ اس کی صراحت نہیں فرمائی۔ اور لکھا۔ کہ اسی عقیدہ کا ایک شخص ابوسعید بھی ہے۔ اور اسی ابوسعید نے حضرت علی المرتضیٰ سے یہ روایت بھی کی ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں۔ اور آپ کی بہتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پر ہے۔ تو یہ شخص کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

### الریاض النضرۃ

وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ النَّفِیْلِ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْصِيلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ قِيلَ لَهُ فَإِنَّ أَحْمَدَ بْنَ

حَبْلٌ وَيَعْتُوبُ بْنُ كَعْبٍ يَقِفَانِ عَلَى عُثْمَانَ فَقَالَ  
أَخْطَأَ لَمَعًا أَدْرَكْتُ النَّاسَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ  
عَلَى هَذَا أَخْرَجَهُ خَيْشَمَةُ بْنُ سَكِيمَانَ -

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ :

ابو جعفر ثقفی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی باہم نفیست کا  
سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر  
صدیقؓ ہیں۔ پھر عمر فاروقؓ پھر عثمان غنیؓ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔  
ان سے کہا گیا۔ کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن کعب نفیست صحابہ کے  
متبعی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمانؓ کو افضل کہنے  
میں رک جایا کرتے تھے۔ تو ثقفی نے جواب دیا۔ وہ دونوں غلطی پر  
ہیں۔ میں نے اہل سنت و جماعت حضرات کو اسی عقیدہ پر پایا۔  
(یعنی نفیست باعتبار خلافت پر) اس روایت کو یحییٰ بن سلیمان  
روایت کیا۔

### الریاض المضرۃ

وَعَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيلِ  
أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ  
أَبُو طَالِبٍ فِي الْخِلَافَةِ وَيَذْهَبُ إِلَى حَدِيثِ سَيْفَةَ

تَكُونُ خِلَافَةً رَحْمَةً تَلَائِيْنُ سَنَةً۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل سے صحابہ کرام کی فضیلت باہمی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ ہیں۔ اور احمد بن حنبل حدیث مستفیضہ کا حوالہ فرماتے کہ خلافت رحمت کا عرصہ تیس سال کا ہو گا۔

## فصل دہم

شیخین کے بارے میں علی اور ان کی

اولاد کا فیصلہ

الریاض النضرۃ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عِيسَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ  
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ سَبَقَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ  
إِلَى بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ وَأَنْتَ أَسْبَقُ مِنْهُ سَابِقَةً وَأَوَّلِي  
مِنْهُ مَتَقَبَّةً؟ قَالَ فَقَالَ عَلِيٌّ وَيْلَكَ أَنْ أَبَا بَكْرٍ  
سَبَقَنِي إِلَى أَرْبَعٍ كَمْ أَوْتِيَهُنَّ وَلَمْ أَعْتَفِنْ مِنْهُنَّ  
بِسَبْقِي سَبَقَنِي إِلَى إِنْشَاءِ الْإِسْلَامِ، وَقَدِيمِ الْهِجْرَةِ وَ  
مَصَاحِبَةِ فِي الْغَارِ وَأَقَامِ الصَّلَاةَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ

بِالشَّعْبِ يَظْهَرُ الْإِسْلَامَ وَأُخْفِيَهُ وَتَسْتَحِقُّ فِي  
 قَرِيشٍ وَلَسْتُ وَفِيهِ وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَأَى  
 عَنْ مَنْ يَتَّبِعُهُ مَا بَلَغَ الَّذِينََ الْعَبْدِينَ يَعْنِي الْبَنَانِينَ  
 وَلَكَانَ النَّاسُ كُرْعَةً كُرْعَةً طَائِفَةٌ وَبَيْنَكَ  
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ذَمَّ النَّاسَ وَمَدَحَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ  
 (إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ) الْآيَةَ كُلُّهَا فَرَجَمَهُ  
 اللَّهُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَبْلَغَ اللَّهُ رُوحَهُ مِنِّي السَّلَامَ  
 (الرياض النضره جلد ۱ ص ۸۹)

ترجمہ:

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ اے امیر المومنین !  
 ہماجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت میں جلدی  
 کیوں کی حالانکہ آپ ابوبکر سے بہت اگے ہیں۔ اور آپ کی  
 عظمت و منقبت بھی ان سے زیادہ ہے؟ یہ سن کر حضرت علی  
 المرتضیٰ نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس! ابوبکر صدیق چار باتوں میں مجھ  
 سے بہت اگے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے  
 کے بعد اس کا علی الاعلان اظہار کیا۔ دوسرا یہ کہ ہجرت کرنے میں  
 وہ مجھ پر سبقت لے گئے۔ تیسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
 غار ثور میں ہم نشینی کا شرف پایا۔ اور چوتھی یہ کہ انہوں نے نماز پڑھی  
 اور میں اس وقت شعب ابی طالب میں تھا۔ وہ اسلام کو ظاہر  
 کرنے والے اور میں چھانے والا ہوں۔ قریش نے ان کی پذیرائی

کی۔ اور مجھے حقیر جانا۔ خدا کی قسم! اگر اس وقت ابو بکر صدیق تبلیغ اسلام سے باز رہ جاتے۔ تو آج اسلام دور دراز نہ پہنچ سکتا۔ اور لوگ شکر طاوت کی طرح دین سے منہ موڑ لیتے۔ تجھ پر افسوس! بے شک اللہ عز و جل نے جہاں لوگوں کی خدمت کی وہاں ابو بکر کی تعریف فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **الَا تَنْصُرُوهُ الْحَمْدُ**۔ اگر اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کریں گے۔ تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کر چکا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی ابو بکر صدیق پر رحمت نازل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو میری طرف سکلام پہنچا دے۔

**حضرت علی المرتضیٰ نے اُس شخص کو قتل کر دینے**

**کی دھمکی سنائی۔ جس نے آپ کو ابو بکر**

**سے افضل کہا**

**الریاض التضرۃ**

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ  
أَقْبَلَ رَجُلٌ فَتَخَلَّصَ النَّاسُ حَتَّى وَقَفَ عَلَى عَلِيٍّ  
ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ قَدْ مُوَاا بَابِكُمْ؟ وَأَنْتَ أَوْرَى مِنْهُ  
مَنْقَبَةً؟ وَأَقْدَمَ إِسْلَامًا؟ وَأَسْبَقَ سَابِقَةً؟

قَالَ إِنَّ كُنْتَ قُرْشِيًّا فَأَحْسِبْكَ مِنْ عَائِدَةٍ قَالَ  
نَعَمْ قَالَ تَوَلَّأَنَّ الْمُؤْمِنَ عَائِدٌ لِلَّهِ لَقَتَلْتِكَ وَ  
يُحَكِّ أَنْ يَا بَكْرٍ سَبَقَنِي لَا رَيْبَ لَمْ أُوتِ مِنْ وَكَمْ  
أَعْتَصَمَ مِنْهُمْ سَبَقَنِي إِلَى الْإِمَامَةِ أَوْ تَقَدَّمَ الْإِمَامَةَ  
وَتَقَدَّمَ الْهَجْرَةَ وَالْإِلَى الْغَارِ وَإِفْشَاءً الْإِسْلَامَ -

(الرياض النضرية جلد اول ص ۹)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ :

عبدالرحمن بن ابی زناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک  
شخص آیا۔ اور جب جمعہ اور آدھ ہو گیا۔ تو وہ حضرت علی المرتضیٰ کے  
پاس اکھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیر المومنین! ان ہاجرین و انصار کو کیا  
ہو گیا کہ سب ابو بکر کی بیعت کر بیٹھے حالانکہ آپ ابو بکر سے زیادہ وفات و  
غیروں کے مالک ہیں۔ اسلام میں آپ کی اولیت ہے۔ آپ نے سن  
کر فرمایا۔ اگر تم قریشی ہو۔ تو تمہیں کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔ مومن ایسے  
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ  
ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا افسوس ہے تجھ پر۔۔۔ ابو بکر صدیق  
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر! ابو بکر صدیق  
چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گیا۔ جن میں سے میرے اندر  
کوئی ایک بھی نہیں۔ امامت، ہجرت، غار اور اسلام کو اعلان  
پھیلانے میں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت میں  
 والے کو مغتری کی حد لگانے کی وعید  
 صواعق محرقہ

فِي الْبُخَارِيِّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ  
 ثُمَّ رَجُلٌ آخِرُ فَقَالَ أَنَبِيُّ مُحَمَّدٍ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ ثُمَّ  
 أَنْتَ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَصَحَّحَ الْأَذَقِيُّ  
 وَغَيْرُهُ طَرَقًا أُخْرَى عَنْ عَلِيٍّ بِذَلِكَ وَفِي بَعْضِهَا  
 الْأَوَّلُ بَلَعْنِي أَنْ رَجُلًا يُفَضِّلُونِي عَلَيْهِمَا فَمَنْ  
 وَجَدْتُ فَضَّلَنِي عَلَيْهِمَا فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَيْهِ مَا عَلَى  
 الْمُفْتَرِي -

(صواعق محرقہ ص ۶۰ الباب الثالث)

مطبوعہ قادیان ۱۴

ترجمہ:

بخاری شریف میں حضرت علی سے ہی روایت ہے۔ کہ فرمایا جعفر  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقیہ تمام انسانوں سے ابو بکر افضل ہیں۔ پھر عمر فاروق  
 پھر ایک اور مرد۔ یہ سن کر حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے کہا۔ یہ آپ

کا درجہ ہے۔ جو اباحضرت علیؑ نے فرمایا میں ایک عام مسلمانوں کا فرد ہوں۔ ذہبی وغیرہ نے اس روایت کی دیگر طریقوں سے تصحیح کی ہے ان میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کچھ لوگ مجھے ابوبکر اور عمر فاروق پر فضیلت دیتے ہیں۔ لہذا جب تمہیں ایسا کوئی شخص ملے۔ تو سمجھو کہ وہ مفسرِی (جھوٹا) ہے۔ اور جھوٹے کی سزا اس پر ہونی چاہیئے

کسی کے سینہ میں میری محبت اور دشمنی

سے بغض جمع نہیں ہو سکتے (حضرت علیؑ)

### صواعق محرقہ

وَ أَخْرَجَ أَبُو بَكْرٍ الْأَجْرِي عَنْ أَبِي حُجَيْفَةَ سَمِعْتُ  
عَلِيًّا عَلَى مِثْرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ إِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ  
بَعْدَ بَنِيهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ خَيْرٌ مِنْهُ عُمَرُ وَ أَخْرَجَ  
الْحَافِظُ أَبُو ذَرٍّ الْهَرَوِيُّ مِنْ طَرِيقٍ مَتَنَوَعَةٍ وَالسَّادُّ  
قُطَيْبِيُّ وَغَيْرُهُمَا عَنْهُ وَحَلَّتْ عَلَى عَلِيٍّ فِي بَيْتِهِ  
فَقُلْتُ يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَهْلًا يَا أَبَا حُجَيْفَةَ إِلَّا أَخِيرَكَ يَخْبِرُ  
النَّاسَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ  
وَعُمَرُ وَ يَحْكُمُ يَا أَبَا حُجَيْفَةَ لَا يَجْمَعُ حَقِّي وَبُغْضُ  
أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَ أَخْبَارُهُ يَكُونُ نَهْمًا

خَيْرَ الْأَمْرِ عَنْهُ فِي رِوَايَتِهِ ابْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ الْحَنَفِيَّةِ  
وَجَاءَ عَنْهُ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ بِحَيْثُ يَجْزِمُ مَنْ  
تَدْبِعُهَا بِصُدُورِ هَذَا الْقَوْلِ مِنْ عَلِيٍّ وَالتَّوَعُّدِ  
وَنَحْوِهِمْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يُمَكِّنُهُمْ انْكَارُ صُدُورِ  
هَذَا الْقَوْلِ مِنْهُ لِيُظْهِرُوا عَنْهُ بِحَيْثُ لَا يُسَكِّرُهُ  
إِلَّا جَاهِلٌ بِالْأَشَارِ أَوْ مُبَاهِتٌ قَالُوا ائْتِنَا قَالِ  
عَلَيٌّ ذَلِكَ تَقِيَّةً وَمَرَّ أَنْ ذَلِكَ كَذِبٌ وَافْتِرَاءٌ  
وَسَيِّئٌ أَيْضًا وَأَحْسَنُ مَا يَقَالُ فِي هَذَا الْمَحَلِّ  
الْأَلَمَةُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ .

اصول محرقہ ص ۶۱ / الباب الثالث

فی الفصل اول - مطبوعہ قاہرہ طبع جدید

ترجمہ:

ابو جعفر سے ابو بکر ابری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ  
کو کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اُس امت میں  
سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ پھر اُن کے  
بعد عمر فاروق۔ حافظ ابو ذر ہروی نے بہت سے مختلف طریقوں سے  
اور اور اقلنی وغیرہ نے بھی بیان کیا۔ کہ ابو جعفر کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت علی  
المرتضیٰ کے گھر میں گیا۔ اور پوچھا۔ اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے۔ (یعنی ان الفاظ سے  
انہوں نے حضرت علی کو مخاطب کیا۔) یسین کہ حضرت علی نے فرمایا۔  
اے ابو جعفر، رک جاؤ۔ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں  
 اسے ابو جحیفہ! میری محبت اور ابو بکر و عمر سے بغض کسی مومن کے دل  
 میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کی روایات حضرت علی کے بیٹے  
 محمد بن الحنفیہ سے بھی مروی ہیں کئی اور طریقوں سے یہ بھی آیا ہے۔ کہ  
 اس لیے جو شخص اس قول کی تحقیق کے درپے ہو گا وہ ضرور اسے حضرت  
 علی سے ثابت پائے گا۔ اور انصافی وغیرہ جب اس وضاحت  
 کے ہوتے ہوئے ان اقوال سے انکار نہ کر سکا۔ کیونکہ انکار کرنے  
 والا یا تو زنا باہل کہلائے گا یا منبوہ الخواص۔ اس لیے انہوں نے یہ  
 کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ باتیں بطور تقیہ کہیں۔ یہ  
 گور چکا ہے۔ کہ حضرت علی کے متعلق تقیہ کا الزام لگانا، جھوٹ اور افہام  
 ہے۔ معقوب مزید آ رہا ہے۔ اس مقام پر سب اچھا یہی قول ہے۔  
 اللعنة الله على الكاذبين۔

### نوٹ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف طریقوں سے یہ بات ثابت ہے۔  
 کہ آپ امت میں سب افضل ابو بکر صدیق اور پھر عمر بن الخطاب کو سمجھے جلی تھے  
 اور اسی کا اعلان بھی کرتے تھے۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا۔ کہ جس شخص کے دل میں  
 حضرت شیعین سے بغض ہو۔ اس دل میں میری محبت ہرگز نہیں رہ سکتی۔ لہذا شیعین  
 کے حضور تبرابازی کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق  
 ”مومن“ نہیں ہے۔ حضرت علی ایسے بے ایمان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس سے  
 بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

## صواعق محرقہ

وَ أَخْرَجَ أَبُو ذَرٍّ الْهَرَوِيَّ وَالذَّارِقُطَنِيَّ مِنْ طَرِيقٍ  
 أَنَّ بَعْضَهُمْ مَرَّ بِبَنَفَرَ فَيُسَبُّونَ الشَّيْخَيْنِ فَأَخْبَرَ  
 عِيَّتًا وَقَالَ لَوْلَا أَنَّهُمْ يَرَوْنَ أَنَّكَ تَضْمِرُ مَا عَلَنَّا  
 مَا اجْتَرَأُوا عَلَيَّ ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ أَغُوذُ بِاللهِ  
 رَحِمَهُمَا اللهُ ثُمَّ نَهَضَ فَأَخَذَ بِسَيْدِ ذَلِكَ الْمُخْبِرِ  
 وَأَدْخَلَهُ الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبَضَ عَلَى  
 لِحْيَتَيْهِ وَهِيَ بَيْضَاءُ فَبَلَّتْ دُمُوعُهُ تَتَحَادَرُ  
 عَلَى لِحْيَتَيْهِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ الْبُقَاعَ حَتَّى رَجَعَتْ  
 النَّفَاسُ ثُمَّ خَطَبَ خُطْبَةً بَلِيغَةً مِنْ جُمْلَتِهَا مَا  
 بَالُ أَقْوَامٍ يَذْكُرُونَ أَخَوِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَيْلَ يُرِيهِ وَصَاحِبِيهِ وَمَسِيَدِي  
 قَرْنِي وَأَيُّوِي الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا بِرَبِّي مُقَايِدُ كُرُونِ  
 وَعَلَيْهِ مُعَاقِبُ صَحْبَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ بِالْجَدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجَدِّ فِي أَمْرِ اللهِ  
 يَا مُرَّانَ وَيَنْهَيَانِ وَيَقْضِيَانِ وَيُعَاقِبَانِ لَا يَرَى  
 رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَةً رَأْيَا  
 وَلَا يُحِبُّ كَحُبِّهِمَا حُبًّا لَمَّا يَرَى مِنْ عَزْمِ مِثْلِهِمَا  
 فِي أَمْرِ اللهِ فَقَبَضَ وَهُوَ رَاضٍ وَالْمُسْلِمُونَ  
 رَاضُونَ۔

دعواتی مقررہ ۶۳ / الباب اثنا عشر  
فی الفصل اول مطبوعہ کاکہرہ مطبعہ بریل

من جمہ :

الہذا ہر وہی اور دار قطنی نے متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک  
آدمی کا ایک ایسی جماعت سے گزر رہا تھا۔ جو حضرات شیخین کو کافی بگڑی  
تھی۔ اس نے یہ بات اگر حضرت علی المرتضیٰ کو بتلائی۔ اور کہنے لگا۔  
کہ اگر آپ کے بارے میں وہ یہ خیال نہ کرتے۔ کہ آپ بھی شیخین کے  
بارے میں دل کے اندر ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ تو وہ کبھی بھی  
اعلانہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ  
کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یہ کہا اور اٹھے۔  
پھر اس خبر دینے والا کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آئے۔ منبر پر چڑھے  
پھر اپنی سفید داڑھی کو پکڑا۔ آپ کے گرتے ہوئے آنسوؤں سے وہ  
تر ہو چکی تھی۔ اور آپ لوگوں کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت سے  
آدمی مسجد میں جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک مبلغ خطبہ ارشاد فرمایا  
جس کے الفاظ میں سے یہ بھی تھا۔ اس قوم کا کیا حال ہے۔ جو  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بھائیوں، وزیروں ساتھیوں اور  
قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے روحانی باپوں کے بارے  
میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں۔ جو کچھ وہ جانتے ہیں میں اس سے  
بیزار ہوں۔ اور اس پر انہیں سزا ہے۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ اور اس کو پورے علوم اور فہم سے بناوا  
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملہ میں بھی وہ دونوں اتھک

معتی تھے۔ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، حق کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور غلط کاموں پر سزا دینے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان جیسی کسی کی رائے نہ تھی۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی دوسرے سے آپ کو محبت تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ان کا جرم یقیناً قابلِ ذکر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ اور وہ ان دونوں سے راضی تھے۔ اور مسلمان بھی ان سے خوش ہیں۔

شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔

(امام باقر کا قول)

صواعق محرقہ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ فَضْلَ أَبِي  
بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَدْ جَهِلَ قَالَ بَعْضُ الْأَيْمَنَةِ أَهْلُ  
الْبَيْتِ صَدَقَ وَاللَّهُ إِنَّمَا تَشَأُ مِنَ الشَّيْعَةِ وَالزَّائِفَةِ  
وَعَبْرَ مَا تَشَأُ مِنَ الْبَدْعِ وَالْجَهْمِ لَا تَجْهَلُهُ  
بِالْمُسْتَنَةِ۔

صواعق محرقہ ص ۵۶ / الباب الثانی

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جو شخص حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا فضل نہیں پہنچاتا۔ وہ جاہل ہے۔ بعض ائمہ اہل بیت

نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ خدا کی قسم! شیعہ اور رافضیوں وغیرہما سے بدعت اور جہالت کی بہت سی باتیں دراصل ان کی سنت سے جاہل ہونے کی دہرے ہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے

(امام جعفر صادق)

صواعق محرقہ

وَفِي النَّطِيِّوْرِيَّاتِ لِسَنَدِهِ إِلَى جَعْفَرِ بْنِ مَعْقَدٍ عَنْ  
أَبِيهِ قَالَ رَجُلٌ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَسَمْعَكَ لَقَوْلِكَ  
فِي الْخُطْبَةِ أَلَلَّهُمَّ أَصْلَحْنَا بِمَا أَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ  
الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ فَمَنْ هُمْ فَأَعَزَّكَ فَكَرَّمْتَ  
عَيْنَاهُ فَقَالَ هُمْ حَبِيبِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ إِمَامَا  
الْمُهْدَى وَشَيْخَا الْأَمْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشِ الْمُقْتَدَى  
بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ  
أَقْتَدَى بِهِمَا عَصِمَ وَمَنْ تَبِعَ أَتَارَهُمَا هَدَى إِلَى  
الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ وَمَنْ تَعَتَكَ بِهِمَا فَلَهُ مِنَ  
حُزْبِ اللَّهِ

(مواثق محرقہ ص ۵۷۵ باب الثانی۔ مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ :

امام جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ہم دوران خطبہ آپ کے یہ کلمات سنتے ہیں۔ وہاں اللہ! ہماری اسی طرح بہتری فرما جس طرح تو نے قلعہ راشدن کی بہتری فرمائی تھی۔ آپ فرمائیے وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے حبیب ابوبکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے برگزیدہ، قریشی مرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے مقتدا اور پیشوائیں۔ جس نے بھی ان کی اقتداء کی وہ اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ اور جس نے بھی ان کے آثار کو اپنایا۔ اسے مراہ مستقیم مل گیا۔ اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کے گروہ سے ہوا۔

آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیئہ

کہلانے کے باوجود یمن کو برا جانیں گے۔

وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

marfat.com

Marfat.com

أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ  
لَوْ شِئْتُ أَنْ أَسْمِيَ لَكُمْ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُهُ وَقَالَ  
لَا يُفْضِلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ إِلَّا جَلَدَتْهُ  
جَلْدًا وَجَمِيعًا وَسَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَتُومٌ  
يَنْتَحِلُونَ مَحَبَّتَنَا وَالتَّشْيِيعَ فَيُبَايِعُهُمْ شَرَارُ  
عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْتَمُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ هَذَا  
وَلَقَدْ جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ وَأَعْطَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَعْطَاهُ عُمَرُ  
وَأَعْطَاهُ عُثْمَانُ فَطَلَبَ الرَّجُلُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُو لَهُ فَيُعَاظِمَهُ  
بِالْبِرَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَيْفَ لَا يُبَارِكُ لَكَ وَلَمْ يُعْطِكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَأَوْصِيَاءُ  
أَوْشِيَهُدْ.

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَجِئَهُ عَلَى فِجْجِي إِذْ طَلَعَ أَبُو  
بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنْ مَوْحِرِ الْمَسْجِدِ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا  
نَظْرًا شَدِيدًا وَصَوَّبَ فَانْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ وَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمَا السَّيِّدَا كَهْمُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ  
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ  
وَأَنْعَمًا لَا تَعْلَمُهُمَا بِذَلِكَ.

(کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۰۰۹)

ترجمہ :

عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام سے افضل شخص ابو بکر و عمر ہیں۔ اور اگر تیسرے شخص کا نام پوچھنا چاہے۔ تو میں بتلا سکتا ہوں۔ اور پھر فرمایا دیکھو۔ کوئی شخص مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہنے کی جرأت نہ کرے۔ ورنہ میں اسے سخت ترین کوڑے لگاؤں گا۔ بہت جلد ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت اور ہمارے شیعہ ہونے کا راگ الاپیں گے۔ حالانکہ وہ شریر ترین انسان ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو ابو بکر و عمر کو برا بھلا کہیں گے۔ حضرت علی مزید فرماتے ہیں۔ کہ ایک سوالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ اپنے عطا فرمایا۔ پھر اسی نے ابو بکر و عمر و عثمان سے مانگا۔ انہوں نے بھی دیا۔

۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخواست کی۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں برکت کیونکہ نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ عطیہ دینے والے ایک نبی دوسرے صدیق اور شہید ہیں حضرت علی المرتضیٰ سے ہی روایت ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھا ہوا تھا۔ کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ اچانک ابو بکر و عمر مسجد کے ایک کونہ سے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ پھر سر انور جھکا لیا۔ اور بعد میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ دونوں جنتی عمر رسیدہ لوگوں کے

سردار ہیں۔ ماسوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ تمام اگلے پھیلوں سے بہتر  
 ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات عطا کیے۔ وہ انہیں نہ  
 بتلانا۔

یہ خین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے

(حضرت علی المرتضیٰ)

### کنز العمال

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ قَالَ فَتَى مِنْ بَنِي هَاشِمٍ  
 رَعِيْلِي ابْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ ضَيْقَيْنِ  
 سَمِعْتِكَ تَخْطُبُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجُمُعَةِ  
 تَقُولُ اللَّهُمَّ اصْلِحْ لَنَا بِمَا اصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ  
 الرَّاشِدِينَ فَمَنْ هُمْ فَا عَزَّ وَرَقَّتْ عَيْنَاهُ ثُمَّ  
 قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَهُمُّرٌ إِمَامًا مَالِ الْهُدَى وَشَيْخَنَا  
 الْإِسْلَامِ وَالْمُهْتَدَى بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اتَّبَعَهُمَا هَدَى إِلَى صِرَاطٍ  
 مُسْتَقِيمٍ وَمَنْ اقْتَدَى بِهِمَا يُرْشَدُ وَمَنْ تَمَسَّكَ  
 بِهِمَا فَهُوَ حِزْبُ اللَّهِ وَحِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

(کنز العمال جلد ۴ ص ۱۱۱)

ترجمہ:

علی بن حسین کہتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے ایک لوجوان نے حضرت علی المرتضیٰ سے جنگ صفین سے واپسی پر پوچھا۔ میں نے آپ کو خطبہ میں یہ کہتے سنا۔ اے اللہ! ہماری اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی۔ میں پوچھتا ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ سن کر حضرت علی کی آنکھوں میں آنسو اڑ ائے۔ پھر فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے بزرگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے مقتدا اور پیشوا۔ جس نے ان کی اتباع کی اسے مراد مستقیم مل گیا۔ جس نے ان کی اقتداد کی وہ رشد و ہدایت پا گیا اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کا گروہ ہوا۔ اور اللہ کی عطا ہی کو کامیابی ہے۔

”شیخین“ اُمت میں افضل ترین ہیں۔

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ لَا إِنْ خَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ زُجِّلْ وَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ

لَا يُؤَاوِئُنَا أَحَدٌ -

(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۸۷)

ترجمہ:

حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ امدان کے بعد عمر فاروق ہیں۔ ابو بکر خری سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر عمر ہیں۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ اور آپ اے امیر المؤمنین؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے مرتبہ میں کوئی پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔

شہین سے محبت علامتِ ایمان اور ان سے دشمنی

بد بختی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ سُؤْيِدَ بْنَ عَفْلَةَ دَخَلَ عَلَى  
بَنِي فِي إِمَارَتِهِمْ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي  
أَسْرَمْتُ بِتَغْرِيدٍ كَرُونِ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بِغَيْرِ الَّذِي  
هُمَا لَهُ أَهْلٌ فَتَنَحَّضْ إِلَى الْمَشْرِ فَقَالَ وَالَّذِي  
فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ الْقَسْعَةَ لَا يُحِبُّهُمَا إِلَّا مُشْرِكٌ

marfat.com

فَاضِلٌ وَلَا يَبْغِضُهُمَا وَلَا يَخَالِفُهُمَا إِلَّا شَيْعٌ  
 مَارِقٌ فَحَبِطَ مَا قُرْبَهُ وَبُغِضَ مَا رُوقَ مَا بَالَ  
 أَهْوَاؤُهُ يَذْكُرُونَ أَخَوِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ وَوَزِيرِيهِ وَصَاحِبِيهِ وَمَيْتَدِي قُرَيْشٍ  
 وَأَبَوِي الْمُسْلِمِينَ فَإِنَا بَرِيٌّ مِمَّنْ يَذْكُرُهُمَا يَسُوهُ  
 وَعَلَيْهِ مُعَاقِبٌ۔

(کنز العمال جلد ۸ ص ۸)

ترجمہ:

سید بن غفلہ حضرت علی المرتضیٰ کے دو خلافت میں ان کے ہاں گیا  
 اور کہا۔ اے امیر المومنین! میں کچھ لوگوں کو ابو بکر و عمر کے بارے  
 میں ایسی باتیں کرتا پاتا ہوں۔ جو ان میں نہیں تھیں۔ یہ سن کر حضرت  
 علی المرتضیٰ منبر پر تشریف لائے۔ اور کہا۔ اس ذات کی قسم جو  
 نے دانت پھاڑا اور دوع کو پیدا کیا۔ ان دونوں (ابو بکر و عمر) سے  
 محبت کرنے والا صحت مومن اور صاحب فضل ہی ہو سکتا ہے۔  
 اور ان دونوں سے بغض و مخالفت کرنے والا ہر ایک بدعت  
 اور گمراہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس قوم کا کیا حال جو حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے دو بھائیوں، دو بندوں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں  
 اور مسلمانوں کے باپوں کے بارے میں نازیبا کلمات کہتی ہے  
 جو لوگ بھی ان دونوں کے بارے میں بُرے الفاظ کہتے ہیں (علی)  
 ان سے بیزار ہوں۔ اور دھڑکے مستحق ہیں۔

شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں۔ وہ دونوں جنتی  
لوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

### کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا أَرَى رَجُلًا يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ  
تَتَيَسَّرُ تَوْبَةُ أَمَدًا.

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ  
أَنَّ ابْنَ طَالِبٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ  
يَا عَلِيُّ هَذَا ابْنُ سَيِّدَةِ أَكْهُوْلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَا خَلَا  
النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ مِمَّنْ مَضَى فِي مَالِكِ  
الدَّهْرِ وَعَنَائِيرِهِ يَا عَلِيُّ لَا تُخَيِّرْهُمَا بِمَقَالَتِي  
هَذِهِ مَا عَاشَا قَالَ عَلِيُّ فَلَمَّا مَاتَا لَعَنَهُمَا النَّاسُ  
بِذَلِكَ.

(کنز العمال جلد نمبر ۱۳ نمبر ۱۸)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہیں نہیں سمجھتا۔ کہ اس شخص کی توبہ  
کبھی قبول ہو۔ جو ابو بکر و عمر کو گالی دیتا ہو۔

حضرت علی ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں تھا۔ اچانک ابو بکر و عمر آگئے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔ اے علی! یہ دونوں جنتی بوڑھوں کے ماسواۓ انبیاء و مرسلین سترار میں اُن تمام لوگوں میں سے جو اولین و آخرین ہوئے۔ اے علی! میری یہ بات ان دونوں کو ان کی زندگی میں نہ بتلانا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات لوگوں کو سنا دی۔

— شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ —

(حضرت علی المرتضیٰ)

### کنز العمال

عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مَنْ أَوَّلُ النَّاسِ دُخُولًا الْجَنَّةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ قَالَ آخَى وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُمَا لَيَأْكُلَانِ مِنْ شَعَارِهَا وَيُرْوِيَانِ مِنْ مَائِثِهَا وَيَشْكَانِ فِرَاشَهَا وَأَنَا مَوْثُوفٌ مَغْمُومٌ مَهْمُومٌ بِالْحِسَابِ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۹)

ترجمہ: عبد خیر سلوی ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا۔ سب

پہلے حضور ملی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو بکر و عمر۔ میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے؟ فرمانے لگے۔ اس خدا کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ وہ دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہوں گے، اس کے پانی سے سیراب ہو رہے ہوں گے۔ اور اس میں تنجید لگا کر آرام کر رہے ہوں گے۔ اور میں حساب و کتاب کے بارے میں غم نہ اور پریشان کھڑا ہوں گا۔

فاروق اعظم کے وصال پر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ میں ان کا

نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں

### کنز العمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى سِرِيرِهِ فَتَكَنَّتْهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيَصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ فَيَاذَاجَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ وَقَالَ مَا خَلَفْتُ أَحَدًا أَحَبُّ إِلَيَّ أَنِ اتَّقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَأَتِمَّ اللَّهَ إِنْ كُنْتُ لَاطِقٌ لِيَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَلِكَ إِنِّي كُنْتُ أَكْثَرَ أَسْمَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ أَنَا

وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ  
فَإِنْ كُنْتُمْ لَا ظَنَّ لِيَجْعَلَنَّكَ اللَّهُ مَعَهُمَا۔

(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۶۷-۶۸)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب کو جنازہ پر رکھا گیا۔ لوگوں نے آپ کو کفن پہنایا۔ اور اٹھانے سے قبل ان کے لیے دعا اور رحمت کی طلب کر رہے تھے۔  
اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی حضرت عمر کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعائیں کی۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اس شخص کے عمل کے بغیر اب پیچھے اور کوئی نہیں رہا۔ کہ جس کے اعمال کو لے کر میں اللہ کے پاس جانا پسند کروں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر) سے ضرور ملا دے گا۔ کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے میں، ابو بکر اور عمر گئے۔ میں ابو بکر اور عمر آئے، میں اور ابو بکر اور عمر گئے۔ اس لیے میرے یقین کا یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اور ابو بکر کو اپنے تقریباً تمام کاموں میں ساتھ رکھا۔ اب بھی تم ان کے ساتھ جاؤ گے۔

❦

ابو الدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

شیخین سے آگے چلنے سے منع فرما دیا

### کنز العمال

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَلِقَ فِيهِ إِلَى أُذُنِي وَرَأَيْتُ وَأَنَا أَمْشِي بَيْنَ يَدَيَّ ابْنِي بَكْرٍ وَعُمَرُ فَتَدْعَانِي تَالِي يَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ أَمْشِي بَيْنَ يَدَيَّ مَنْ هُوَ بِمَنْكَ ؟ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَبَكْرٍ وَعُمَرُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ خَيْرٌ مِنْ ابْنِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲

مطبوعہ حلب

ترجمہ:

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اپنے کالوں سے یہ الفاظ سنے۔ آپ مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور میں ابوبکر و عمر کے آگے آگے چلتا ہوا تھا۔ فرمایا۔ اے ابو الدرداء

کیا تو ان کے اگے اگلے چل رہا ہے۔ جو تم سے بہتر ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور! وہ کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ آج تک کسی اور پر یہ سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔ جو ان دونوں سے بہتر ہو۔

نوٹ: بفضیلت شیخین کے بارے میں ہم نے کتب اہل سنت سے تقریباً وہی حوالہ پیش کئے ہیں۔ جن کی روایت یا حضرت علی المرتضیٰ سے ہے۔ یا اہل بیت کے کسی فرد سے اگر اس پابندی کا خیال نہ رکھا جاتا۔ تو اس قدر حوالہ جات موجود ہیں۔ کہ کئی ایک جلدیں تیار ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا۔ کہ کسی مخالفت رافضی کو یہ دھوکہ دینے کی نہ سوجھے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے سنی بھی حضرت علی المرتضیٰ کو افضل مانتے ہیں۔ تو پھر ان کی خلافت بلا فصل اور افضلیت مطلقہ کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ حضرات شیخین کے بارے میں کچھ دیگر صحابہ کرام کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ جو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ سنیوں کو حضرت علی اور ان کی اہل بیت سے محبت و عقیدت نہیں۔ اس کا رد ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ان کی آل پاک سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ بے شمار فضائل و مناقب ہماری کتب میں مذکور ہیں۔ باقی خلفائے کے فضائل ہم نے اپنی کتب کی بجائے شیعہ کتب سے تحفہ جعفریہ جلد اول میں درج کیے ہیں تاکہ ان کا یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے۔ کہ نہ ہم تمہاری کتابوں کو مانیں۔ اور نہ اصحاب ثلاثہ کے ان میں درج شدہ فضائل تسلیم کریں۔ امید ہے۔ کہ حقیقت کا متلاشی ہماری ان گزارشات سے اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا و با اللہ التوفیق

## فصل یازہم

## امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا

①

جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا

## کنز العمال

ابو اسحاق کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چہرہ حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سرور ہے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سرور رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور آپ کا ہم نام ہو گا۔ اگر چہ رقیہ اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو گا۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۲۰ فی  
فصل مفصل الحسن مطبوعہ طبع)

ان کا لعاب حضور ﷺ کے جسم مقدس پر گرتا رہا

(۲)

### کنز العمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے امام حسن کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور میں دیکھ رہا تھا کہ ان کا لعاب دہن حضور ﷺ کے جسم مقدس پر گرتا رہا تھا۔  
(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۶۵۰ مطبوعہ ملب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زبان کو چمتے تھے

(۳)

### کنز العمال

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن کی زبان چرتے دیکھا۔ گویا آپ کھجور چوس رہے ہوں۔  
(کنز العمال جلد ۱۷ ص ۶۵۰ مطبوعہ ملب)

ایک صحابی نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا

(۴)

### کنز العمال:

میر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب

امام حسن کو ملے۔ اور کہا۔ کہ آپ اپنی قمیص اٹھائیے۔ تاکہ میں بھی اس جگہ کا بوسہ  
لوں۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے۔ امام نے اپنے پیٹ  
سے کپڑا ہٹایا۔ تو ابو ہریرہؓ نے ان کی نالت کا بوسہ لیا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۰ مطبوعہ مکتبہ)

⑤ امام حسن سے پیار رکھنے والے کو اللہ پیارا  
سمجھتا ہے۔

### کنز العمال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن  
کو پکڑ کر اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے۔ اور پھر یہ الفاظ فرماتے تھے  
اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ لہذا تو بھی اس  
سے پیار کر جو حسن سے پیار کرتا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۲ مطبوعہ مکتبہ)

④ ان کی پیاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لباب  
وہن سے بجھائی۔

### کنز العمال :

ابو جعفر روایت کرتے ہیں۔ کہ امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہیں پیاس محسوس ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پانی تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ اس پر آپ نے اپنی زبان مبارک  
حسن کے منہ میں دی۔ وہ چوستے رہے۔ حتیٰ کہ اُن کی پیاس بجھ گئی  
اور وہ سیراب ہو گئے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۳ مطبوعہ طبع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ یہ مجھ

سے ہے۔

④

کنز العمال

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے  
کہ امام حسن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مقدم نے سُن کر انا للہ وانا  
الیہ راجعون پڑھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے پوچھا  
کیا تم ان کے وصال کو مصیبت سمجھتے ہو؟ وہ بولے کیوں نہیں۔  
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ امام حسن اُن کی گود میں تھے  
اور آپ فرما رہے تھے۔ حسن مجھ سے ہے۔

(کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۳)

(مطبوعہ طبع)

÷

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی سواری  
 انہیں میسر ہوئی

(۸)

### کنز العمال

حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت امام حسن آپ کی گردن پر سوار تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ کتنی اچھی سواری نصیب ہوئی ہے تجھے۔ اسے بچے یا یسن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر سواری بہتر ہے۔ تو سوار بھی کچھ کم نہیں ہے۔

(صواعقِ معرقہ ص ۱۳۷ الفضل ان فی

مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲

ص ۱۲۰ کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

(۳۰ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۴۵۰

مطبوعہ حلب)

❦

ان کی شکل و صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی

(۹)

بخاری شریف

عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔ میرا باپ تم پر قربان! تم رسول کہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ مسکرا دیئے۔

(۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۰)

(مناقب حسن حسین مطبوعہ کراچی)

(۲۔ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۴۶)

(مطبوعہ حلب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ

(۱۰)

دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی

بخاری شریف

ابو بکر کہتے ہیں۔ کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسرِ منبر یہ کہتے سنا۔ اس وقت امام حسن آپ کے ایک پہلو میں تشریف

فرماتے۔ اور آپ کبھی حاضرین کی طرف اور کبھی امام حسنؑ کی طرف دیکھتے۔  
 پھر فرمایا: میرا سر دار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ  
 مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۰

مناقب حسین مطبوعہ کراچی

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۹۴

کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

۳۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۶۵۳

مطبوعہ عربیہ حلب

۴

## فصل دوازدہم

### فضائل امام حسینؑ



حضرت عمر بن الخطابؓ کے نزدیک احترام

حسین رضی اللہ عنہ

کثر العمل

امام حسینؑ کا بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ غارِ قنوجہ میں پہنچا  
 فرما تھا تو اس نے ان کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔ وہ اس کے منہ  
 سے کہنے لگا۔ اور اپنے والد کے منہ پر دیکھنے۔ عمر بن خطابؓ  
 نے اس کو کہا۔ میرے والد کا تو کوئی منہ نہیں۔ یہ بے زبانون نے  
 مجھے منہ بند پہنے پاس بٹھا دیا۔ جب اسے کہنے لگا۔ اپنے ساتھ  
 گھر کے لئے۔ اور پوچھا کیسے۔ یہ بات کہیں اس نے صحابی  
 سے کہی ہوگی۔ اس نے کہا۔ یہ سننے ہی نہیں۔ چہ وہ ان خطابؓ  
 کے لئے فرما رہا تھا۔ اسے پاس کیوں نہیں تشریف آتے۔

اور کچھ فراموش کیوں نہیں کرتے؟

امام حسین مزید فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد ایک دن میں عمر بن الخطاب کے گھر گیا۔ عمر بن الخطاب اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمر دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھے انہوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ لہذا میں واپس آگیا اس کے بعد پھر مجھے عمر بن الخطاب ملے۔ اور کہا۔ اے بیٹے! میں نے تمہیں اپنے ہاں آیا نہیں دیکھا؟

نے کہا۔ میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ کے بیٹے نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ کہہ دو آپ اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے۔ اگر ایسے میں واپس آگیا۔ یہ سن کر عمر بن الخطاب کو بہت دکھ ہوا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ عبداللہ بن عمر سے زیادہ تمہارا حق ہے۔ کہ کسی کو اجازت دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سروں پر بال اگائے ہیں۔ لیکن تمہارا مقام و مرتبہ بالوں سے بھی بلند ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے سروں پر ہاتھ رکھا۔  
(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۴)

ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئیے

مجمع الزوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کے پاس وحی کے نزول کے وقت تشریف لائے۔ آپ

اس وقت منہم تھے۔ حسین پشتِ پیغمبر پر بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے پوچھا۔  
 یا رسول اللہ! آپ کو اس سے پیار ہے؟ فرمایا۔ میں اس سے پیار کیوں  
 نہ کروں۔ جبرئیل نے پھر عرض کیا۔ کامت اس کو شہید کر دے گی۔  
 یہ کہتے ہوئے جبرئیل نے ہاتھ لبا کرتے ہوئے سفید مٹی پھوٹی۔  
 اور عرض کیا۔ یہ اس مقام کی مٹی ہے۔ جہاں اس کو شہید کیا جائے گا  
 اور اس جگہ کا نام طفت ہے۔ جبرئیل چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 امام حسین کو پچھل کر سینے سے لگایا۔ اور رونے لگے۔ پھر اپنے حضرت  
 عائشہ کو فرمایا۔ اے عائشہ! جبرئیل نے حسین کے شہید ہونے کی بشارت  
 دی تھی اور اس مقام کی مٹی لاکر دی ہے۔ جہاں انہیں میری امت  
 شہید کر دے گی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے  
 باہر عمر فاروق، ابو بکر صدیق، عبداللہ ابن یمان، عمار یا سمر، ابو ذر  
 غفاری اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم موجود تھے حضور ان کے  
 سامنے رونے لگے۔ سب نے پوچھا۔ حضور! آپ کو کس چیز نے  
 رولایا ہے۔ فرمایا۔ جبرئیل اُکے تھے۔ اور کہہ گئے ہیں۔ کہ حسین کو  
 میری امت مقام طفت میں شہید کر دے گی۔ اور اس مقام کی مٹی  
 مجھے دے گئی ہیں۔

دمجع الزوائد جلد پنجم ص ۱۸۸ جز ۹

مطبوعہ بیروت

نوٹ:

حدیث مذکور سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ

سے گہری محبت تھی۔ اسی وجہ سے ان کی شہادت کی خبر سن کر آپ رو پیئے۔ اس لیے جو لوگ امام حسین کو باغی قرار دے کر ان کے قتل کو درست قرار دیتے ہیں۔ وہ ایڈلے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہیں۔ رشید ابن رشید کے مصنف محمد بن بٹ فاربی نے ہی استدلال ذکر کیا۔ کہ امام حسین کو نانا کے دین کی توار سے قتل کیا گیا۔ ایسے ہی لوگ کے لیے ارشاد باری ہے۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الذین ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کا دل دکھاتے ہیں۔ دروناک عذاب مقر ہے۔

ان کا شکم پیغمبر پر بول کر نال اور حضور کا، نہیں  
وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا

### مجمع الزوائد

زینب بنت جحش کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آرام فرما تھے۔ حسین آپ کے قریب ہی گھوم پھرتے تھے۔ جب سیدو زینب بنت جحش ان سے کچھ غافل ہوئیں۔ تو یہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر جا چڑھے۔ اور بول کر ناشروع کر دیا۔ پھر جب حسین پیشاب کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا دھواں مٹا کر بول کی جگہ بہا دیا۔ اور فرمایا بیٹے کے پیشاب کو ہلکا دھویا جائے۔ اور بچی کے پیشاب کو زیادہ دھویا جائے۔ حضرت زینب کہتی ہیں۔ کہ پھر حضور نماز کے لیے اٹھے۔ اور حسین کو بغل میں لے لیا۔ جب سجدہ میں جاتے۔ تو انہیں زمین پر پھوڑ

دیتے۔ اور جب اٹھتے تو ان کو دوبارہ اٹھا لیتے۔ فراغت پر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ آپ کو آج وہ کام کرتے دیکھا جو آپ نے اس سے قبل کبھی نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر مجھے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا۔ اور میرے کہنے پر جبرئیل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی مجھے لاکر دی۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ جزء ۱ ص ۱۸۸ باب مناقب حسین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا۔

تھا۔ کہ انہیں رونے مت دیا کرو۔

مجمع الزوائد

ابو امامہ بابی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ فرمایا تھا۔ کہ حسین کو رونے نہ دیا کرو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ فرما تھے۔ نزول وحی شروع ہوا۔ اور آپ نے ام سلمہ سے فرمایا۔ کسی کو اندر مت آنے دینا۔ اس پر بائی صاحبہ نے نگرانی شروع کر دی۔ اتنے میں امام حسین آئے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بیٹھے دیکھ لیا۔ اب وہ اندر جانا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ رونے لگے۔ میں نے انہیں جھلنے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ چپ نہ ہوئے۔ جب ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ تو میں نے انہیں گود سے تھکنے دیا۔ حسین سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ جا کر آپ کی گود میں بیٹھ گئے

جبرئیل نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔ حضور نے پوچھا۔ ان کے قاتل مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ پھر جبرئیل نے امام حسین کی شہادت گاہ کی مٹی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو بئیل میں لیے پریشان ہو کر باہر تشریف لائے۔ ام سلمہ کہتی ہیں مجھے خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شام اس وجہ سے ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ کہ میں نے امام حسین کو ان کی طرف کیوں آنے دیا۔ ام سلمہ عرض کرتی ہیں۔ حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے ہی تو فرمایا تھا۔ کہ میرے اس بیٹے کو رو لایا نہ کرو۔ اور آپ ہی کا یہ بھی حکم تھا۔ کہ میرے پاس کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اچانک امام حسین آگئے۔ میں نے انہیں اندر آنے سے منع نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ میرے اس بیٹے

کو میری امت قتل کرنے لگی۔ اس خبر کے وقت محفل میں ابو بکر اور عمر بھی موجود تھے۔ اور لوگوں کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے کی انہیں ہی ہمت تھی۔ اس لیے ان دونوں نے پوچھا۔ حضور! جو لوگ امام حسین کو شہید کریں گے وہ مومن ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ ایمان دار ہوں گے۔ پھر آپ نے اس مقام کی مٹی دکھلائی۔ جہاں ان کی شہادت ہو نا تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۵ ص ۸۹ باب فضائل حسین)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

## نوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام حسین سے محبت، ان کی آسائش و آرام کا خیال اور اپنے پیٹ پر پیشاب کرنے سے منع نہ کرنا یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ ازواج مطہرات کو ان کے رولانے سے منع فرما دیا۔ ایک طرف یزید اور ابن زیاد کا امام حسین کو شہید کر دینا، اہل بیت کو قیدی بنالینا اور امام حسین کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ازراہ مذاق طعنہ کرنا ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب خوش ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ متقی اور پرہیزگار بلکہ مد علیہ السلام، کے کب لائق ہو سکتے ہیں حسین کو عین کو معمولی تکلیف دینے والے کو حضور فرمائیں۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ اور آپ کو شہید کر دینے والے کو لوگ ”مد علیہ السلام“، کہہ رہے ہیں؟ (فاعتبر وایا اولی الابصار)

۵۔ گروں سے ٹخنوں تک ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے مشابہت تھی

## کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ جس آدمی کو یہ خواہش ہو۔ کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے۔ جو گردن سے لے کر ٹخنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ تو وہ حسین کو دیکھے۔  
(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۶۵۹ باب فضل

حسین۔ مطبوعہ عربیہ حلب)

## نوٹ

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم شریف ترین حسین ترین تھا۔  
کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ساجد ترین جسم کسی دوسرے کو عطا نہ ہوا۔ اور  
جو آپ کے جسم اطہر کے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اس کا حسن و جمال بھی اسی قدر فزوں  
ہوگا۔

۶۔ حضور کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور  
میں حسین سے ہوں۔

## مصنف ابن ابی شیبہ

یعنی مامری کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک  
دعوت پر بار بار تھا۔ راستہ میں ”حسین“ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے  
نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے انہیں پکڑنے کے لیے  
اُگے بڑے۔ امام حسین خوشی کے مارے اور اُردھروڑنے لگے۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی یہاں ان کو ہنسانا چاہا۔ وہ ہنس پڑا  
اور اس یہاں آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ان کی  
ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھا۔ اور ان کے سر کو اٹھایا اور  
اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ کر بوسہ لیا۔ اور فرماتے گئے۔ میں  
حسین سے ہوں۔ اور حسین مجھ سے ہے۔ اور فرمایا۔ جو حسین سے

محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ

جلد ۱ ص ۱۰۲ کتاب الفضائل

مطبوعہ کراچی

(۲) کنز العمال جلد ۱۳

ص ۶۸۲ مطبوعہ عریہ حلب

طبع جدید

(فاعتبروایا ولی الابصار)

✽

## فصل سیزدہم

## امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشکر فضائل

۱۔ دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور

پر سوار ہونا

## مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب سجدہ میں تشریف لے گئے۔ تو حسن حسین دونوں آپ کی پشت انور پر سوار ہو گئے۔

صحابہ کرام نے ان کو اتارنے کا ارادہ کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو منع کر دیا۔ نماز مکمل فرمانے کے بعد آپ نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور فرمایا۔ جس کو مجھ سے پیار ہے اُسے ان دونوں سے بھی پیار کرنا چاہیئے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت کر جس نے ان دونوں سے محبت کی اُس نے گویا مجھ سے پیار کیا۔

مجمع الزوائد جلد نمبر ۵ جزء ۹ باب

ما اشترک فیہ الحسن و

الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید

ۛ

۲۔ ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

### مجمع الزوائد

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
جو حسن حسین سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔ اور  
جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور  
جس سے اللہ پیار کرے اُسے وہ جنت نعیم میں داخل فرماتا ہے  
اور جو شخص حسن حسین سے غصہ ہوتا ہے۔ اس پر میں غضبناک ہوتا  
ہوں۔ اور میرے غضب سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے  
اور جس پر اللہ کا غضب ہو۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہو جاتا ہے  
(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۱)

(مطبوعہ بیروت)

۳۔ حالت نماز میں اپنی پشت انور سے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گرنے نہ دیا۔

### مجمع الزوائد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ کہ حسین آپ کی پشت انور پر

دوران سجدہ چڑھ گئے۔ جب آپ سجدہ سے اٹھے۔ تو آرام سے ان دونوں کو پکڑ کر نیچے اتارا۔ جب آپ پھر سجدہ ریز ہوئے۔ تو یہ دونوں پھر پشت انور پر سوار ہو گئے۔ آپ نے پھر پیچھے سے بالکل آرام کے ساتھ پکڑ کر انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ اسی طرح آپ نے عشاء کی چار رکعت ادا کیں۔ پھر آپ نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی رانوں پر بٹھالیا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آگیا۔ اور عرض کیا۔ حضور! اگر ارشاد ہو تو ان دونوں صاحبزادوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑاؤں۔ بہر حال میں انہیں لے کر بل پڑا۔ تو ایسی روشنی ہوئی۔ کہ اس کی وجہ سے وہ دونوں پلتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے آئے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۸۱)

(مطبوعہ بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے

مجمع الزوائد

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت دونوں گھٹنوں

اور دونوں بازوؤں سے اونٹ کی سی شکل میں چل رہے تھے آپ کی پشت انور پر حضرات حسنین کو یمن سوار تھے۔ جابر کہتے ہیں میں نے صاحبزادوں سے کہا۔ تمہارے اونٹ بہت ہی بہترین ہیں۔ اور اس کی دونوں کچاڑے کی اطراف بھی بہترین ہیں۔  
(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۸)

### خوٹ

مذکورہ احادیث میں حضرات حسنین کو یمن کی ناز برداری اور ان سے محبت مصطفیٰ کی ایسی جھلک نظر آتی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ ان کی خاطر سجدے لمبے کیے گئے۔ ان کی خاطر دوران سجدہ اتارنے کی مخالفت کر دی گئی۔ ان کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت بنا کر بنتی ہونے کی اس پر سند دی گئی۔ اور ان سے ناراضگی دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہونے کی وجہ سے جہنمی ہونے کی علامت ہوئی۔ ان کی خاطر اللہ کے محبوب نے اونٹ کی سی شکل میں ان کو خوش کیا۔ لہذا ایسی ہی محبت ہم مسلمانوں کو ان سے روا رکھنی چاہیے۔ اور ان کی مخالفت اور ناراضگی سے ممکن طور پر بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو یہ دولت و نعمت عطا فرمائی۔

۵۔ [ان کے جنتیوں کے سردار کی خبر پا کر حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے]

### مجمع الزوائد

حضرت خدیجہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم نے سرکارِ دو عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو غلافِ توقعِ خوش و خرم پایا۔ ہم نے عرض کی۔۔  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش دکھائی دے  
رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا آج میں خوش کیوں نہ ہوں۔  
کیونکہ ابھی جبریل علیہ السلام اُسے تھے۔ اور مجھے یہ بشارت دے  
گئے ہیں۔ کہ حسن حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔  
اور ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں۔

مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۲۳

مطبوعہ بیروت طبع جدید

۴۔ [ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم پریشان ہو گئے]

### مجمع الزوائد

سلمان فارسی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ام امین آئیں اور حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حسین گم ہو گئے ہیں اس وقت سورج کافی اوپر اچکا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ اٹھو اور میرے بیٹوں کو تلاش کرو یہ سنتے ہی تمام صحابہ کرام اُدھر اُدھر ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ ہم پھرتے پھرتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا۔ کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کو کلائی میں لیے سو رہے ہیں۔ ان کے قریب ایک سانپ کھڑا تھا جس کے منہ سے آگ کے سے شعلے نکل رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سانپ کی طرف جلدی سے بڑھے۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسنین کو یمن کے پاس تشریف لائے۔ اور ان دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ دونوں کے چہرے سے مٹی صاف فرمائی۔ اور فرمایا۔ تم دونوں پر میرے ماں باپ قربان! تم اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر باعزت ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک کو اپنے دائیں کندھے اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ دیکھ کر سلمان فارسی کہتے ہیں میں حسنین کو یمن سے عرض کیا۔ صاحبزادو! تمہیں مبارک ہو تمہاری سواری بہترین سواری ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ سواری بھی بہترین میں۔ اور ان دونوں کا باپ ان سے بھی بہترین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۳ ص ۱۸۲)

مطبوعہ بیروت

## قابل غور

حسین کریمین کے پاس سانپ کھڑا تھا۔ جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے اسے بھیجا تھا۔ یا وہ نہ جانے کب سے ان کے دیدار کا مشتاق تھا کہ اب موقع ہاتھ آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حسین کریمین کا اشتیاق نہیں۔ وہ سانپ سے بھی بدتر ہے۔

۷۔ یہ دونوں جنت کے زیور ہیں۔

## مجمع الزوائد

عقبہ بن عامر کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسین رضی اللہ عنہما عرشِ معلیٰ کی زینت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ متعلق نہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے۔ تو جنت عرض کرے گی۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں تجھے دو رکعتوں کے ساتھ مزین کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا حسن حسین کے فریاد میں نے تجھے مزین نہیں کر دیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۰، ص ۱۸۴)

۸- دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے

### مجمع الزوائد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئی۔ یہ بیماری وہی تھی جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! دونوں آپ کے بیٹے ہیں۔ انہیں اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیجئے۔ فرمایا۔ میرے رعب اور شہری کا وارث حسن ہے۔ اور میری جہالت و سخاوت کا وارث حسین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵)

جزء نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۸۵

مطبعہ بیروت طبع جدید

ۛ

ان کی نسبى بڑائی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۰

بیان فرمائی۔

### مجمع الزوائد

ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ جب چوتھی رکعت پر پہنچے تو حسین کہ عین تشریف لائے۔ اور مسجد کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر چڑھ گئے سلام پھرنے کے بعد آپ نے ان دونوں کو گود میں لیا۔ پھر ان کو دائیں اور حسین کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ اور فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں ایسے آدمی کے متعلق نہ بتاؤں جو داد دے، دادی، چچا، بچھی، خالو، خالہ اور باپ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہے وہ ہیں جن حسین۔ ان کے نانا رسول خدا ہیں۔ ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ والدہ حضرت فاطمہ والد حضرت علی اور چچا جعفر بن ابی طالب ان کے خالو قاسم ابن رسول خدا، ان کی خالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے دادا جنتی، والد جنتی اور ان کی والدہ جنتی ہیں۔ ان کے چچا، پھوپھی جنتی ہیں۔ ان کی خالائیں جنتی ہیں۔ وہ دونوں خود جنتی ہیں۔ اور جوان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ وہ بھی جنتی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۸۴)

marfat.com

## حسین کریمین کا فیض تا قیامت جاری ہے

۹

### در الثمین

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں حسنین کریمین کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ میرے گھر تشریف فرما ہیں۔ امام حسن کے ہاتھ میں قلم ہے۔ کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر مجھے وہ قلم عنایت فرمایا۔ چاہا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرے نانا جان کا قلم ہے۔ اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا۔ اور اپنے برادر حسین کو فرمایا۔ یہ قلم لو۔ اور اسے درست کر دو۔ درستی پر مجھے عطا فرمادیا۔ پھر ایک چادر نکھی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ چادر میرے نانا جان کی ہے۔ اس کے بعد وہ مجھے اوڑھادی۔ بس اس خواب کے بعد میرا سینہ کھل گیا۔ اور علوم شریعت میں کامل ہو گیا (در الثمین تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی)

ص ۲۸ حدیث ۷۲)

### نوٹ

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین کی برکت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں جامعیت آئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بزرگان دین بعد از انتقال اپنے نام ہواؤں کے کام آتے ہیں۔ اور ان کی خواب میں عطا کردہ اشیاء بھی باعث نفع و برکت ہوتی ہیں۔

## فصل چہارم

### فضائل سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا

۱۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا: جنتی عورتوں کی سردار میں  
مسلم شریف

ابو کمال محمد بن ابی العزیز نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیارے نبی کے لیے ایک عورت کو پسند کیا ہے جس کا نام فاطمہ ہے۔ ان کی بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ پھر حضرت فاطمہ شریفہ لائیں۔ ان کی چال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی انہیں مرجبا کہا۔ اور بیٹی کہہ کر انہیں اپنی دائیں جانب یا بائیں طرف بٹھایا۔ ان کے کان میں چپکے سے کچھ فرمایا۔ وہ خوب روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ حال دیکھا تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہ الزہرا سے پوچھا۔

ایک مرتبہ تم رو پڑیں۔ آخر کیا بات تھی۔ کہنے لگیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی باتیں ظاہر نہیں کروں گی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا حال شریف ہوا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے اس حق کی

قسم دے کر پوچھا۔ جو ان پر میرا تھا۔ آج وہ باتیں بتلا دو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائی تھیں۔ اب سیدہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبریل امین ہر سال ایک یا دو مرتبہ قرآن کریم کا میرے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا وقت قریب ان پہنچا ہے۔ لہذا فاطمہ! تم اللہ کا خوف رکھنا۔ اور صبر کرنا۔ میں تیرا اچھا پیش خیمہ ہوں گا۔ آپ کے یہ الفاظ سن کر مجھے رونا آ گیا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا بھی تھا۔ پھر اپنے دوبارہ سرگوشی کرتے ہوئے مجھے فرمایا تھا۔ اے فاطمہ! تو اس بات پر راضی نہیں۔ کہ مومنوں کی عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی دجنت میں اسرار ہو۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی تھی۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا تھا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۰ فضائل فاطمہ مطہرہ دہلی)

جاتوں جنت کو اپنی موت کا پہلے سے

علم تھا

-۲

ترمذی شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مادات خصال حسن خلق، وقار، طور طریقہ اور روش زندہ گی میں کوئی دوسرا آپ کا مشابہ نہ پایا۔ مزید فرماتی ہیں۔ کہ سیدہ کی آمد پر حضور کھڑے ہو جاتے

اور بوسہ دے کر انہیں اپنے پاس بٹھالیتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتیں۔ اور اپنے والد گرامی کا پیار لے کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں جسٹھ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ تو سیدہ تشریف لائیں۔ اور سر جھکا کر آپ کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھایا اور رو پڑیں۔ پھر سر جھکا کر بوسہ لیا۔ اور سر اٹھا کر ہنس دیں۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ میں تو فاطمہ کو سب عورتوں سے زیادہ عقلمند اور سمجدار جانتی تھی۔ لیکن آج معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی مام عورتوں کی طرح ہی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا۔ وہ اپنے ہنسنے اور رونے کا واقعہ بتلائیں۔ فرمانے لگیں۔ میں نے اُس وقت اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ درنا سی وقت بتا دیتی۔ بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ کہ میرا وصال اسی بیماری میں ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اہل خانہ سے تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ میں یہ سن کر ہنس پڑی

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷)

باب ماجاء فی فضل فاطمہ

مطبوعہ اردو بازار دہلی

ۛ

گھر کی تمام عورتوں سے حضور کو خاتونِ جنت

زیادہ محبوب تھیں

-۳

ترمذی شریف

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ الزہرا تھیں۔ اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حضور کے اہل بیت کے افراد ہیں۔ (یعنی آپ کو اپنے اہل بیت کے مردوں میں سے علی اور عورتوں میں سے سیدہ فاطمہ محبوب ترین تھیں) یہ حدیث حسن و غریب ہے

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷)

(مطبوعہ امین کمپنی اردو بازار دہلی۔)

خاتونِ جنت کے میدانِ حشر سے گزرتے

وقتِ اہلِ محشر نگاہیں جھکالیں گے

-۴

صواعقِ محرقہ

ابو ایوب راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا عرش کے نیچے سے یہ منادی کرے گا۔

اے اہل محشر! اپنے سر جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ یہاں تک کہ فاطمہ بنت رسول پلصراط سے گزر جائے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ ستر ہزار مفتی خودوں کی میت میں پلصراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گی۔

(صواعق محرقة ص ۱۹۰/۱ فصل الثالث  
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت

سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی

-۵-

مجمع الزوائد

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ اور علی المرتضیٰ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت یہ دونوں ہنس رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی دونوں غامض ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی۔ جلدی سے سیدہ فاطمہ بول پڑیں۔ حضور! بات یہ تھی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ حضور کو میں زیادہ محبوب ہوں۔ اور میں کہتی تھی کہ نہیں بلکہ میں زیادہ محبوب ہوں۔ یہ سن کر آپ نے قسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ اے بیٹی! محبوب تو تو زیادہ ہے۔ لیکن عزت زیادہ میرے نزدیک علی کی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹ ص ۲۲۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدہ خاتون جنت بہت اوصاف

۴- میں حضور کی مثل تھیں

مسلم شریف

ابو بکر ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن عمر، زکریا ابن نمیر بواسطہ اپنے والد زکریا۔ فراس، عامر، مسروق حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات تشریف فرما تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ ان کی پال بالکل حضور کے مشابہ تھی۔ آپ نے خوش آمدید فرما کر اپنی دائیں جانب بٹھایا۔ پھر دو مرتبہ سرگوشی فرمائی۔ ایک مرتبہ سیدہ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ہنس پڑیں۔ الخ (یہ روایت فضیلت بخوالہ ترمذی شریف سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے بقیہ مضمون وہی ہونے کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے۔)

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۱)  
مطبوعہ رشیدیہ دہلی

نوٹ :

ان دونوں ایک ہی مضمون کی احادیث کی روایت چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو خاتون جنت سے گہری عقیدت اور محبت تھی۔ ان کے درمیان حسد و بغض

کے قصہ جات محض خرافات و اہیات ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ کے حق

میں مخصوص دُعا

-۷-

مجمع الزوائد

عمران بن حصین کہتے ہیں۔ کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ سیدہ خاتونِ جنت تبشیر لائیں۔ اور آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں آپ نے اُگے بڑھتے کافر یا۔ تو کچھ اُگے بڑھیں۔ پھر فرمایا۔ اور اُگے آجاؤ۔ تو وہ مزید اُگے ہو گئیں۔ حتیٰ کہ بالکل آپ کے قریب آ گئیں۔ رادی کہتے ہیں۔ کہ میں نے سیدہ کے چہرہ پر زردی دیکھی۔ اور خون بالکل چہرہ پر نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی پانچواں انگلیاں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! بھوکوں کو سیر کرنے والے، حاجتوں کے پورا کرنے والے، کمزوروں کو اٹھانے والے فاطمہ کی بھوک دور کر دے۔ میں نے دیکھا۔ کہ سیدہ کے چہرے کی زردی ختم ہو گئی۔ اور خون بالکل چہرہ و نظر کرنے لگا۔ میں نے بعد میں سیدہ سے پوچھا۔ تو فرمایاں گئیں۔ اس واقعہ کے بعد آج تک مجھے بھوک نہیں لگی۔

دجمع الزوائد جلد پنجم جز ۲ ص ۲۰۳

۴

## نوٹ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمران بن حصین کے سامنے اُنا یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آیات پردہ ابھی نہیں نازل ہوئی تھیں۔ لہذا اس روایت کو موجب طعن یا اعتراض نہیں بنایا جاسکتا۔

❖

## فصل پانزدہم

## فضائل سید امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ

۱۔ تعارف امام موصوف

## صواعق محرقہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے زہد، تقویٰ اور علم میں غریق ہیں۔ جب وضو فرماتے۔ تو زرد رنگ ہو جاتا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ ہمیں معلوم نہیں کہیں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۸ مطبوعہ بیت طبع جدید)

## شواہد النبوة

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کیفیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے۔ اور سجاد و قتب ہے۔ اور زین العابدین مشہور لقب ہے۔ ہجرت کے ۳۲ ویں سال

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا سن  
پیدائش ۳۶ یا ۳۸ ہجری مذکور ہے۔ والدہ کا نام شہربانو ہے۔ آپ  
کی بہت سی کرامات ہیں۔ اور بہت سے خرقِ عادت کام  
سرزد ہوئے۔

(شواہد النبوة تصنیف علامہ عبدالرحمن  
جامی ص ۳۰۹ تذکرہ علی ابن حسین)

## ۲۔۔۔۔۔ ان کی چند کرامات

### اول: صواعق محرقہ

ابن حمدون نے زہری سے روایت کی ہے۔ عبد الملک بن مهران  
خلیفہ نے کسی شکایت کی بنا پر امام زین العابدین کو مدینہ منورہ سے  
گرفتار کروایا۔ اور سخت نگرانی میں رکھا۔ جب انہیں گرفتار کر کے  
سے جا رہے تھے۔ تو امام زہری آئے۔ اور ان کے قریب آ  
کر روتے ہوئے کہنے لگے۔ کاش! میں آپ کی جگہ ہوتا۔  
آپ کو چھوڑ کر مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔ امام نے فرمایا۔ تم کیا سوچتے  
ہو۔ کہ یہ قید و بند کی زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں  
اگر چاہتا تو یہ زنجیریں مجھے نہ پہنائی جاسکتیں۔ میں نے یہ اس  
لیے قبول کی ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ مجھے اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد آ  
رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں زنجیر سے  
نکال کر فرمایا۔ میں ان گرفتار کرنے والوں کے ساتھ دو دن سے

زیادہ عرصہ نہیں رہوں گا۔ خدا کی قسم! ان گرفتار کرنے والوں کو ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے۔ کہ وقت صبح انہوں نے امام زین العابدین کو گم پایہ بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن آپ نہ مل سکے۔ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ میں خلیفہ عبد الملک کے پاس گیا۔ تو اس نے امام زین العابدین کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا۔ کہ جس دن آپ کے کارندوں نے انہیں گم پایا۔ وہ سیدھے میرے پاس آئے۔ اور فرمانے لگے۔ تیرا اور میرا اب کیا ہو گا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ میرے پاس قیام فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔ لیکن بھلا میرا دل ان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا۔ عبد الملک خلیفہ نے جب امام موصوف کی یہ کرامت سنی۔ تو اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو حکم دیا۔ کہ بنی عبد المطلب کے خون سے ہاتھ اٹھایا جائے۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ امام زین العابدین کو کہنا۔ کہ اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ امام موصوف نے فوراً بصیرت سے خلیفہ کے اس خط کو جان لیا۔ اسی وقت ایک خط عبد الملک کی طرف تحریر فرمایا۔ لکھا کہ تم نے جو بنی عبد المطلب کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ جب یہ خط! عبد الملک کے پاس پہنچا۔ تو اس نے تاریخ تحریر کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس نے جو خط حجاج بن یوسف کو اس مضمون کا خط لکھا تھا۔ امام موصوف کا خط بھی اسی تاریخ کا لکھا ہوا تھا اور امام موصوف کے قاصد اور عبد الملک کے قاصد کی روانگی بھی ایک تاریخ کی تھی۔

یہ دیکھ کر عبد الملک کو معلوم ہو گیا۔ کہ امام زین العابدین صاحب کشف و کرامات ہیں۔ لہذا اپنے غلام کے ہاتھ بہت سے درہم اور کپڑے امام موصوف کی خدمت میں اس نے ارسال کیے۔ اور کہا۔ کہ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھا کیجئے۔

(۱۔ صواعق محرقة ص ۲۰۰ تذکرہ زین العابدین

مطبوعہ قاہرہ جدید)

(۲۔ شواہد النبوة ص ۳۰۹ تذکرہ علی

بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش

روڈ لاہور)

### دوم: شواہد النبوة

ایک دن آپ کی اودھنی راستہ میں کچھ مست روی اور کاہلی پر اتر آئی۔ آپ نے اُسے بٹھا کر خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ دیکھو میرا عصا اور تازیا نہ اگر تم نے اپنی سست روی اور کاہلی کی روش ترک نہ کی۔ تو ان سے تمہاری مرمت کی جائے گی۔ یس کن کرا دھنی نے تیز رفتاری اپنالی۔ اور پہلی روش ترک کر دی۔ (شواہد النبوة ص ۲۱۳ تذکرہ علی بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

### سوم: شواہد النبوة

آپ ایک دن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک صحراء میں

تشریف فرما تھے۔ کہ اتنے میں ایک ہرئی آگئی۔ اور آپ کے سامنے  
کھڑے ہو کر زمین پر کھڑ مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا۔  
اے رسول اللہ کے فرزند! یہ کیا کہتی ہے؟ فرمایا۔ اس کی فریاد یہ ہے  
کہ فلاں قریشی اس کے بچے کو اٹھا کر لے آیا۔ چونکہ اٹھانے سے پہلے  
اُس نے اپنی ماں کا دودھ دہ پیاتھا۔

۔ اس لیے بھوکا تھا۔ اور یہ اس کی ماں کہہ رہی ہے۔ کہ وہ بچہ  
واپس لایا جائے۔ تاکہ میں اس کو دودھ پلاؤں۔ جب دودھ پنی لے  
تو یہ قریشی اُسے بے جا سکتا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات  
کا کچھ شک گزرا۔ امام نے اس قریشی کو بلایا۔ اور واقعہ پوچھا۔ اُس  
نے من و عن بیان کر دیا۔ قریشی نے وہ بچہ حاضر کیا۔ ہرئی نے دودھ  
پلایا۔ امام نے اُس قریشی سے درخواست کی۔ کہ اس بچے کو آزاد  
کر دو۔ لہذا اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ دونوں ماں بیٹا جو کھڑیاں بھرتے  
ہوئے دوڑ نکل گئے۔ جاتے ہوئے ہرئی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین  
کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔ وہ جزاک اللہ خیراً کہتی ہوئی  
چلی گئی۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۳ مکتبہ نبویہ لاہور)

### چہارم: شواہد النبوة

جس رات آپ کا انتقال ہونا تھا۔ اُس رات اپنے بیٹے جناب  
محمد باقر سے فرمایا۔ بیٹا! پانی لاؤ۔ میں وضو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ  
پانی لائے۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا پانی لاؤ۔ کیونکہ اس پانی میں

کوئی مردہ چیز تھی۔ جناب امام باقر نے دیا بلا کر خود سے دیکھا۔ کیونکہ اندھیرا تھا۔ تو آپ کو اس پانی میں مرا ہوا ایک چوہا نظر آیا۔ آپ نے دوسرے پاک پانی سے وضو فرمایا۔ اور پھر بیٹے کو ارشاد فرمایا۔ مینا! اب میرا کوچ کا وقت ہے۔ اس کے بعد چند وصیتیں کیں۔

(شواہد النبوة ص ۲۱۴)

### ششم: شواہد النبوة

آپ کی ایک اونٹنی تھی۔ جب آپ اُس پر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ تو اپنا تازیانہ اس کے پالان کے اُگے ٹکا دیتے۔ اس وجہ سے سارا راستہ اُسے مارنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ حتیٰ کہ واپسی پر اسی طرح ہوتا جب امام زین العابدین وصال فرما گئے۔ تو یہی اونٹنی آپ کی قبر پر آکر اپنا سینہ قبر سے لگا کر آہ و زاری کرتی۔ امام باقر نے اگر دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اونٹنی! اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے لیکن وہ نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جا رہی ہے اس کے تین دن بعد وہ بھی چل بسی۔

### ششم: صواعق محرقہ

ابونعیم اور سفی بیان کرتے ہیں کہ شام بن عبد الملک نے اپنے باپ یا بھائی ولید کی زندگی میں حج کیا۔ دوران حج بھیڑ کی وجہ سے وہ حجر اسود تک نہ پہنچ سکا۔ ہذا اس کے لیے اب زمزم کی ایک جانب منبر رکھ دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ کر حجر اسود کو دیکھتا رہا۔ اس کے ارد گرد

شامی جاسوسوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی دوران امام زین العابدین  
کبیر میں تشریف لائے۔ جب آپ حجرا سود کے پاس پہنچے۔ تو مجمع  
ادھر ادھر منتشر ہو گیا۔ اور امام نے تسلی سے اس کا استلام کیا۔ یہ  
دیکھ کر شامیوں نے اپنے خلیفہ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے؟ ہشام  
نے اس وجہ سے کہ کہیں لوگ امام کے شیدائی نہ ہو جائیں۔ کہہ  
دیا۔ میں نہیں جانتا کون ہے۔ اتفاقاً فرزوق شاعر وہاں موجود تھا  
بولائیں اس کو جانتا ہوں۔ فرزوق نے امام زین العابدین کا ان  
اشعار کے ذریعہ تعارف کرایا۔

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفَةُ  
وَالْبَيْتِ يَعْرِفُهُ وَالْحِلُّ وَالْحَرَامُ

هَذَا ابْنُ خَيْرِ عِيَادِ اللَّهِ كَلِّهِمْ  
هَذَا النَّحْيُ النَّحْيُ الظَّاهِرُ الْعَلَمُ

ترجمہ:

یہ وہ شخص ہے جسے سرزمین بطحہ جانتی ہے۔ اور اسے خانہ کعبہ  
اور مدینہ و حرم سب پہچانتے ہیں۔  
یہ اس شخصیت کا فرزند ہے۔ جو تمام اشرکے بندوں سے بہتر ہے  
یہ نہایت متقی، پاکیزہ، ظاہر اور عالم ہے۔

(۳)

إِذَا رَأَتْهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا  
إِلَى مَكَّارِمٍ هَذَا يَنْتَهِي الْكُرَمُ

بَيِّنَمَيَّ إِلَى ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِي قَصَرَتْ  
عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجَمُ  
(صواعق مرقومہ... ۲ فصل ۱)

-۴

ترجمہ:

جب اسے قریش نے دیکھا۔ تو ایک کہنے والا بول اٹھا۔ یہ وہ  
شخص ہے۔ کہ جس پر اچھے اخلاق اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ عزت کی اس  
بلندی تک اسے رسائی ہو گئی جس کے حصول سے عرب و عجم کے  
مسلمان قاصر رہے۔

### ہفتم: نور الابصار

ان کے صاحبزادے جناب زید نے ان سے خروج کا مشورہ  
لیا۔ تو آپ نے اسے منع کر دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم خروج  
میں کہیں قتل نہ کر دیئے جاؤ۔ سولی پر نہ چڑھا دیئے جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم  
ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ماسوائے سفیانی کے  
جو بھی خروج کرے گا۔ وہ قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا  
آپ نے فرمایا تھا۔

(نور الابصار ص ۹ تصنیف شیخ مومن  
بن حسن مومن سبغینی)

✦

## ۳۔ امام زین العابدین کے اخلاق حسنہ

### نورالابصار

دارالاصدات میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے آپؑ کا زیبا الفاظ کہے۔ اس پر آپؑ کے بھائی اور غلام نے جوابی کاروائی کا ارادہ کیا۔ آپؑ نے انہیں سے فرمایا اور خود اس بد زبان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ دیکھو ہمارے حالات تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا دھڑک بتا دو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور امام موصوف نے اُسے پانچ ہزار درہم اور ایک کبیل عنایت فرمایا۔ اُس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں۔ اسی طرح ایک اور شخص نے آپؑ سے گستاخانہ کلام کیا۔ آپؑ نے اُسے فرمایا۔ دیکھو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان جہنم کی گھاٹی ہے۔ اگر میں اس سے گزر گیا تو تمہارے ان گستاخانہ کلمات کی مجھے پرواہ نہیں۔ اور اگر نہ گزر سکا۔ تو میں ان کلمات سے بڑھ کر سخت کلمات کا مستحق ہوں۔

(نورالابصار ص ۱۰۱)

## فصل شش و ہم

## فضائل امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۱۔۔۔۔۔ تعارف

## شواہد النبوة

ان کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ مختلف علوم میں یدِ طولیٰ اور مہارت کا طے کے مالک تھے۔ ان کی تشریح و تفسیر پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہ نامی ہیں جو حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز جمعہ صفر کی تیرہ تاریخ ۷۷ھ ہجری میں ہوئی۔ یعنی امام عالی مقام امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے ۱۱۷ھ ہجری میں ستاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں اپنے والد محترم کے پہلو میں مدفون ہیں۔ خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ جب ان کی بعارت ختم ہو چکی تھی میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور میرے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میں ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے

کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور صلہ و سلام ہوں۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ اے جابر! حضور کے سلام دینے کا واقعہ کس طرح ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! شاندار تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انوارِ وحمت عطا فرمائے گا۔ تم اسے میرا سلام کہہ دینا۔

رشواہ النبوۃ ص ۳۱، تذکرہ محمد بن  
علی بن حسین

### صواعق محرقہ

ابن مریثی جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد باقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ اس وقت وہ کم سن تھے۔ اس سلام کا واقعہ مجھ سے پوچھا گیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور حسین آپ کی گود میں تھے۔ آپ ان سے خوشی طبعی فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! حسین کے ہاں ایک دیشا ہو گا۔ جس کا نام علی ہو گا۔ قیامت کے دن منادی کہنے والا آواز دے گا۔ کہ ”سید العابدین“ کھڑا ہو جائے یہ سن کر علی بن حسین کھڑے ہوں گے۔ پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ علی بن حسین کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ اے جابر! جب تمہاری اس سے ملاقات ہو۔ تو میرا سلام کہہ دینا۔

دعوائی محرقہ ص ۲۰۱ تذکرہ ابو جعفر محمد باقر  
مطبوعہ تہاہرہ طبع جدید

## ۲۔۔۔۔۔ ان کی کرامات

### اول: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ہم امام محمد باقر کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے پاس سے گزرے۔ وہ اُس وقت اپنے ایک مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ مکان خراب و خستہ ہو جائے گا۔ لوگ اس کی مٹی تک نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کی بنیادوں میں رکھا گیا پتھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے۔ مجھے آپ کی ان باتوں پر بڑا تعجب ہوا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا گھر کون تباہ کر سکتا ہے۔ بہر حال جب ہشام نے انتقال کیا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس کو سمار کر دیا گیا۔ اور اس کی مٹی اس قدر کھودی گئی۔ کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

شواہد النبوة اول تا یازدہم حوالہ جات

ص ۳۱۹ تا ۳۲۶

### دوم: شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ واقعہ کے راوی نے امام باقر سے ملاقات کی۔ اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا۔ جلدی نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت امام کے پاس تمہارے ہی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی

دیر بعد بارہ آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ہر ایک نے تنگ قبائیں اٹھوا  
میں دستانے اور عوزے چڑھائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ  
کون ہیں؟ ان کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں؟ امام نے فرمایا۔ یہ  
تمہارے بھائی جنات تھے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ انہیں دیکھ  
لیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ جس طرح تم حلال و حرام کے بارے پوچھتے  
ہو۔ وہ بھی اس بارے میں سوال کرنے آتے ہیں۔

### سوم: شواہد النبوة

امام موصوف کے فرزند جناب امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ کہ  
ایک مرتبہ میرے والد گرامی نے مجھے فرمایا۔ دیکھو۔ میری عمر کے صرف  
پانچ سال باقی ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے بیسے اور سال  
شمار کیے۔ بالکل اتنے ہی نکلے۔ جتنے آپ نے مجھ سے فرمائے تھے۔

### چہارم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ایک  
درمیانی دادی میں سفر کر رہا تھا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے۔ اور میں  
گدھے پر سوار تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ پہاڑی سے ایک شخص  
اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ اور آپ کی خچر کی گھنٹی کی گونج سن کر  
ایک بھیڑیا اپنے بچوں کو خچر کے زین کے ساتھ لگا کر ان سے گفتگو  
کرتا رہا۔ آپ سنتے رہے۔ بالآخر کافی دیر بعد آپ نے بھیڑیے  
سے فرمایا۔ اب چلے جاؤ۔ تمہارا جو مقصد تھا۔ میں نے پورا کر

دیا ہے۔ وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بھیڑیا کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ بلکہ اللہ، اس کا رسول اور اس کے رسول کا بیٹا زیادہ جانتے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری جنت (بیوی) اس وقت پہنچے گی جتنے کی کیفیت میں مبتلا ہے دعا کیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی شکل مل فرما دے۔ اور میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے ارادت مندوں پر تسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کر دی۔

### پہنچ: شواہد النبوة

بزرگانِ سلف میں سے ایک فرماتے ہیں۔ کہ مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے شوق ہوا۔ کہ میں امام محمد باقر کی زیارت کروں۔ لہذا میں ان کی زیارت کے لیے بالخصوص مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات میں مدینہ شریف پہنچا۔ اس رات سخت بارش ہوئی۔ جس کے باعث سردی میں شدت آگئی تھی۔ اُدھی رات کے بعد میں آپ کے درِ دولت پر پہنچا۔ میں اسی سوچ میں تھا۔ کہ اب آپ کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ یا صبح تک صبر کروں۔ کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اپنی لونڈی سے فرمایا۔ اٹھو اور فلاں جہان کے لیے دروازہ کھول دو۔ کیونکہ آج رات اُسے سخت سردی نے ستایا ہے۔ دروازہ کھلا۔ اور میں اندر چلا گیا۔

ۛ

## ششم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں آپ کے در و دولت پر حاضر ہوا لیکن آپ نے میرے سوا تمام لوگوں کو ملاقات کی اجازت عطا فرمادی میں ٹنگیں اور پریشان ہو کر گھر آگیا۔ ساری رات مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے سوچا کہ واپس مکہ شریف چلا جاؤں۔ لیکن معاملہ یہ تھا۔ کہ اگر میں مرجیہ قدریہ یا زیدہ میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ اپنی اپنی بولیاں بولیں گے۔ اور ان کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ اسی ذہنی کشمکش کے دوران اذان فجر ہو گئی۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہو؟ جواب آیا۔ میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں۔ جب میں باہر آیا۔ تو قاصد نے کہا تمہیں امام محمد باقر یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ تہ مرجیہ، نہ قدریہ، نہ زیدہ، نہ حروریہ کسی کے ساتھ نہ رہو۔ بلکہ تم ہمارے ساتھ رہو۔

## ہفتم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر بندے کا کیا حق ہے؟ انہوں نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا میں نے تین مرتبہ ہی سوال کیا۔ تیسری مرتبہ فرمانے لگے۔ میرا خدا پر یہ حق ہے۔ کہ وہ کھجوروں کے اس جھنڈ کو کہے کہ اس کی طرف اڑ تو وہ چلا آئے۔ آپ نے جو نہی اس جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔

تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کو وہ حرکت کرنے لگا۔ اور آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا۔ لیکن امام نے اشارہ کر کے اُسے اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ نے اُسے اس طرح آنے کا نہیں کہا تھا۔

### ہشتم: شواہد النیوۃ

ایک راوی کا بیان ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے۔ جب امام زین العابدین انتقال کر چکے تھے۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی آگئے داؤد تو امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن دوانقی کہیں اور جا بیٹھا آپ نے دوانقی کے اپنے پاس نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ داؤد نے اس کی طرف سے مندرت کی۔ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد دوانقی حاکم وقت بن جائے گا۔ اور مشرق و مغرب پر اس کی حکومت ہوگی۔ اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔ اور اس قدر خزانے جمع کرے گا۔ کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہ ملتی ہوگی۔ داؤد نے اٹھ کر دوانقی کو سب کچھ جاسنایا۔ پھر دوانقی خود آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ میرے نہ آنے کی وجہ آپ کا جلال و اکرام تھا۔ پھر پوچھا۔ داؤد نے میرے ساتھ آپ کی طرف سے کچھ باتیں کی ہیں۔ فرمایا۔ وہ سچ کہتا ہے۔ پوچھا۔ آپ کی سلطنت کا زمانہ پہلے ہو گیا یا ہماری سلطنت کا؟ فرمایا۔ تمہاری سلطنت کا زمانہ پہلے ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ کیا ہماری سلطنت کا زمانہ طویل ہو گیا یا بنو امیہ کا؟ فرمایا۔ تمہارا۔ لیکن تمہاری سلطنت بچوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ وہ اس سے گیند کی

طرح کھلتے رہیں گے۔ میں نے ایسے ہی اپنے والد گرامی سے سنا تھا  
چنانچہ جب دو انقی برسرِ اقتدار آیا۔ تو اُسے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی  
باتوں پر بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ حرف بحرف سچی ہوئی۔

### ہم: شواہد النبوة

ایک راوی کہتا ہے۔ کہ ہم پچاس آدمی امام باقر کی خدمت میں تھے  
اتنے میں ایک آدمی اور آگیا۔ جو کھجوروں کا کاروبار کرتا تھا۔ اس  
نے امام موصوف سے پوچھا۔ کہ ایک کوئی آپ کے بارے میں کہتا ہے  
کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے۔ جو دشمن و دوست کا فرق  
آپ کو بتاتا ہے۔ امام نے اس سے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟  
کہنے لگا۔ کبھی کبھی جو بیچ لیتا ہوں۔ فرمایا غلط کہتے ہو۔ تم کھجوروں  
کا کام کرتے ہو۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا  
ہے۔ فرمانے لگے۔ مجھے فرشتہ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور یہ بتا  
دیتا ہے۔ کہ تمہارا کون دشمن ہے۔ اور کون دوست؟ دیکھو۔ تم  
فلاں بیماری میں انتقال کرو گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں جب کو فہ  
واپس گیدہ اور اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ  
اسی بیماری میں وہ فوت ہو گیا۔ جو امام موصوف نے بتائی تھی۔

### ہم: شواہد النبوة

ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ امام باقر گھوڑے پر سوار  
کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ گھوڑی دوڑ رہی تھی۔

تھے۔ کہ دو آدمی نظر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں چور ہیں انہیں پکڑ لو۔ اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے ایسے ہی کیا۔ پھر آپ نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی سے فرمایا۔ اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ وہاں جاؤ اور جو اس میں ملے اُڑو۔ وہ گیا۔ وہاں اُسے سامان سے بھرے ہوئے دو صندوق ملے۔ واپسی پر اس نے تیسرا صندوق اپنی طرف سے سامان کا بھر لیا۔ جب وہ آدمی صندوق لے کر آیا تو آپ نے فرمایا۔ ان صندوقوں کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے۔ اور دوسرا موجود نہیں ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ تو وہاں ایک شخص نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور مدینہ کا گورنر اُسے ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا۔ امام نے فرمایا۔ انہیں سرزنش نہ کرو۔ اپنے دونوں صندوق اُن کے مالکوں کے سپرد کر دیئے۔ اور فرمایا۔ کچھ روں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل پر اُن کے ہاتھ کاٹ گئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی موجودگی میں کاٹا گیا۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو پھر کبھی توبہ کا عہد کرو۔ ایک سال بعد تمہارا اس دنیا سے کوچ ہو جائے گا۔ اس نے توبہ کی۔ اور ایک سال زندہ رہا۔ اس کے انتقال کے تین دن بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں ایک ہزار دینار تو تمہارا ہے۔ لیکن دوسرا ہزار کسی اور کا ہے۔ اور کپڑوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ تو اس کا نام بھی بتلا دیجئے۔ فرمایا۔ اس کا نام محمد بن عبدالرحمن

ہے۔ جو بہت نیک اور صالح شخص ہے۔ اور صدقہ و خیرات کرنے والا ہے۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے والا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے امام موصوف باتیں کر رہے تھے۔ وہ نصرانی تھا۔ یہ باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ بے شک اللہ ہی واحد لا شریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ہیں۔ اس کے بندے ہیں یعنی وہ اس تصدیق و اقرار کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

### بیازدھم

ایک دن مدینہ منورہ میں امام صاحب کا چند آدمیوں کے ساتھ قیام تھا۔ دورانِ نشست آپ نے کچھ دیر سر جھکانے کے بعد پھر اٹھایا اور فرمانے لگے۔ کہ لوگو! ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ ایک شخص چار ہزار کا شکرے کر تمہارا قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقابلہ کو بھی قتل کرے گا۔ تمہارے لیے مہیستیں کھڑی کرے گا۔ جنہیں تم دور نہ کر سکو گے۔ سنو! یہ واقعہ اگلے سال ہو گا۔ لہذا اس سے بچاؤ کی کوشش کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اور چند کو چھوڑ سبھی کہنے لگے۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنو ہاشم کو یقین تھا۔ کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ درست ہو گا۔ چنانچہ اگلے سال امام محمد باقر بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے پھر نافع الارزق مدینہ میں آیا۔ اور اس نے وہی کچھ کیا۔ جو امام ایک سال پہلے بتلا چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے

یہ طے کر لیا۔ کہ اب امام محمد باقر جو کچھ فرمائیں گے۔ ہم اس سے ہرگز انکار کریں گے۔ کیونکہ آپ اہل بیت نبوت ہیں۔ اور جو فرماتے ہیں حق و سچ ہوتا ہے۔

دشواہد النبوة ص ۲۱۸ تا ۲۲۶  
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔

دوازدہم:

تو والا بصار

ابو بصیر کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ایک دن امام باقر سے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیائے کرام کے وارث تھے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ میں اُن تمام کے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کیا آپ مردوں کو زندہ، بہرہ ور اور کوڑھوں کو شفا دینے، لوگوں کے گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دینے اور ان کے ہاں کھانے پینے کی دیگر اشیاء بتلانے پر قادر ہیں؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اے ابو بصیر! ذرا قریب آؤ۔ ابو بصیر آنکھوں سے معذور تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں جب امام صاحب کے قریب ہوا۔ تو انہوں نے میرے چہرہ پر جو نہی ہاتھ پھیرا۔ مجھے زمین و آسمان کی تمام

اشیاء نظر آنے لگیں۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو۔ کہ اسی طرح تم دیکھتے ہی رہو۔ لیکن تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہو گا۔ اور اگر پہلی حالت چاہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا کرے گا۔ میں نے کہا، مجھے تو جنت چاہیئے۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرہ پر پھیرا۔ اور میری دہائی پہلی کیفیت لوٹ آئی۔

دور الابصار ص ۲۲ تذکرہ امام محمد باقر  
تصنیف شیخ مومن بن حسن

### سینزدہم

جناب امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے والد نے ایک مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اپنا منک اپنا سر مبارک جھکایا۔ اور کچھ دیر بعد ابراٹھایا۔ اگے پوری وہی کرامت مذکور ہے۔ جو یازدہم نمبر میں درج ہو چکی ہے۔ لیکن وہ شواہد النبوة سے تھی۔ اور یہ دور الابصار ص ۲۲ پر سے نقل ہے۔

### آپ کی وفات حسرت آیات

۲

### دور الابصار

آپ کا ۱۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۷۳؎ یا بقول بعض اٹھاون برس تھی۔ آپ نے وصیت

فرما رکھی تھی۔ کہ مجھے اس قیصر کا کفن پہنایا جائے۔ جو پہن کر میں نماز ادا کرتا تھا۔ ”دار الاصداف“ نامی کتاب میں مذکور ہے۔ کہ ان کو بھی ان کے والد گرامی کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ آپ جنت البقیع میں ”قبة العباس“ میں مدفون ہوئے۔ ”الفصول المهمة“ میں بروایت امام جعفر صادق یوں ہی مذکور ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ میں (جعفر صادق) بوقت وصال ان کے قریب ہی تھا۔ آپ نے غسل، کفن و دفن کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! جب سے آپ بیمار ہوئے۔ میں آج آپ کے پہلے کی بنیست تندرست دیکھ رہا ہوں۔ اور موت کے کوئی آثار مجھے نظر نہیں آتے۔ فرمایا۔ اے نعت جگر! کیا تمہیں علی بن حسین کی آوازیں سنائی نہیں دے رہیں؟ وہ دیوار کے پیچھے سے مجھے بلا رہے ہیں۔ اور فرادہ ہے میں۔ کہ ”محمد“ جلدی کرو۔

## فصل ہفتم

فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ کا تعارف

شواہد النبوة

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم آپ چھٹے امام ہیں۔ کینت ابو عبد اللہ اور لقبول بعض ابواسماعیل تھی۔ مشہور ترین لقب ”صاحب الزمان“ ہے۔ والدہ ام فروہ بنت قاسم

بن محمد بن ابی بکر صدیق ہیں۔ آپ کی نانی حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق ہیں۔ اسی دور ہرے نبی تعلق کی بنا پر امام جعفر کا قول ہے۔ کہ مجھے ابو بکر صدیق نے دو بار جہنم دیا۔ مدینہ منورہ میں سلسلہ ریح الاول کے آخری عشرہ میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔ اور سوموار کے دن ۲۸ سالہ نصف رجب المرجب کو انتقال فرمایا۔ قبر انور جنت البقیع میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد امام محمد باقرؑ ان کے والد امام زین العابدینؑ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی نبور سے ہر نقتہ و شر کو دور رکھے۔ اور ان کی تکویم و تنظیم بجا اضافہ ہو۔ (علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ یہ دعاء اپنے دور میں موجود ان قبور کے متعلق کر رہے ہیں لیکن چند سالوں سے وہی نقتہ اور شر ان کی قبور پر آن چڑھا۔ اور آج ان عظیم حضرات کے مقابر کا نشان تک ظالموں نے نہ چھوڑا۔

اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان حضرات اور دیگر مہرورین جنت البقیع کے مقابر کو ہموار کرنے پر نازاں اور فرماں ہیں۔ کہ ہم نے ”صبح اسلام“ زندہ کیا۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔ آپ اہل بیت کے عظیم فرد تھے۔ ان میں سے ”اعلمتہ ان کے قلوب پر اتارنے والے علوم و فیوض کا اعظم و ادراک ناممکن ہے۔ (شواہد النبوة صفحہ نمبر ۲۲۴ مکتبہ

(نبویہ لاہور)

✽

# آپ کی چند کرامات

آپ کی کرامات چونکہ اس قدر بکثرت ہیں کہ صرف انہی کو اگر ذکر کیا جائے تو اچھی خاصی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے ان تمام کے ذکر کرنے سے احتراز اس بنا پر کیا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل سنت پر جو یہ الزام دھر جاتے ہیں کہ یہ لوگ اہل بیت کے محب نہیں ہیں۔ اس الزام کی تردید آپ کی کرامات کے ذکر کرنے سے کی جائے۔ جو ہماری کتب میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔

اول:

## شواہد النبوة

”صفة الصفوة“ میں ابن جرزی نے باسناد ولایت بن سعد سے باسناد خود روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ فرائض کے بعد کوہ ابوقیس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں مجھے ایک شخص بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ قریب گیا۔ تو وہ یارب یارب کہہ کر دعا مانگ رہا ہے۔ دعا مانگتے مانگتے اس کا سانس

ٹوٹ گیا۔ پھر یا حی یا حیٰ پڑھنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ پھر سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا رحیم پھر یا رحیم الرحمن پڑھا۔ ہر مرتبہ اس کا سانس اکھڑ جاتا۔ سات مرتبہ اسی طرح کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے۔

اللهم ان اشهتني من هذا العيب اللهم وان بودي قد اخلقا۔ ابھی یہ دعائیہ کلمات ختم نہ ہوئے تھے۔ کہیں نے وہاں انگوروں کا ایک گچھا اور دو نئی چادریں پڑی دیکھیں اس موسم میں انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ اس شخص نے انگور کھانے شروع کیے۔ تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی۔ پوچھا تم کیوں شرکت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا وجہ یہ ہے کہ آپ نے دعا فرمائی تھی۔ اور میں نے بھی اُن کی تھی۔ فرمایا اؤ۔ اور کھاؤ۔ لیکن کوئی دانا باقی نہ بچے۔ میں نے اُن کا جو ذائقہ پایا۔ وہ بے مثل تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر وہ کھائے۔ لیکن حیران کن بات یہ کہ اُن میں سے ایک دانا بھی کم نہ ہوا۔ وہ شخص پھر مجھے کہنے لگا۔ اور کھاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اب حاجت نہیں رہی۔ فرمایا۔ اچھا تو پھر ادھر ادھر ہو جاؤ۔ کیونکہ میں ان چادریں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ تو اس نے چادریں میں سے ایک کا تہ بند بنالیا۔ اور دوسری کو اوپر اوڑھ لیا۔ اور پرانی چادریں کو ہاتھ میں پکڑ کر مل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب صفاروہ پر پہنچے تو اسے ایک اور شخص ملا۔ اس نے

مرض کیا۔ اے رسول اللہ کے فرزند! میرا جسم ڈھانپئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ اس نے وہ دونوں چادریں اس مانگنے والے کو دے دیں۔ میں پھر اس سائل کے پیچھے ہو لیا۔ اس سے میں نے دریافت کیا۔ بھائی ذرا مجھے یہ تو بتلاؤ۔ کہ جس نے تمہیں یہ چادریں عطا کیں۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا۔ وہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے اُن سے حدیث سننے کی بہت خواہش کی۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔

(شواہد القبۃ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتبہ

نبویہ لاہور۔)

## دوم: صواعق محرقہ

امام جعفر صادق کے چچا زاد بھائی عبد اللہ المحض جو بنی ہاشم کے سردار اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کے والد ہیں۔ بنی ہاشم نے ان کی بیعت کا ارادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ بنی ہاشم نے ایک اجتماع کیا۔ اور اس میں یہ طے پایا کہ امام جعفر صادق کو بلایا جائے۔ لہذا جب انہیں دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اس سے یہ سمجھے۔ کہ امام جعفر کو نفس زکیہ اور ابراہیم سے حسد ہے۔ جب اس کا مسلم امام جعفر کو ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے کسی سے کوئی حسد نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ کہ حکومت نہ ان دونوں میں سے کسی کو اور نہ ہی مجھے مل سکتی ہے۔ بلکہ اس شخص کو ملے گی۔ جو پیلے رنگ

کی قبا و پہننے والا ہے۔ (یعنی منصور عباسی) امام جعفر کی یہ بات منصور عباسی کے دل میں سما گئی۔ حتیٰ کہ وہ بادشاہ بن گیا۔ اسی امر کی خبر امام جعفر کے والد جناب امام باقر بھی پہلے ہی سے دے چکے تھے لہذا امام جعفر نے منصور سے کہا۔ کہ تم شرق و غرب پر حکومت کرو گے اور تمہاری حکومت دیر تک چلی گی۔ منصور دو انقی نے پوچھا۔ اے جعفر! آپ کی حکومت پہلے ہو گی۔ یا ہماری؟ فرمایا۔ پہلے تمہاری حکومت ہو گی۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی بادشاہ بنے گا۔ اپنے فرمایا۔ ہاں بنے گا۔ پھر دو انقی نے پوچھا۔ بنی امیہ اور ہماری حکومت میں سے کس کا زمانہ طویل ہو گا؟ فرمایا۔ تمہاری حکومت زیادہ دیر تک چلے گی۔ لیکن تمہاری مملکت کے ساتھ بچے گیند کی طرح کھیلیں گے۔ امام جعفر نے یہ سب کچھ بتا کر فرمایا۔ یہ باتیں مجھے میرے والد نے بتلائی تھیں پھر جب منصور بادشاہ بن گیا۔ تو امام جعفر کی ان باتوں پر بہت تعجب کیا کرتا تھا۔

(مواہق محرقہ ص ۲۰۲) مطبوعہ تہذیب

(طبع جدید)

### سوم، شواہد النبوة

ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میرے ایک دوست کو منصور نے جیل میں ڈال دیا۔ دوران حج میری ملاقات

امام جعفر سے ہوئی۔ میدانِ عرفات میں آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تمہارا دوست کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ وہ تو ابھی تک منصور کی قید میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! تمہارا دوست بری ہو گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں واپس گھر آیا۔ اور دوست سے ملاقات ہوئی۔ اس کی رہائی کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگا۔ مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر رہا کیا گیا تھا۔

(شواہد النبوة ص ۳۲ مطبوعہ لاہور)

### چہارم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مکہ مکرمہ سے ایک چادر خریدی۔ اور پختہ ارادہ کیا۔ کہ کسی کو یہ نہ دوں گا۔ بلکہ اسے اپنے کفن کے لیے رکھ چھوڑوں گا۔ میں جب عرفات سے واپس مزدلفہ آیا۔ تو چادر کہیں گم ہو گئی۔ مجھے بہت صدمہ ہوا۔ جب علی الصبح مزدلفہ سے منی آیا۔ تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو امام جعفر کے ساتھ تھا۔ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام موصوت تجھے بلارہے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تم گم شدہ چادر حاصل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے کفن کے کام آئے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! دیجئے۔ لیکن وہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی۔ اور وہ وہی چادر لیے حاضر ہوا۔ جو میں گم کر

بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔  
(شواہد النبوة ص ۳۳۳ مطبوعہ لاہور)

## پنجم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر کی معیت میں مکہ شریف میں جا رہا تھا۔ ہمیں ایک عورت نظر آئی۔ اس کے پاس سے ہم گزے۔ اور اس کے پاس ایک مردہ لگے پڑی تھی۔ وہ عورت اپنے بچوں سمیت رونے میں مشغول تھی۔ امام نے یہ دیکھ کر اس عورت سے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ مردہ لگے زندہ کر دے؟ وہ بولی۔ آپ مذاق کیوں کر رہے ہیں۔ میں تو پہلے ہی بہت دکھی ہوں۔ آپ نے فرمایا؟ میں مذاق نہیں کر رہا۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی۔ اور لگے کے سر اور اوپر پاؤں کو چھوا۔ اور اسے آواز دی۔ لگے فوراً زندہ ہو گئی۔ بعد میں آپ لوگوں میں اس طرح گھل لی گئے۔ کہ وہ عورت آپ کو نہ پاسکی۔

(شواہد النبوة ص ۳۳۳ مطبوعہ

لاہور)

ششم:

### نور الابصار:

روایت ہے۔ کہ داؤد بن علی نے امام جعفر کے آزاد کردہ غلام معنی بن حسین کو قتل کر دیا۔ اور اس کا تمام مال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب امام جعفر کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپ گھر تشریف لائے! اور وہ ساری رات صبح تک قیام فرمایا۔ سحری کے وقت آپ کی کسی نے خفیہ گفتگو سنی۔ جو یہ تھی۔ ”اے مضبوط قوت والے! اے عزت و غلبہ کے مالک کہ جس کی مخلوق دلیل ہے! اس مصیبت سے تو ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اُن ظالموں سے تو ہی انتقام لے“ آپ کا یہ الفاظ یاد کرنا تھا۔ کہ ادھر شور اٹھا۔ کہ داؤد بن علی اچانک انتقال کر گیا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۱)

ہفتم:

### نور الابصار:

امام جعفر صادق کو جب حکم بن عباسی کلبی کا یہ پیغام پہنچا۔ ”وہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی ہے۔ میں نے کسی ہمدی کو کھجور کے درخت پر پھانسی ہوئے نہیں دیکھا“ آپ نے یہ سن کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ اور یہ کہا ”اے اشد اکتوں میں سے کوئی کتنا اس پر مسلط کر دے“ پھر

ہوایوں۔ کہ بنی امیر نے اسے کوہ بھیجا۔ اور دوران سفر ایک شیر نے اسے چیر بھاڑ دیا۔ جب آپ کو یہ خبر ملی۔ تو فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور کہنے لگے۔ سب تعزینیں اللہ ہی کو زیبا کہ جس نے ہمارا وعدہ پورا کر دیا۔

(نور الابصار ص ۳۱)

## ۳۔ آپ کی وفات

نور الابصار

”ابن الصباغ“ کے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۴۸ھ شوال کے مہینہ میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۸ سال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کو منصور کے دور حکومت میں زہر سے شہید کیا گیا تھا۔ بعد از وفات جنت البقیع میں اپنے اباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہوئے۔ آپ کا قبرا نور بہت عظمت و کرامت والا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۲)

ۛ

# فصل ہشتم

## فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

### ۱۔ تعارف

### شواہد النبوة

ساتویں امام ہیں۔ کینت کا علم ہے۔ اسی لقب کی وجہ سے آپ بردبار تھے۔ اور ان لوگوں کو معاف کرتے رہے۔ جو آپ پر زیادتیوں کا ارتکاب کرتے رہے۔ آپ کی والدہ ام ولد حمیدہ بربر تھیں۔ آپ کی ولادت مقام "الماء" پر ہوئی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پڑتی ہے۔ صفر کی نو راتیں گزرنے پر روز اتوار مطابق ۱۲۸ھ آپ کا تولد ہوا۔ پہلی مرتبہ ہمدی بن منصور کے حکم سے آپ کو بنداد لاکر قید کر دیا گیا۔ ہمدی نے ایک رات حضرت علی المرتضیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اپنے اسے فرمایا

فهل عسيتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا الخ  
 ریح کا کہنا ہے۔ کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ ہمدی نے مجھے اپنے ہاں بٹوا بھیجا۔ وہ اس وقت اسی آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا۔ کہ جاؤ اور ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں لے آیا۔ ہمدی نے

ان سے معاف کیا۔ پھر اپنے پاس بٹھا کر خواب سنایا۔ اور پھر کہا۔  
 کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت  
 توک کر دیں؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میرا تو ایسا کوئی ارادہ ہی  
 نہیں۔ اور نہ ہی ایسی بات مجھے زیب دیتی ہے۔ ہمدی نے  
 کہا۔ آپ صبح فرماتے ہیں۔ پھر ہمدی نے ریح سے کہا۔ انہیں  
 دس ہزار درہم اور سامان سفر دے دو۔ تاکہ آپ مدینہ منورہ تشریف  
 لے جائیں۔ خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ سے بلا کر پھر قید کر دیا  
 آپ جمعۃ المبارک ۲۵ رجب المرجب مطابق ۱۸۶۲ء اور نالرشید  
 کی قید میں فوت ہوئے۔ اور بغداد میں ہی آپ کی قبر ہے  
 (شواہد النبوة ص ۳۳۶)

## ۲۔ آپ کی علمی وسعت

### صواعق محرقہ

آپ اہل عراق میں ”عند اقتضائے حاجات کا دروازہ، مشہور  
 تھے۔ اپنے دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار  
 عالم اور سخی تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ان سے پوچھ لیا  
 تم اپنے آپ کو آل رسول کہلاتے ہو۔ حالانکہ تم ارلا حضرت  
 علی المرتضیٰ کی ہو۔ آپ نے جواباً یہ آیت پڑھی۔  
 و من ذریئہ داؤد و سلیمان و عیسیٰ و ایوب۔

(یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے واؤ و سلیمان، عیسیٰ اور ایوب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو کوئی والد تھا نہیں تھا۔) دوسری آیت آپ نے یہ پڑھی۔ تعالوا ندع انباؤنا و ابناء کحوالحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت مباہلہ حضرت علی، حسن اور حسین کے علاوہ کسی اور کو نہیں بلایا تھا۔ (اور انہیں ہی آپ نے اپنے بیٹے کہا۔)

(صواعق محرقة ص ۲۰۳ تذکرہ موسیٰ کاظم)

## ۳۔ آپ کی کرامات

اول:

### شواہد النبوة

کتب مستبرہ میں جناب شفیق بلخی سے روایت موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہیں دوران حج سفر کرتے کرتے سرزمین قادسیہ جانکلاڑ ہاں مجھے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص نظر آیا جس نے اونی پڑے زریب تن کیے ہوئے تھے۔ اور کندھے پر ایک شعلہ ڈالا ہوا تھا۔ اور پاؤں میں نعلین تھے۔ بھیڑ سے نکل کر وہ اکیلا بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی صوفی معلوم ہوتا ہے۔ اور اسے خیال یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ لہذا میں نے اسے دیکھا کہ

اُسے کچھ تنبیہ کی جائے تاکہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائے۔ جب میں اس کے نزدیک گیا۔ تو وہ بولا۔ اے شقیق! اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الخ۔ آیت پڑھی اور چلتا بنا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کہ اس کو میرا نام اور میرا مقصد معلوم تھا۔ کوئی نیک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیئے۔ میں اس کے پیچھے تیزی سے چلا۔ لیکن اُسے نہ پاسکا۔ جب دوسری منزل پر ہم پہنچے۔ تو میں نے اسی نوجوان کو نماز میں مشغول دیکھا۔ جسم پر کیچی اور آنکھوں میں اُسوتھے۔ میں نے پھر معافی مانگنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے دیکھ کر کہا۔ اے شقیق! انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدٰی۔ یہ آیت پڑھی۔ اور چل دیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی ابدال ہے۔ جس نے دوبارہ میرے دل کی بات جان لی۔ اسی طرح جب ایک اور مقام پر پہنچے۔ تو میں نے اُسی نوجوان کو ایک کنوؤں میں کھڑا پایا۔ ہاتھ میں چرمی ڈول تھا اور اس سے پانی نکالتا چاہا۔ لیکن ڈول کنوؤں میں گر گیا۔ اُس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور یہ کلمات کہے۔ انت ربی انظماۃ السماء وقوقی اذا اردت الطعام اللھم سبیدی الخ غفرک فلا تقدہ۔ ان الفاظ کے ساتھ میں نے خدا کی قسم دیکھا کہ پانی اوپر آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈول اٹھایا۔ اس سے وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلے پر گیا۔ اور تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لے کر اس ڈول میں ڈال دی۔ اُسے خوب ہلایا

اور پھر اُسے پنی گیا۔ میں یہ دیکھ کر اُس کے قریب گیا۔ اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ وہ نوجوان بولا۔ اے شفیق! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں۔ لہذا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا اور نیک گمان رکھو۔ پھر مجھے وہی ڈول دیا۔ میں نے اس سے پانی پیا۔ اس میں ستور اور شکوٹے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر لذت سے تھے۔ کہ میں نے زندگی بھر ایسی میٹھی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ پی۔ میں اس سے ایسا میراب ہوا۔ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ نوجوان مجھے نظر نہ آیا۔

جب ہم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو میں نے اُسے نماز تہجد پڑھتے دیکھا خشوع و خضوع سے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نماز ادا کر رہا تھا رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ صبح ہوئی۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد طوافِ کعبہ کیا۔ فراغت پر جب کعبہ سے باہر گیا۔ تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کے پاس بہت سے غلام اور خادم ہیں۔ اور اس کے ارد گرد لوگوں کا جھگمکاہٹ ہے۔ تمام حاضرین کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ ان کا نام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ سن کر میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ کہ اس سید زادے سے اس قسم

کے واقعات کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۷۷ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر۔ مکتبہ نبویہ لاہور)

دوم؛

### صواعق محرقہ

ہارون الرشید نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھا۔  
کہ ان کے ہاتھ میں برقی تھی۔ اور فرمایا۔ اے ہارون! اگر تو  
نے موسیٰ کاظم کو رہا نہ کیا۔ تو میں اس برقی سے تجھے ذبح کر  
دوں گا۔ وہ سہما ہوا خراب اٹھا۔ اسی وقت پریس افسر کو پیغام  
دیا۔ کہ موسیٰ کاظم کو رہا کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی تین ہزار درہم  
ان کے لیے روانہ کیے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ موسیٰ کاظم کو یہاں ہٹے  
یا کسی اور جگہ جہاں وہ چاہیں جانے کا اختیار ہے۔ امام موصوف  
مدینہ تشریف لے آئے۔ اور پھر ہارون الرشید نے آپ کو  
خواب کا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس سے عجیب تر واقعہ سنایا۔  
کہ میں نے دورانِ خواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔  
انہوں نے مجھے چند کلمات سکھائے۔ کہنے لگے۔ میں نے ابھی وہ  
کلمات پورے ادا نہیں کیے تھے۔ کہ میری رہائی ہو گئی۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۲ تذکرہ موسیٰ کاظم

مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

سوم :

## توسرے ابصار

احمد بن محمد جناب ابو قتادہ اور یہ حضرت جناب ابو خالد زبانی سے  
 ناقل کہ جناب امام موسیٰ کاظم مقام زبانیہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے  
 آپ کے ہمراہ ہمدی کے اصحاب کی ایک جماعت تھی۔ وہ انہیں  
 عراق لے جانے کے لیے آئے تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ  
 نے چند ضروری اشیاء خریدنے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم کرتے ہوئے  
 مطلوبہ اشیاء بازار سے لے آیا۔ آپ کے پاس رکھ دیں۔ جب  
 اپنے مجھے کچھ پریشان سا دیکھا۔ تو فرمانے لگے۔ کیا وجہ ہے؟ میں  
 نے عرض کیا حضور! آپ باغیوں کی طرف جارہے ہیں مجھے آپ  
 کے بارے میں پریشانی ہے۔ فرمایا۔ اے ابو خالد! میری وجہ سے  
 تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور سنو! فلاں مہینہ  
 کی فلاں تاریخ کو شام کے وقت میرا انتظار کرنا۔ میں انشاء اللہ تمہیں  
 ملوں گا۔ ابو خالد کا کہنا ہے۔ کہ میں اس وقت کا شدید انتظار کرتا رہا  
 آخر وہ مقرر دن آیا۔ غروب آفتاب کا وقت ہوا۔ تو میں اس مقام  
 کی طرف جان نکلا۔ لیکن وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ  
 گزرا۔ تو میں نے عراق کی جانب سے لوگوں کی ایک جماعت  
 آتے دیکھی۔ میں ان کی طرف جب گیا۔ تو آپ سب آگے خچر پر  
 سوار تشریف لاد رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اور آپ

کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! کیا تم شک میں پڑ گئے تھے؟ میں نے عرض کیا۔ خدا کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔ کہ جس نے آپ کو ان مشرکوں سے نجات عطا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اے ابو خالد! انہوں نے میری طرف لوٹنا تھا۔ جس سے میں نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

(نور الابصار ص ۴۲ مصنف شیخ مومن بن حسن بن شبلنجی)

چہارم:

### نور الابصار

یعنی ملائی راوی ہیں کہ میں ایک سال مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں کچھ دن مقیم رہا۔ پھر مدینہ منورہ کی حاضری کا خیال آیا۔ اور ارادہ کیا کہ ایک سال وہاں قیام کروں گا۔ اس طرح ثواب کافی حاصل ہو جائے گا۔ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب طرف مصطفیٰ میں اقامت اختیار کی۔ حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں آمد و رفت رکھی۔ ایک رات ان کے پاس تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ میٹھی! اٹھو اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا مکان تمہارے سامان پر گر گیا ہے۔ میں گھر آیا۔ اور دیکھا ہی پایا۔ کچھ مزدور بجائے۔ اور ان سے سامان بچے کے نیچے سے ٹکرایا لیکن سامان میں

سے وضو کی چھاگل نہ ملی۔ جب میں دوسرے دن موسیٰ کاظم کے ہاں حاضر ہوا۔ تو پوچھنے لگے۔ سامان میں سے کوئی چیز تو نہیں گئی۔ جو نہ ملی ہو۔ اگر ہو تو ہم دعا کر دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وضو کی چھاگل نہیں ملی۔ آپ نے یسٹن کر کچھ لمحے کے لیے اپنا سر انور جھکایا۔ اور فرمایا۔ وہ تم مکان گزرنے سے قبل ہی کسی کے پاس بھول گئے تھے۔ جاؤ۔ اور مالک مکان کی باندی سے پوچھو۔ کہیں چھاگل بیت الخلا میں بھول گیا تھا۔ مجھے واپس کر دو۔ لوٹدی یسٹن کر چھاگل لے آئی۔ اور مجھے واپس کر دی۔

(نورالابصار ص ۴۴ تصنیف شیخ

مومن بن حسن مومن)

## ۴۔ آپ کی شب و روز کی عبادت

تالیخ بغداد:

عمار ابن ابان سے روایت ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم سندھی کے ہاں گرفتار کیے گئے۔ تو سندھی کی ہمشیرہ نے اپنے بھائی کو کہا۔ موسیٰ کاظم کو میرے سپرد کر دے۔ وہ دیندار تھی۔ سندھی نے اس کی بات مانی۔ اور موسیٰ کاظم کو اس کے سپرد کر دیا۔ یہی بی بی بیان کرتی ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم نماز عشاء پڑھتے تو پھر اٹھنے والے کی حدود تسبیح و تہلیل میں معصوم ہو جاتے جب رات ڈھل جاتی۔ تو آپ نوافل شروع فرماتے۔ صبح

تک نفل ادا کرتے رہتے۔ پھر تھوڑا سا ذکر کرتے۔ حتیٰ کہ جب سوچ  
 طلوع ہوتا۔ تو کچھ دیر وہیں بیٹھے رہتے۔ صلوٰۃ پاشت ادا کرتے  
 پھر سونے کی تیاری فرماتے۔ مسواک کرتے کھانا کھاتے اور آرام  
 کرنے کے لیے سو جاتے۔ زوال تک آرام فرماتے۔ پھر اٹھتے و غور  
 فرماتے قبلہ رخ ہو کر افذکار ذکر فرماتے۔ تسبیح و تہلیل اور نماز پڑھتے۔ پھر  
 دوسری نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کے بعد نوافل  
 ادا فرما کر پھر عشاء کا عمل اسی طرح جیسا کہ گزر چکا شروع فرماتے۔ آپ  
 کا یہ روزانہ معمول تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۵ ص ۳۱ تذکرہ موسیٰ)

بن جعفر

## ۵۔ آپ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

محمد بن عبد اللہ بحری کا کہنا ہے۔ کہ قرض کی خاطر میں مدینہ آیا۔ اس  
 اُنے جانے سے میں تھک گیا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اگر موسیٰ  
 کاظم کے پاس قرض مانگے چلا جاتا۔ تو اس تکلیف سے چھوٹ  
 جاتا۔ میں اس سوچ پر عمل کرتے ہوئے اُن کے پاس اُحد  
 پہاڑ کے قریب واقع موضع نقمہ پہنچا۔ آپ میری طرف اُنے  
 آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ اس کے پاس گوشت تھا۔  
 امام موسیٰ کاظم کے ہاں اس وقت کوئی بھان نہ تھا۔ ہندو

نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجھ سے میری حاجت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ اٹھے۔ مکان میں تشریف لے گئے۔ جلد ہی ہی واپس آئے۔ اور غلام سے فرمانے لگے۔ تم ذرا چلے جاؤ۔ غلام کے جانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف لمبا کیا۔ اور ایک تھیلی پھینکی۔ جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر اٹھے۔ اور پشت پھیر کر تشریف لے گئے۔ میں بھی اٹھا۔ اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اور اپنے گھر واپس چل پڑا۔

تالیخ بغداد جلد ۱۳ ص ۲۸ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر

## فصل نوہم

## فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ

## تعارف

## شواہد النبوة

آپ آٹھویں امام ہیں۔ اور ابوالحسن کینت ہے۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی کینت ”کاظم“ انہیں دے دی ہے۔ رضا لقب ہے۔ ابو جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد نے ”مامون الرضا“ رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھے۔ اور زمین پر اس کے رسول کی رضا تھے۔ آپ کو پہلے ائمہ پر اس بارے میں فوقیت ہے۔ کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ ان کے والد گرامی کہا کرتے تھے۔ کہ میرے بیٹے کو ”رضا“ کہہ کر بلایا کرو۔ اور جب خود انہیں بلاتے۔ تو اسے ابوالحسن کہا کرتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں تھے۔ ریح الاول کی گیارہ تاریخ اور بدر کو پیدا ہوئے۔ یعنی آپ اپنے دادا اجنباب امام جعفر صادق کے وصال کے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال سنا باو کے مقام پر ہوا۔ جو طوس کے میں واقع ہے۔ آپ کا روضہ ہارون الرشید کے قبہ کی مغربی

طرف واقع ہے۔ اسے ”سراٹے حمید بن قحططہ الطائی“ کہتے ہیں۔  
 جمعۃ المبارک ماہ رمضان میں ۲۶۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ  
 اتم ولدہ ہیں۔ ان کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ اُردوی، نجمہ شمانہ  
 اور ام النبیین وغیرہ۔

(شواہد النبوة ص ۴۲ تا ذکرہ علی بن

موسیٰ کاظم)

## ۲۔ آپ کی بعض کرامات

اول:

### شواہد النبوة

خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس  
 کے بعد جب بھی آپ اُسے منے تشریف لاتے۔ تو لازم سرکار  
 آپ کی آمد مامون کے دروازہ پر لگے ہوئے پردے اٹھاتے  
 تاکہ آپ اہم تشریف لے جائیں۔ یہ معاملہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ  
 کو یہ مبرا لگا۔ اور انہوں نے باہم صلاح و مشورہ کیا۔ کہ اگر اب آئیں۔  
 تو ان کے استقبال کو نہ کوئی کھڑا ہو۔ اور نہ ہی پردہ اٹھایا جائے۔  
 لیکن جب آپ تشریف لائے۔ تو انہوں نے استقبال بھی کیا۔  
 اور پردہ بھی اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے۔ تو ایک  
 دوسرے کو کہنے لگے۔ پھر باہم ملے کیا۔ کہ اگلی روز اپنے فیصلہ پر  
 مضبوطی سے ڈٹے رہیں گے۔ آپ تشریف لائے۔ انہوں نے

کھڑے ہو کر آپ کو سلام تو کیا۔ لیکن پردہ اٹھانے میں بیت و  
 لعل کرنے لگے۔ قبل اس کے وہ پردہ اٹھاتے اللہ تعالیٰ نے نوردار  
 ہوا بھیجی۔ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا۔ اور آپ، اندر تشریف  
 لے گئے۔ ہوا بھی بند ہو گئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا  
 تو پھر بھی ویسے ہی ہوا چلی۔ پردہ اٹھا۔ اور آپ، باہر تشریف لے  
 آئے۔ ماسد یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھے  
 اُسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ پھر سے وہ اپنی پہلی روش پر  
 خدمت کرنے لگے۔

رشواہد النبوة ص ۴۴ تا تذکرہ ملی بن  
 موسیٰ بن جعفر

### دوم: شواہد النبوة :

ایک کوئی کا بیان ہے۔ کہ میں جب کوفہ سے خراسان جانے کے  
 لیے روانہ ہوا۔ تو میری بچی نے مجھے ایک قیمتی کپڑا دیا۔ اور فرشتہ  
 کی۔ کہ اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب پتلے پتلے  
 میں مرو پہنچا۔ تو علی رضا کے غلام میرے پاس آئے۔ اور کہنے  
 لگے۔ کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے کفن کے لیے  
 یہ کپڑا اہلے ہاتھ فروخت کرو۔ میں نے انہیں ٹالتے ہوئے کہا  
 میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ وہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد پھر  
 آگئے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے اقا کہتے ہیں۔ کہ تمہارے پاس  
 کپڑا ہے۔ انہوں نے تجھے سلام بھی دیا ہے۔ اور کہا ہے۔

کہ تمہاری لڑکی نے جو کپڑا فیروزہ خریدنے کے لیے تجھے دیا تھا۔ اس کی قیمت لے لو۔ میں نے قیمت لے کر وہ کپڑا ان کے ہاں فروخت کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دل میں سوچا۔ کہ ان کے آقا سے چند مسائل دریافت کروں۔ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے۔ اور علی الصبح اُن کے ہاں چلا گیا۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ کسی کو ان سے بآسانی ملنا ناممکن تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر کھڑا تھا۔ کہ ایک غلام باہر آیا۔ اور میرا نام لے کر ایک لکھا ہوا کاغذ مجھے اُس نے دیا۔ اور کہا۔ تیرے سوالات کے اس میں جواب درج ہیں۔ میں نے جب کھولا۔ تو واقعی میرے تمام سوالات کے جوابات موجود تھے۔

(شواہد النبوة ص ۴۷۲ تذکرہ علی بن موسیٰ)

### سوم: صواعق محرقہ

امام علی رضا کے خدام میں سے جناب معروف کرخی بھی ہیں۔ یہ جناب سری سقطی کے استاد محترم ہیں۔ کیونکہ سری سقطی انہی کے دستِ اقدس پر اسلام میں شامل ہوئے تھے۔ امام علی رضا نے ایک آدمی سے فرمایا۔ ”اے عبد اللہ! اللہ کو راضی رکھ جیسا وہ چاہتا ہے۔ اور تیاری کر داس چیر کی جس کا انا یقینی ہے۔“ امام علی رضا نے یہ الفاظ جس شخص سے کہے تھے۔ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا تھا۔

(صواعق محرقہ ص ۴۰۲ تذکرہ علی بن موسیٰ)

چہارم:

## صواعقِ معرقہ

ابو حبیب بیان کرتا ہے۔ کہ ہمارے شہر میں جس مقام پر حجاج بن یوسف آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ اسی مقام پر مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے پاس دیکھا۔ کہ کھجوروں کا ایک ٹوکرا پڑا ہوا ہے۔ اپنے اُن میں سے اٹھارہ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی۔ کہ میری زندگی صرف اٹھارہ دن رہ گئی ہے۔ اٹھارہ کی بجائے بیس دن گزر گئے۔ تعبیر سچی نہ ہوئی۔ بیس دن بعد مدینہ منورہ میں جناب علی رضا تشریف لائے۔ اور اُسی مسجد میں اُترے۔ لوگ سلام عرض کرنے کے لیے دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے۔ میں بھی نیاز حاصل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایسی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ جہاں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور ان کے سامنے بھی کھجوروں کا ایک طباق بھرا پڑا تھا۔ میں نے اُس کے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کے جواب کے بعد مجھے اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں آپ کے بالکل قریب ہوا۔ تو آپ نے طباق میں سے ایک مٹھی بھر کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں گنا۔ تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ یعنی جتنی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عنایت فرمائی تھیں۔ میں نے علی رضا سے عرض کیا۔ حضور! کچھ مزید عنایت فرمائیں۔ فرمانے لگے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس سے زیادہ عطا فرمائیں۔ تو میں بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ علی بن موسیٰ)

پنجم:

### صواعق محرقہ

بعض حفاظ سے منقول ہے۔ کہ ایک عورت نے خلیفہ متوکل کے حضور اپنی نسبت سادات سے ظاہر کی۔ متوکل نے ارد گرد بیٹھے لوگوں سے پوچھا۔ کوئی اس کے سید ہونے کا تحقیق کر سکتا ہے۔ تو حضرت امام علی رضا کی طرف لوگوں نے اشارہ کیا متوکل نے انہیں بلوایا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو خلیفہ نے بہت احترام کیا۔ تخت پر بٹھایا۔ تو پھر اس عورت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امام حسین کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ ہذا کسی سید کو درندہ نہیں کھا سکتا۔ اس عورت کو بھی کسی درندے کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب خلیفہ نے اس عورت کو درندے کے سامنے کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ لولہ اٹھی۔ کہ میں جھوٹی ہوں

کسی نے متوکل سے کہا۔ کہ یہ تجربہ خود علی رضا پر بھی کرنا چاہیئے۔  
 جنہوں نے یہ تجویز بتائی۔ متوکل نے اس کی بات مانتے ہوئے  
 تین درندے بٹوائے۔ جب یہ تینوں محل کے صحن میں لائے  
 گئے۔ اور وہاں کھٹے چھوڑ دیئے گئے۔ اُدھر متوکل نے امام  
 علی رضا کو بلایا۔ جب آپ صحن میں داخل ہوئے تو دروازہ بند  
 کر دیا گیا۔ اب امام علی رضا اور درندے ایک ہی جگہ تھے۔  
 لوگوں نے خاموشی سے شیر کی آواز سنی۔ وہ گرج رہا تھا۔ آپ  
 صحن میں چلتے رہے۔ اور جب سیڑھیوں پر چڑھ کر متوکل کے  
 پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ درندے بھی آپ کے ساتھ  
 چل دیئے۔ ارد گرد گھومنے لگے۔ آپ اپنی اُستین سے اُن  
 کو پہلا پھسلا رہے تھے۔ درندے دروازے کے قریب آکر  
 رُک گئے۔ اور امام علی رضا متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔  
 کچھ دیر اُس سے گفتگو فرما کر واپس تشریف لائے۔ اور سیڑھیوں  
 سے اترنے پر وہی درندے پہلے کی طرح آپ کے کپڑوں  
 کے ساتھ چاپلوسی کرنے لگے۔ اُدھر اُدھر گھومنے لگے۔ حتیٰ کہ  
 آپ دروازے سے باہر تشریف لائے۔ بعد میں خلیفہ  
 نے آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت بڑا نذرانہ پیش  
 خدمت کیا۔ بعد میں متوکل سے کہا گیا۔ کہ جس طرح تمہارے  
 چچا زاد بھائی علی رضا نے کر کے دکھایا ہے۔ تم بھی ایسا کر کے  
 دکھاؤ۔ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ میرے قتل  
 کا ارادہ کیے ہوئے ہو۔ پھر لوگوں سے کہا۔ کہ اس واقعہ کو

زیادہ اچھا بننے کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ شاید کچھ کم عقل یہ نہ سمجھیں۔ کہ متوکل نے یہ سب کچھ امام علی رضا کو شہید کروانے کے لیے کیا تھا) (صواعق محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

ششم:

### نورالابصار

مسافر سے روایت ہے۔ کہ میں امام علی رضا کے پاس تھا۔ وہاں سے یحییٰ برمکی گزرا۔ اور اس نے غبار کی دھیرے سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ امام علی رضا نے دیکھ فرمایا۔ یہ بیچارے کیا جانے کہ ان پر اس سال کیا کچھ گزرنے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی گزرا جیسا امام نے کہا تھا۔ آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ میں اور ہارون ان دونوں کی طرح ہیں۔ آپ نے بڑی انگلی اور شہادت کی انگلی ملا کر فرمایا۔

کہ میں نے

ہارون کے متعلق امام علی رضا کے اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ کیونکہ انتقال کے بعد ان کو ہارون کے متصل دفنایا گیا۔

(نورالابصار ص ۷۵)

ہفتم:

## نور الابصار:

حسین بن یسار جناب علی رضا سے روایت کرتے ہیں کہ امام موصوف نے ایک دن فرمایا کہ عبد اللہ "محمد" کو قتل کرے گا۔ میں نے پوچھا کیا عبد اللہ بن ہارون اپنے بھائی محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ فرمایا عبد اللہ ماموں "محمد امین" کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(نور البصار ص ۶۶)

ہشتم:

## نور الابصار:

حسین بن موسیٰ راوی ہیں کہ ہم بنی ہاشم کے نوجوان امام علی رضا کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ہمارے قریب جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا۔ وہ شکستہ حالت میں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ استنہ میں علی رضا بوسے کہ اس کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ وہ مدینہ کا حاکم مقرر ہو گیا۔ اس کی حالت ابھی ہو گئی۔ وہ اکثر ہمارے قریب سے گزرا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ نوکر چاکر آگے پیچھے ہوا کرتے تھے۔ ہم اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔

(نور البصار ص ۷۷)

نہم:

## فورا لایبصار

جعفر بن صالح کا بیان ہے۔ کہ میں علی رضا کے پاس آیا۔ اور کہا۔  
کہ میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے۔ یہ علی رضا کے خاص  
اومی تھے۔ عرض کیا۔ میری بیوی امید سے ہے۔ دعا فرمائیں۔  
اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ ڈوبچے اکٹھے پیدا  
ہوں گے۔ میں واپس آگیا۔ اور راستہ میں سوچا۔ کہ ایک کا  
نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا۔ اپنے مجھے بلوایا۔ اور  
فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمر وہ ہے۔ میں واپس  
کو فرمایا۔ میرے ہاں دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوئے  
میں نے لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام ام عمر رکھا۔ جیسا کہ آپ نے  
فرمایا تھا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ ام عمر و کا کیا معنی  
ہے۔ فرمانے لگیں۔ یہ تمہاری دادی کا نام تھا۔

(فورا لایبصار ص ۶۷ تا ۷۷)

## ۳۔ آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک

آپ ایک مرتبہ نیشاپور میں گئے۔ اور اس کی گلیوں میں پھرے  
تھے۔ لوگوں نے ایک موٹے کپڑے سے آپ پر سایہ کیا ہوا  
تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی زیارت دکر سکتے تھے۔ اتنے

میں دو حافظ ایک ابو زرعہ لازمی اور دوسرے محمد بن اسلم طوسی  
 مع اپنے بہت سے شاگردوں کے آئے۔ اور آپ کی زیارت  
 کے لیے بڑی منت سماجت کی۔ اور ان کی دلی تمنا تھی کہ آپ  
 سے کوئی ایسی ایک حدیث سماعت کریں۔ جو ان کے اباؤ اجداد  
 سے ان تک پہنچی ہو۔ بہر حال آپ نے اپنے شجر کو روکا۔ اور سایہ  
 کرنے والا کپڑا ہٹا دیا۔ لوگوں نے جی بھر کر زیارت کی۔ آپ کی  
 زلفیں شانوں پر ٹلک رہی تھیں۔ کچھ لوگ چیخ رہے تھے۔ کچھ  
 رو رہے تھے۔ کچھ مٹی میں لوٹ پوٹ اور کچھ آپ کے شجر کے  
 پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء نے زوردار آواز سے کہا۔ لوگو!  
 خاموش ہو جاؤ۔ تاکہ دونوں حافظ آپ سے کوئی حدیث کھو  
 سکیں۔ خاموشی پر امام علی رضائنے فرمایا۔ مجھے میرے والد موسیٰ  
 کاظم انہیں ان کے والد جعفر صادق انہیں ان کے والد محمد باقر  
 انہیں ان کے والد زین العابدین انہیں ان کے والد امام حسین  
 انہیں ان کے والد علی المرتضیٰ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اور آپ کو جبرئیل امین نے اور جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے  
 ارشاد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو بھی ان کلمات کو  
 پڑھے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو میرے  
 قلعہ میں آگیا۔ وہ عذاب سے امن میں ہو گیا۔ اس حدیث قدسی  
 کی روایت کرنے کے بعد آپ نے پھر سے پر وہ ڈال لیا۔  
 اور چل پڑے۔ آپ سے اس حدیث پاک کو کھنے والوں  
 کی تعداد کی گئی۔ تو بیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ایک اور

حدیث کی روایت یوں بھی آپ سے آتی ہے ”ایمان“ قلب کے لیے معرفت ”اقرار“ زبان کے لیے اور ”عمل“ ارکان کے لیے معرفت ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ دونوں احادیث الگ الگ واقعہ کے پیش نظر ہوں۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ اگر میں اس حدیث کی اسناد کو پڑھوں۔ تو اسے سن کر ”صاحبِ جنوں“ تندرست ہو جائے۔

(مواہق محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

ۛ

## فصل بستم

## فضائل امام محمد بن علی بن

بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی

## ۱۔ تعارف

## شواہد النبیۃ

آپ نوں امام ہیں۔ آپ کا نام اور کیفیت امام محمد باقر سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ لقب تقی اور جواد ہے۔ والدہ کا نام ام ولد تھا۔ انہیں خیزان بھی کہا گیا ہے بعض ریحانہ کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ ان کا تعلق حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھا۔ امام محمد بن علی کی ولادت رجب شریف مطابق ۱۹۵ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ اور وفات بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ معتمک کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی رحلت زہر دیئے جانے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ان کی قبر انہی کے دادا جناب موسیٰ کاظم کی قبر کی پچھلی طرف بغداد میں ہے۔ یا مومن الرشید آپ کے

فضلِ مہم کا معترف تھا۔ جو آپ کو بچپن سے حاصل تھا۔ اسی لیے  
 مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل ان کے نکاح میں دے دی۔  
 دونوں مدینہ منورہ آ گئے۔ اور ہر سال ہزار ہزار روپے بھجواتا رہا۔  
 (شواہد النبوة ص ۲۵۴ تذکرہ امام تقی)

## ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ

۲

### شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ امام تقی کے والد جناب امام رضا کا جب  
 انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ایک مرتبہ بغداد  
 کے کوچوں میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتفاق  
 سے مامون الرشید کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ شکار کھیلنے جا رہا  
 تھا۔ اسے دیکھ کر مامون نے امام تقی کے سب لڑکے بھاگ  
 بھگے۔ مامون قریب آیا۔ اور پوچھا۔ اے لڑکے! تو بھی دوسرے  
 لڑکوں کی طرح ادھر ادھر کیوں نہ ہوا؟ جواب دیا۔ اے امیر  
 راستہ تنگ نہیں کہ میں ادھر ادھر ہو کر تمہارے لیے کشادہ  
 کرنا۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا۔ کہ بھاگ جاتا۔ مجھے آپ  
 کے بارے میں حسنِ ظن بھی ہے۔ کہ آپ کسی کو بلاوجہ تنگ نہیں  
 کرتے۔ مامون کو یہ گفتگو بہت بھائی۔ اس نے نام پوچھا  
 فرمایا۔ مجھے محمد کہتے ہیں۔ پوچھا۔ کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا۔

علی رضا میرے والد کا نام ہے۔ یہ سن کر مامون بہت خوش ہوا۔ اور اپنا راستہ لیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلا۔ تو اس نے ایک باز ایک چکور پر بھڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔ تو اس کی چونچ میں نیم مردہ مچھلی سی تھی۔ یہ دیکھ کر مامون متعجب ہوا۔ اُسے ہاتھ میں لیے واپس آیا۔ جب اسی جگہ پہنچا۔ جہاں لڑکے کھڑے تھے۔ تو اس دفعہ بھی امام تقی کے سوا دوسرے تمام لڑکے ایک طرف ہٹ گئے۔ مامون نزدیک آیا۔ اور کہا۔ اے محمد! آپ نے بلیک کہی۔ پوچھا۔ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کہ وہ سمندر کی چھوٹی سی مچھلی کو غلام اور بادشاہوں کے ہاتھ تک جانے سے روک لیتا ہے۔ اور اہل نبوت اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ بہت دیر تک آپ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر کہا۔ آپ حقیقتاً ابنِ رضا ہیں۔ اس کے بعد مامون نے آپ کا مقررہ انعام دو گنا کر دیا۔

(شواہد النبوة ص ۲۵۵، مواعی)

(عرقہ ص ۲۰۴)

### ۳۔ آپ کی کچھ کرامات

ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں شکر میں تھا۔ اور مجھے یہ خبر ملی۔ کہ یہاں ایک ایسا قیدی ہے۔ جسے شام سے زنجیریں پہنا کر لایا گیا ہے۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ نبی بنا ہوا تھا۔ میں اس کو ملنے قید خانہ گیا۔ داروڑ کو کچھ دینے کے بعد میں اس سے ملا۔ وہ مجھے بہت عقلمند اور سنجیدہ شخص معلوم ہوا۔ میں نے اُسے اصل واقعہ بتلانے کو کہا۔ اُس نے یوں بیان کیا۔

میں مکہ شلم میں ایک ایسی جگہ عبادت کرتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے۔ کہ میں اپنے عبادت خانہ میں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص آیا۔ اور اس نے مجھے کھڑے ہونے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑا سا ہم چلے۔ کہ ہمارے سامنے کوفہ کی مسجد آگئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس مسجد کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھو۔ ہم نے نماز پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ اور میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ہم مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے اندر موجود تھے۔ ہم دونوں نے طواف کعبہ کیا۔ وہ پھر چل پڑا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں واپس اُسی جگہ پر آ گیا۔ جہاں کھڑے ہو کر میں اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ منظر سال بھر میرے سامنے گھومتا اور مجھے خوش کرتا رہا۔ جب دوسرا سال آیا۔ تو پھر وہی شخص نمودار ہوا۔ میں خوش ہوا۔ اور پھر وہی واقعہ جو گزشتہ سال ہوا۔ پیش آیا۔ اب جبکہ وہ مجھ سے علیحدہ ہونے لگا۔ تو میں نے اُسے خدا کی قسم دے کر کہ جس نے تمہیں یہ قدرت عطا کی۔ پوچھا۔ مجھے اپنے بارے میں بتلاؤ؟ اس

نے کہا۔ میں محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ میں نے یہ واقعہ اپنے پاس آنے والے ایک شخص کو بتایا۔ اُس نے یہی واقعہ محمد بن عبد الملک زیات کو بھانپا۔ اس زیات نے ایک شخص میری گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ آیا۔ اور وہ ہے کی زنجیروں میں جبرک کے مجھے عراق لے آیا۔ اور قید کر دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھ پر ایک بہتان باندھا گیا۔ جس کی پاداش میں مجھے یہ سب کچھ دیکھنا پڑا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام تہمتی سے کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں صبح صوبت حال محمد بن عبد الملک کے گوش گزار کروں۔ چنانچہ میں نے سارا واقعہ قلمبند کیا۔ اور محمد بن عبد الملک کے پاس لے گیا۔ دیکھا تو اس رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

قل للذی اجرک من الشام الی هذه المواضع  
التي ذکوتها یخرجک من السجن۔ یعنی اس شخص سے  
کہو۔ کہ جس نے تجھے شام سے ان مقامات کی طرف نکالا۔ وہ  
تہماری قید ختم کر دے۔ ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں بہت ملگن  
ہوا۔ وہ رقعہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ خیال کیا۔ کہ کل پھر اس قیدی  
کے پاس جا کر میری تلقین کروں گا۔ مختصر یہ کہ جب میں دوسرے  
دن علی البصع جیل خانہ پہنچا۔ تو وہاں کے سپاہی اور محافظ  
حیران کھڑے تھے۔

میں نے وجہ پوچھی۔ کہنے لگے۔ وہ شامی شخص جس نے نبوت کا  
دعویٰ کیا تھا۔ گزشتہ رات سے غائب ہے۔ اور اس کی  
زنجیریں اور تھکڑی یہیں جیل میں ہی پڑی ہوئی ہیں۔ بہت

تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ معلوم نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین  
 اُسے کھا گئی۔ میں سن کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ محمد بن عبدالملک  
 زیات کا اس واقعہ کی تحقیق نہ کرنا، اور اس کا مذاق اڑانا یہ وجہ نبی کہ  
 وہ شخص رہا ہو گیا۔ ابن صباغ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

دور الابصار ص ۸۵ تصنیف شیخ

مومن جی بن حسن مومن)



## فصل یکم بست

امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ المعروف

امام نقی کے فضائل

۱۔ تعارف

### شواہد النبوة

آپ دسویں امام ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ حادی اور مکرری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں۔ جن کا نام ثمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ام فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۲ رجب ۲۱۴ھ کو مدینہ میں ہوئی مستقر کے دور میں بمقام سرمن رائے بروز دو شنبہ جمادی الاخریٰ ایام میں مطابق ۲۵۴ھ فوت ہوئے۔ آپ کی قبر سرمن رائے کی اس سرسے میں ہے۔ جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ (شواہد النبوة ص ۳۵۸)

## آپ کی بعض کرامات

۲۔ اول:

### شواہد النبوة

متوکل نے ایک مرتبہ آپ کو مدینہ سے عراق طلب کیا۔ آپ سرمن سرمنے میں خان الصعایک میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ کوئی اچھی قیام گاہ نہ تھی۔ صالح بن سعید جو آپ کا معتقد تھا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے فرزند رسول! یہ گروہ آپ کی قدر و منزلت کو پوشیدہ رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو مٹانے کے درپے ہے۔ اسی لیے ایسے مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔ امام نفی نے فرمایا۔ تو بھی اسی جگہ مقیم ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو کیا دیکھتا ہے۔ حسین و جمیل باغات ان میں نہریں اور ندیاں رواں اور عجیب و غریب محلات ہیں۔ ان محلات میں صاحبان حسن و جمال غلام اور عورتیں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر صالح بن سعید کہتا ہے۔ کہ میں حیرت میں ڈوب گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ یہ چیزیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ یاد رکھو۔ ہم خان الصعایک میں نہیں ہیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۱)

دوم:

## شواہد النبوة

متوکل کے پاس ہندوستان سے ایک شعبدہ باز آیا ہوا تھا۔ ایک دن متوکل نے اُسے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنے فن سے امام ہادی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ اگر ایسا کر سکو۔ تو ایک ہزار دینار انعام ملے گا۔ اس نے کہا۔ منظور ہے۔ چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں لائیں جائیں۔ وہ دسترخوان پر رکھی جائیں اور امام قلی کو اس دسترخوان پر جہاں بٹھایا جائے۔ مجھے ان کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ پھر وہ بھٹنا کی تماشا بنتا ہے۔ متوکل نے یہ سب کچھ ہیا کر دیا۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔ جب امام روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو روٹی ان سے دُور ہو جاتی۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اور حاضرینِ غرب ہنسے۔ اتفاق سے اسی جگہ ایک قائلین بچھا ہوا تھا۔ اس پر شیر کی تصویر بنائی گئی تھی۔ امام ہادی نے اس تصویر کو حکم دیا۔ کہ اس شعبدہ باز کو پھڑلو۔ وہ تصویر صیح شیر بن کر شعبدہ باز پڑ گئی۔ اور پھڑکو اُسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر وہ اسی قائلین پر واپس کندہ ہو گئی۔ متوکل نے ہر چند درخواست کی۔ کہ حضور اس کو زمین سے نکال دیں۔ مگر آپ نے نہ مانی۔ بلکہ فرمایا۔ بخدا! تم اس شعبدہ باز کو کبھی بھی نہ دیکھو گے۔ وہ مجلس

سے باہر آیا۔ اور آئندہ وہ شبیدہ باز بھی نظر نہ آیا۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۲ - تذکرہ امام

علی نقی۔)

سوم :

فودالابصار

اسباطی کہتا ہے۔ کہ میں عراق سے مدینہ منورہ جناب ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔ واثق کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خیر و عافیت تھی۔ کیونکہ میں سب سے آخر میں آیا تھا۔ اور میرے اتنے وقت واثق بالکل خوش و خرم تھا فرمانے لگے۔ لوگنا کہتے ہیں۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ لوگوں سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ بہر حال میں خاموش ہو گیا۔ پھر پوچھا۔ ابن زیات کا کیا حال ہے۔؟ میں نے کہا۔ عوام اس کے ساتھ ہیں۔ اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ فرمانے لگے۔ اس پر نحوست آگئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تقادیر اور احکام نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ دیکھو۔ واثق مر گیا ہے۔ اور جعفر متوکل نے اس کی جگہ لی ہے۔ اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ سب کچھ کب ہوا ہے۔ فرمانے لگے۔ تمہارے وہاں سے آنے کے چھ روز بعد۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد متوکل کا

ایک قاصد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے وہی خبر دی۔ جو انے پہلے ہی سے دے رکھی تھی (الصار ۹۵)

## ۴۔ آپ کا ایشار

## شواہد النبوة

ایک مرتبہ سرمن رائے کے کسی گاؤں میں آپ قیام پذیر تھے۔ ایک اعرابی وہیں چلا گیا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ اُنے کی وجہ پوچھی کہنے لگا۔ میں آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قبلی لگاؤ رکھتا ہوں۔ میں بہت بڑے قرضے کے نیچے دب کر رہ گیا ہوں۔ آپ کے سوا میری یہ مشکل کوئی دوسرا حل نہیں کر سکتا۔ ہذا کچھ کیجئے۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں کچھ باتیں کہتا ہوں۔ ان کو غور سے سنو۔ اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ میں آپ کے ارشادات کی کیسے مخالفت کر سکتا ہوں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ایک تحریر لکھی۔ مضمون یہ تھا۔ کہ اس اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مقرض ہے۔ یہ رقم دے کر فرمایا۔ اسے جاؤ۔ اور میں جب سرمن رائے میں واپس آؤں۔ تو میرے پاس آنا۔ اور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا۔ بلکہ کچھ گرم سرو باتیں بھی کہہ دینا۔ دیکھو۔ میری نصیحت کی مخالفت نہ ہونے پائے۔ اعرابی نے وعدہ کیا۔ اور خط ہاتھ میں لیے واپس آگیا۔ جب امام واپس سرمن رائے تشریف لائے۔ آپ کے ارد گرد آپ کے جانثاروں اور دوستوں کا مجمع تھا۔ یہ اعرابی بھی

آگیا۔ اور اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔ ساتھ ہی وہ رقبہ بھی ان کے حوالہ کر دیا۔ آپ اس کے مطالبہ کے جواب میں نرم نرم گفتگو فرماتے۔ اور اظہار معذوری بھی کرتے۔ اور ادائیگی کا وعدہ بھی فرماتے۔ جب اس واقعہ کی خبر غلیفہ متوکل کو ملی۔ تو اس نے تیس ہزار درہم بھیجے۔ اپنے یہ تمام درہم اس اعرابی کو دیئے۔ اور فرمایا ان میں سے جو قرض ہے۔ وہ ادا کر دو۔ اور باقی سنبھال کر رکھو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اور مجھے معذوری خیال کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ اے فرزند رسول! خدا کی قسم! آپ نے جو رحمت فرمایا۔ مجھے تو اس سے تین جھٹے کم کی امید تھی۔ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ فلاں چیز کہاں جاتی ہے۔

(شواہد المصنوعہ ص ۳۵۹ تذکرہ امام)

(علی نقی)

## فصل دوم بستان

امام حسن بن علی المعروف

ہادی اور حسن عسکری کے فضائل

تعارف

۱

## شواہد النبوة

آپ گیارہویں امام ہیں۔ لقب زکی اور کنیت ابو محمد ہے۔  
 خالص اور سراج بھی آپ کے لقب ہیں۔ اپنے والد محترم  
 کی طرح ”عسکری“ لقب بھی مشہور ہے۔ ان کی والدہ ام ولد  
 تھی۔ ان کا نام سوسن تھا۔ اس کے علاوہ دیگر ناموں سے بھی  
 انہیں پکارا جاتا تھا۔ حضرت ہادی نے اپنی زوجہ کا نام ”حیرثہ“  
 رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں پیدائش ہوئی  
 اور سرمن رائے میں ۲۶۰ھ کو انتقال ہو گیا۔ اپنے والد کے

پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ سے جہت سی کرامات اور خوارقِ عادت کا صدور ہوا۔

(شواہد النبوة ص ۶۳ تذکرہ حسن عسکری)

## ۲۔ آپ کی کرامات کا تذکرہ

### اول : شواہد النبوة

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بہت تنگ دست تھا۔ میرے والد نے مجھے ان کی خدمت میں بھیجا۔ کیونکہ آپ سخاوت میں مشہور زمانہ تھے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہ جانتا ہوں۔ اور نہ ہی آج تک انہیں دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ چنانچہ ہم سفر پر نکلے۔ میرے والد نے راستہ میں مجھ سے کہا۔ اگر امام نے ہمیں پانچ صد درہم عطا کیے۔ تو میں دو قند درہم کے کپڑے دو قند کا کھانے پینے کا سامان اور ایک سو کی دوسری اشیائے خوردنی لوں گا۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے مجھے تین سو درہم دیئے۔ تو ایک سو کا کپڑا، ایک سو کا آٹا وانا اور ایک سو کا گدھا خرید کر کوہستان کی طرف نکل جاؤں گا۔ بہر حال ہم آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ ابھی اپنی ضرورت کے متعلق کوئی بات بھی نہ کی تھی۔ کہ آپ کا ایک

غلام آیا۔ اور کہنے لگا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا اندرا جائیں۔ ہم اندرا آگئے۔ امام عسکری کو سلام کیا۔ اپنے پرچھا۔ اے علی! اب تک تم میرے پاس آنے سے کیوں روکے رہے۔ میرے والد نے کہا۔ حضور! مجھے شرم آتی تھی۔ کہ میں اس غربت و تنگدستی کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔ ہم باہر آئے۔ تو آپ کا ایک غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اور اس نے ایک تھیلی جس میں پانچ سو درہم تھے۔ میرے والد کو دی۔ اور کہا۔ کہ امام نے فرمایا ہے۔ اس میں سے دو صد کے کپڑے دو سو کا اٹا وانا اور ایک سو کی دوسری خوردنی اشیاء خریدیں۔ پھر اس غلام نے ایک اور تھیلی مجھے دی۔ اس میں تین سو درہم تھے۔ اور کہا۔ کہ ایک سو کا اٹا، ایک سو کے کپڑے اور تیس سو کا گدھا خرید لینا۔ لیکن کوہستان کا سفر نہ کرنا۔ کہیں اور چلے جانا اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ میں وہاں گیا۔ شادی کر لی۔ اور اسی دن مجھے دو ہزار درہم ملے۔

در شاہد النبوة ص ۲۴۲ تذکرہ

امام حسن عسکری

### دوم: شواہد النبوة

یہ کرامت ”جامع الکرامات“ میں ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری بیان کرتا ہے۔ کہ میں، حسن بن محمد، محمد بن ابراہیم اور پانچ چھ افراد قیدی تھے۔ ہمارے درمیان ”جو سق“ بھی

تھا۔ اچانک ابو محمد حسن بن علی عسکری اور ان کے بھائی جعفر شریف لائے۔ ہم نے امام حسن عسکری کو گھیرے میں لے لیا۔ قید خانہ کا کاردار وغہ صالح بن یوسف حاجب تھا۔ ہمارے ساتھ ایک انجی بھی قیدی تھا۔ امام حسن عسکری ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اگر یہ شخص تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں بتلا دیتا۔ کہ تم کب رہائی پاؤ گے۔ اس شخص نے تمہارے بارے میں شکایت کی ہے۔ اور تمہاری گفتگو اس نے ادھر پہنچائی ہے۔ وہ تحریر ابھی اس کے کپڑے میں پیٹی ہوئی ہے۔ تمہیں علم نہیں۔ لہذا محتاط رہنا۔ ابو ہاشم نے کہا۔ کہ ہم نے اس شخص پر حملہ کیا۔ اور اس کی جامہ تلاشی لی۔ وہ تحریر بھی مل گئی۔ وہ اس سے چھین لی۔ اور آئندہ احتیاط برتنی شروع کر دی۔ سیدنا حضرت حسن قید خانہ میں روزہ رکھتے تھے۔ افطار کے وقت ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اور پانی پیتے۔ اور ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ میں روزہ رکھنے کی وجہ کمزور ہو گیا ایک دن غلام میرے لیے میٹھی روٹی لایا۔ میں قید خانہ میں علیحدہ چلا گیا۔ وہاں کھایا پیا۔ پھر واپس لوگوں میں آ گیا۔ اس بات کا کسی کو بھی علم نہ ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا۔ تو مسکرائے اور فرمایا۔ روزہ افطار کر کے شرمندہ ہو رہے ہو۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ دیکھو جب کمزور ہو رہے ہو۔ تو قوت کے حصول کے لیے گوشت کھایا کرو۔ میٹھی روٹی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے آپ کو قسم دی۔

کہ تین دن روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ جسم کی کمزوری تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ چونکہ سرمن رائے میں قحط پڑ گیا تھا۔ اس لیے ابو محمد حسن کی قید مختصر رہی۔ کیونکہ خلیفہ معتزل متوکل نے نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ تین دن تک نماز پڑھی گئی۔ لیکن بارش نہ ہوئی۔ چوتھے دن یہودی پوپ جنگل کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ نصاریٰ اور دیگر راہب بھی تھے۔ ان میں ایک راہب ایسا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف اٹھا اٹھاتا۔ تو موسلا دار بارش پڑنے لگتی۔ دوسرے دن بھی جب وہ باہر نکلے۔ تو موسلا دار بارش ہوئی۔ لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو حیرت زدہ ہو کر شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ اور کچھ لوگوں نے تو عیسائیت قبول بھی کر لی تھی۔ یہ بات خلیفہ کے لیے مشکل بن گئی۔ اور گھبراہٹ کے عالم میں قید خانہ کے داروغہ صالح بن یوسف کو پیغام بھیجا۔ کہ امام حسن عسکری کو رہا کر کے میرے پاس لاؤ۔ جب امام حسن عسکری آئے۔ تو خلیفہ نے کہا۔ خدا را امت کو بچائیے۔ اس پر عظیم مصیبت آن پڑی ہے۔ کیونکہ لوگ عیسائیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ راتوں کو اب تیسرے روز بھی باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا۔ اب بارش کی ضرورت نہیں رہی۔ لہذا لوگوں کے باہر نکلنے کا کیا فائدہ؟ امام نے فرمایا۔ یہ اس لیے تاکہ میں لوگوں کے شکوک و شبہات دور کر دوں۔ اس پر خلیفہ نے راہبوں اور علوانوں کو حکم دیا۔ کہ اب تیسرے روز بھی آئیں۔ اور دوسرے لوگ بھی نکلیں۔ مسائی جنگل کی طرف نکلے۔ ان کے ساتھ امام حسن عسکری بھی تشریف

ے گئے۔ آپ کے ساتھ بھی کافی لوگ تھے۔ عیسائی حسب سابق بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ راہبوں نے بھی اسی طرح کیا۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور بارش ہو گئی۔ سیدی ابو محمد حسن عسکری نے اس راہب کا ہاتھ پکڑ لینے کا حکم دیا۔ اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ وہ بھی لے لینے کا حکم دیا۔ اس کی انگلیوں میں کسی آدمی کی ہڈی تھی۔ امام نے اسے پکڑے میں پسیٹ دیا۔ پھر فرمایا اب بارش کی دعا کرو۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ اور بادل بکھر گئے۔ سوچ نکل آیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ خلیفہ نے حیرانی سے امام حسن عسکری سے پوچھا یہ کیسے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک پیغمبر کی ہڈی ہے۔ جسے یہ لوگ قبر سے نکال کر لائے ہیں۔ آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی سنائی کر دی جائے۔ فوراً بارش نازل ہوتی ہے۔ لوگ خوش ہوئے اور اس ہڈی کا استعمال لیا۔ تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد امام ابو الحسن سرمن رائے میں اپنے گھر تشریف لے آئے۔ خلیفہ اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے امام نے ان سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا پوچھا۔ خلیفہ نے امام کے طفیل ان کی تمام رہائی کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کی طرف سے امام کو تحفہ ہات اور ہدایا گھر بیٹھے ملے۔ یہ واقعہ بہت سے تاریخ نگاروں نے نقل کیا ہے۔

نوٹ: یہ آخری روایت درایتاً صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ منفق علیہ ہے کہ امیاد کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس میں نبی کی ہڈی کا ذکر اس کے خلاف ہے۔

سوم :

### نورالابصار

اسامیل بن محمد بن علی بن جعفر بن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سیدی حسن کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو میں کھڑا ہو گیا۔ اور قسم کھا کر کہا۔ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ آپ میری ضرورت پوری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم کھاتے ہو۔ اور وہ دوسرے دینار جو تم نے زمین میں دفن کر رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں یہ اس لیے نہیں کہہ رہا۔ کہ تجھے نہ دینے کا بہانہ بنا رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے غلام سے فرمایا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے دے دو۔ اس نے مجھے ایک سو دینار دیئے۔ میں شکریہ کرتے ہوئے واپس پلٹ آیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا۔ مجھے خطرہ ہے۔ کہ تمہارے وہ دو سو دفن کردہ دینار گم نہ ہو جائیں۔ حالانکہ وہ ان کا بہت محتاج ہے۔ وہاں گیا۔ دینار تلاش کیے۔ وہ مل گئے۔ میں نے جس جگہ وہ پہلے تھے۔ وہاں سے نکال کر دوسری جگہ انہیں دفن کر دیا۔ جس کی کسی کو خبر تک نہ تھی عرصہ گزر گیا۔ میں نے ان کا خیال تک نہ کیا۔ اچانک جب مجھے ضرورت پیش آئی۔ تو میں نے ان کی تلاش کی۔ لیکن وہ اس جگہ مجھے نہ ملے۔ اور میں اس پر بہت غمگین ہوا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے لڑکے کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تھا۔ اور اس نے وہ دینار خراج کر ڈالے تھے۔ اس طرح امام حسن مسکری کی وہ بات سچی ہوئی۔ جو آپ نے کافی عرصہ پہلے ارشاد

فرمائی تھی۔

(نورالابصار ص ۱۰۳-۱۰۴ ذکرہ ام حسن عسکری)

چہارم:

نورالابصار

محمد بن حمزہ دُوری سے مروی ہے۔ کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ ایک خط امام حسن عسکری کو بھیجا۔ ابو ہاشم آپ کا گہرا دوست تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ میرے حق میں دعا کرائی جائے۔ کہ میں امیر ہو جاؤں کیونکہ میری حالت بڑی تنگ تھی۔ اور رسوائی کا خطرہ تھا۔ اپنے ابو ہاشم کے ہاتھ ہی جواب دیا۔ اور لکھا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنا لکھ دی ہے۔ تمہارا چچا زاد بھائی یحییٰ بن حمزہ فوت ہو گیا ہے اس نے ایک لاکھ درہم بطور ترکہ چھوڑا ہے۔ اور تمہارے بغیر اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ یہ مال عنقریب تمہیں مل جائے گا۔ اس لیے اللہ کا شکر بجالاؤ۔ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ اور اسراف سے بچنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس سے ادا کرنا۔ جب وہ رقم مجھے ملی۔ تو میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اور باقی رقم محفوظ رکھ لی اور فضول خرچی چھوڑ دی۔

(نورالابصار ص ۱۰۳)

پ

# فصل سوم بستی

## امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل

### ۱۔ تعارف:

یہ بارہویں امام ہیں۔ ان کے متعلق ہم عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۱۹۵ پر تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ اور تیس چالیس سال کی عمر شریف میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان سے ظہور فرمائیں گے۔ جیسا کہ علامہ السیوطی نے فتاویٰ مادی میں کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ امام حاکم نے جناب عبداللہ بن عمارث سے حدیث بیان کی ہے فرمایا۔ کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ یوں نظر آئیں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا کوئی نوجوان ہے۔

۲۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ تیس ہزار

فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے ان کے مخالفوں کی پشت اور ان کے منہ پر چوٹیں ماریں گے۔ امام مہدی کی عمر بوقت بعثت چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔

(فتاویٰ مادی جلد دوم ص ۷۳)

نوٹ:

اہل سنت و جماعت کا امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جب تشریف لائیں گے۔ ان کی پیدائش اسی وقت ہوگی۔ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان تیس چالیس سال کی عمر میں کریں گے۔ اور چالیس برس تک حکومت کریں گے۔ گویا مجموعی طور پر ان کی عمر ستر اسی برس ہوگی۔ لیکن اہل تشیع کے نزدیک وہ پیدا ہو کر ایک آغاز میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور مناسب وقت پر وہاں سے نکلیں گے۔ ان کے ہاں نبیت صغریٰ اور کبریٰ کے نام سے افسانے بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا تفصیلی ذکر عقائد جعفریہ جلد دوم از ص ۱۹۵ تا ۲۵۶ پر کیا ہے۔

۲۔ ان کے مختصر فضائل و مناقب:

شواہد النبوة

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جامع الاصول میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر دنیا کی عمر صرف ایک دن باقی رہ جائے۔ اور میری اہل بیت میں سے میرا ہم نام پیدا نہ ہوا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس

ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا۔ کہ میرے اہل بیت سے میرا ہمنام  
 شخص پیدا ہوگا۔ اور وہ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا  
 اور اس کی آمد سے پہلے زمین پر ہر طرف ظلم و جور کا دور دورہ ہوگا۔  
 ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دین اس وقت تک ختم نہ ہوگا۔  
 جب تک کہ میرے اہل بیت کا ایک میرا ہمنام شخص پوری مملکت  
 عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔ یہ روایت ابو داؤد نے ذکر کی  
 ہے۔ جامع الاصول میں ابواسحاق سے مروی کہ حضرت علی المرتضیٰ  
 رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ میرا یہ  
 بیٹا سوار ہوگا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے۔  
 اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا۔ جو تمہارے بی کا  
 ہم نام ہوگا۔ وہ خلیفہ میرے مشابہ نہ ہوگا۔ لیکن اخلاق اس کے  
 میرے مشابہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد درج ذیل الفاظ دہرائے  
 وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ فتوحات مکہ  
 نے امام مہدی کے بارے میں لکھا۔ کہ وہ تین سو ساٹھ کا مین میں  
 سے ہوگا۔ بہتیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نائب کو  
 اس وقت پیدا فرمائے گا۔ جب ساری زمین ظلم و جور کا غور بن چکی  
 ہوگی۔ یہ اللہ کا نائب اسی زمین میں عدل و انصاف کا بول بالا کرے  
 گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن باقی رہ گیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو  
 اس قدر طویل کر دے گا۔ اور آنے والا یہ خلیفہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام حضور  
 کے نام پر ہوگا۔ اس کی کنیت حسن بن علی کے ساتھ ملتی ہوگی۔

وہ مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان لوگوں سے بیعت لے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلقت میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں آپ سے کم تر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص اخلاق میں پیغمبر اسلام کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلى خلق عظیم۔

(شواہد النبوت ص ۳۷۲)

## ۲۔ آپ کی شان میں چند احادیث

### اول: نور الابصار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض دنیا کا ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک شخص ایسا بھیجے گا۔ جو دنیا کو مدد سے بھر دے گا۔ جبکہ اس کی آمد سے پہلے دنیا ظلم کا نمونہ بنی ہو گی۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے ذکر کیا ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ امام ہمدانی مجھ سے ہے۔ اس کا چہرہ خوبصورت ناک اونچی ہوگی۔ زمین کو مدد دانا صاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ ابو داؤد نے مزید کہا۔ کہ وہ سات سال تک دنیا کا مالک رہے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۰)

### دوم: خود الابصار

ترغی نے کہا کہ ثابت کی حدیث صحیح ہے۔ طبرانی نے اسے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے۔ ابن شیرویہ نے کتاب الفرووس میں الف و لام کے باب میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی اہل جنت کا طاؤس ہے۔

(نور الالبصار ص ۱۱۱)

### سوم: خود الابصار

مذلیف بن یمان سے روایت ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔ مہدی میرا بچہ ہے۔ اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم لمبا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا جیسے پہلے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ وہ اپنی خلافت کی وجہ سے آسمان وزمین اور قلاواؤں کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ دس سال تک زمین کا مالک رہے گا۔

(نور الالبصار ص ۱۱۱)

### چہارم: خود الابصار

ابو نعیم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا جب خراسان سے اُٹے ہوئے سیاہ بھنڈے دیکھو۔ تو ان کی طرف جاؤ۔ اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ کیونکہ ان

میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

### پنجم: نورالابصار

ابونعیم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی ایک گاؤں سے باہر تشریف لائیں گے۔ جس کا نام ”کرم“ ہوگا۔ ابن ماجہ نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں ایک طویل حدیث ابو امامہ باہلی سے ذکر فرمائی۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دجال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ دینِ نورا پائے گا۔ غیبت لوگوں سے پاک کرے گا۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اُس دن کو ”یوم التلاص“ کہا جائے گا۔ ام شریک نے عرض کیا۔ عرب اس دن کہاں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ وہ اس وقت قحوطے ہوں گے۔ ان سے بڑے لوگ بیت المقدس میں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ تمہیں صبح کی نماز پڑھا رہے ہوں گے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ تمہارا امام بیچے ہونے کا ارادہ کرے گا۔ تاکہ عیسیٰ بن مریم نماز پڑھائیں۔ تو عیسیٰ بن مریم ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے۔ آپ ہی نماز پڑھائیں۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

## ششم: خورالابصار

حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو گے۔ جبکہ تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ اور نماز میں تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ یہ روایت صحیحین نے روایت کی۔

(خورالابصار ص ۱۱۲)

## ہفتم: خورالابصار

بابر بن عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت حق پر طرانی کرے گی۔ وہ قیامت تک غالب رہے گی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔ ان کا امیر کہے گا۔ آپ نماز پڑھائیں۔ وہ اس امت کا احترام کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ تم ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نیز انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانہ میں خلیفہ ہوگا۔ جو مال تقسیم تو کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

(خورالابصار ص ۱۱۲)

÷

## ہشتم: فوراً لا بصر

امام احمد نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں۔ کہ ایک ایسا شخص آئے گا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیکہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور کا نمونہ بنی ہوگی۔ زمین و آسمان اس سے رضی ہوں گے۔ لوگوں میں برابر مال صحیح طور پر وہ تقسیم کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دل غنا سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ منادی سے ندا کر دائے گا کہ جس کو مال کی ضرورت ہو۔ وہ آکرے جائے۔ لوگوں میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا۔ کہ میں محتاج ہوں آپ اسے کہیں گے۔ جاؤ میرے خازن سے کہو۔ کہ ہمدی تجھے حکم دیتا ہے۔ کہ مجھے مال دو۔ وہ اس سائل کے کپڑے مال سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ نادم ہو کر کہے گا۔ میرا نفس تمام امت محمدیہ سے زیادہ حریص ہے۔ اور ان کی طاقت و وسعت سے عاجز تر ہے یہ کہہ کر وہ مال واپس کر دے گا۔ خازن واپس قبول نہ کرے گا۔ اور کہے گا۔ جو ہم دے دیتے ہیں۔ وہ واپس نہیں لیا کرتے ہمدی سات، آٹھ یا نو برس اسی طرح رہیں گے۔ پھر اس کے بعد زندگی اچھی نہ رہے گی۔ یا فرمایا۔ اس کے بعد موت اچھی ہو جائے گی۔

(فورا لا بصر ص ۱۱۲)

نہم:

### فورا البصار

ابوسعید فدری کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ ختم ہونے اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت ایک شخص ہمدی نامی ظاہر ہوگا۔ اس کی بخشش بہت ہوگی۔

(فورا البصار ص ۱۱۳)

دہم:

### فورا البصار

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ہمدی آئے گا۔ تو اس کے سر پر بادل ہوگا۔ اور اس میں سے فرشتہ آواز دے گا۔ یہ اللہ کا خلیفہ ہمدی ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ یہ روایت ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص پوری زمین کا مالک نہ ہوگا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ وہ مسلمان اور وہ کافر ہوگا۔ اگر بالضرر قیامت میں ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دے گا۔

طویل کر دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ وغیرہ کو فتح کرے گا۔ یہ عبارت حافظ ابو نعیم کی ہے۔ انہوں نے کہا کسی شک و شبہ کے بغیر یہی مہدی ہے۔ تاکہ روایت متفق ہوں۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ امراء کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے۔ پھر میرے خاندان سے مہدی ہوگا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ پہلے ظلم سے معمور ہوگی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

یازدہم :

نور الابصار

ابو نعیم نے فائدہ میں اور طبرانی نے معجم میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ ابو سعید قدری رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم سے روایت کرتے ہیں۔ مہدی کے زمانہ میں میری امت مال و دولت سے خوب سیر ہوگی۔ ایسی نعمتیں ملیں گی۔ جو انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ آسمان ان پر خوب بارش برمائے گا۔ زمین اپنی ساری برکتیں باہر نکالے گی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

دوازدہم :

ابوداؤد نے زر بن عبد العزیز سے روایت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی۔ جب تک میرے

اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک نہ ہو جائے۔ اس کا نام میرے  
نام جیسا ہوگا۔

(نورالابصار ص ۱۱۴)

خوف:

فضائل اہل بیت کا باب ہم نے اس لیے تحریر کیا کہ اہل تشیع کی طرف  
سے اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ساتھ اہل سنت کو کوئی  
محبت نہیں حقیقی اور اصلی محبت اہل بیت ہم ہی ہیں۔ ہم نے اہل سنت کی معتبر کتب  
سے صرف چند باتیں اہل بیت کے فضائل میں ذکر کیں۔ یوں سمجھئے کہ روپے میں  
سے ایک پیسہ ذکر کیا گیا۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ جو شخص ان چند حوالہ جات کو ملاحظہ  
کرے گا۔ وہ کبھی بھی اس فریب میں نہ آئے گا۔ کہ شیعوں کو اہل بیت وال رسول  
سے کوئی محبت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعوں کی کتب میں جو اہل بیت  
کے فضائل ملتے ہیں۔ وہ دراصل ہماری ہی کتب سے لیے گئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی  
ہیں۔ جو ان کے گمراہ ہوئے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

## فصل چہارم بست

### فضائل اہل بیت علی الاطلاق

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح

کی مانند ہے

۱۔ صواعق محرقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کشتی کی مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا۔ اہل بیت رسول ”باب حطہ“ کی مثل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔

(صواعق محرقہ ص ۱۵۰)

ب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ضمن میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میری اہل بیت سے بہتر سلوک کرو۔ میں ان کے بارے میں کل قیامت کو جھگڑا کروں گا۔ اور جس سے

میرا جگڑا ہو گیا۔ وہ دوزخی ہو گا۔ اور جس نے میری اہلیت کی ابتداء کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے مغفرت و جنت کا ہار لے لیا۔

(مواعلیٰ محرقہ ص ۱۰۵)

ج۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جنت میں میں اور میری اہل بیت ایک ایسے درخت کی مانند ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں موجود ہیں اب جس کی مرضی ہے۔ انہیں تقام لے۔ اور اپنے رب کی طرف جانے کا ذریعہ بنالے۔

(مواعلیٰ محرقہ ص ۱۰۵)

د۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو سات نجیب اور فقیح عطا فرمائے ہیں۔ اور مجھے بالخصوص چودہ عطا فرمائے۔ عرض کیا گیا۔ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ علی، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابو بکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم یہ حدیث حسن ہے۔ اور ایک طریقہ سے غریبہ حضرت علی المرتضیٰ سے یہ موقوفاً بھی مروی ہے۔

در ترمذی شریف مترجم جلد دوم

ص ۲۸۸ مناقب اہل بیت نبی۔

مطبوعہ ربانی بک ڈپو دہلی۔

۳۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اللہ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ میری اہل بیت سے محبت رکھو۔

(ترمذی شریف جلد ۱ ص ۳۸۸)

۲۔ اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو  
[ بروز حشر شفاعتِ مصطفیٰ حاصل ہوگی۔ ]

### ۱۔ مجمع الزوائد

حسن بن علی کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت سے محبت کو اپنے لیے لازم کر لو۔ کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ (یعنی وہ انتقال کر گیا) اور یہ ملاقات اس حالت میں ہوئی۔ کہ اُسے ہم سے پیار تھا۔ تو ہماری شفاعت کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی شخص کو اس کا کوئی رنیک عمل اس وقت تک نفع نہ دے گا۔ جب تک وہ ہمارے حق کو نہ پہنچانے۔

مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۹ ص ۱۷۲

### ب: کنز العمال

زید بن ارقم کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ علیہ اور حسن و حسین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں اُس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان کو کچھ نہیں کہے گا۔ میں بھی اُسے کچھ نہیں کہوں گا۔ دکنز العمال جلد ۳ ص ۴۰۶ مطبوعہ مطبع جدید

## ج: کنز العمال:

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ملاقات کی خاطر تشریف لائے۔ رات آپ نے ہمارے ہاں ہی بسر فرمائی۔ حسن و حسین دونوں سو رہے تھے۔ رات کو امام حسن نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے پاس گئے۔ اور پیالہ میں پانی ڈالا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اور پیالہ میں اس کا دودھ نکالا۔ جب آپ پیالے کو اٹے۔ تو حسین نے بھی اس کو پکڑ لیا۔ آپ نے حسین کو پیسنے سے روک دیا۔ (ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنا ہاتھ حسین کی طرف جھکایا) اس طرح آپ نے امام حسن سے ابتداء فرمائی۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ برویں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حسن زیادہ پیارے ہیں۔ اپنے فریاد بات یہ نہیں۔ بلکہ معاویہ ہے۔ کہ پانی مانگنے والا حسن تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹی! تم میں یہ دونوں بیٹے اور یہ سونے والا (حضرت علی المرتضیٰ) قیامت میں ایک ہی عمل میں ہوں گے۔

(۱۔ کنز العمال جلد ۳ ص ۴۸۸ فصل فی

نفلہم محکم۔ مطبوعہ حلب)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۷۱

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

## د: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور فرمایا۔ جو شخص مجھ سے، ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کو ہمارے محل میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص ۴۳۹ مطبوعہ طبع)

## ر: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک مقام ہے۔ جسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اور جب تم دعا کرو۔ تو میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ حضرات صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اس مقام وسیلہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۳۹ مطبوعہ

طبع جدید)

## ن: کنز العمال

حذیفہ بن یمان کہتے ہیں۔ کہ میری والدہ نے مجھے پوچھا۔ کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ کتنا عرصہ ہو چکا ہے میں جواب دیا کہ اتنا اتنا اور پھر والدہ سے عرض کی۔ آپ مجھے اس بات

کی اجازت دے دیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کروں۔ اور پھر آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ میرے اور تمہارے لیے بخشش طلب نہ کریں۔ والدہ نے اجازت دے دی! لہذا میں نے نماز مغرب آپ کی اقتداء میں ادا کی۔ پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ بعد میں نوافل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ صرت میں اور حضور موجود تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اور آپ مناجات کرنے لگا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز پہچان کر پوچھا عذریۃ ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! فرمایا۔ کیسے آنا ہوا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ موجود ہے۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں آیا۔ آج اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ اُسے مجھ پر سلام پڑھنے کا موقعہ عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اور مجھے اس امر کی بشارت بھی دی۔ کہ فاطمہ جنت میں عورتوں کی سردار اور حسین کو عین حقیقی زوجہ انوں کے سردار ہیں۔

دکنز العمال جلد ۳۲ ص ۴۴۰ مطبوع

عرب بلیغ جدید

س: کنز العمال

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک خادمہ حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! علی اور فاطمہ دروازہ پر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہٹ جا۔ میرے اہل بیت آئے ہیں۔ میں (ام سلمہ) ہٹ کر

ایک کونہ میں بیٹھ گئی۔ جب یہ حضرات اندر تشریف لائے۔ تو دونوں نے حسین کرمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے حضرت علی اور دوسرے سے حضرت فاطمہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا۔ ان کا بوسہ لیا۔ پھر سیاہ کبلی کے ساتھ آپ نے سب کو ڈھانپ لیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ! میں اور میری اہل بیت تیری طرف لوٹنے والے ہیں نہ کہ جہنم کی طرف۔“ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی۔ یا رسول اللہ! میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں شمار ہے۔ (کنز العمال جلد ۳۳ ص ۴۴۷ طبع جدید)

### ش: مجموع الزوائد

عمر ابن شعیب کہتے ہیں کہ میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو سیدہ زینب نے انہیں یہ حدیث سنائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس حضرت علی فاطمہ اور حسین کرمین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کو ایک نفل اور حسین کو دوسری نفل میں لیا۔ اور سیدہ فاطمہ کو گود میں بٹھایا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ بے شک وہ صفت و ثناء کا مالک ہے۔ میں اور ام سلمہ دونوں وہاں بیٹھی تھیں۔ یسین کرام سلمہ رونے لگیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ تو پوچھا۔ ام سلمہ! تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول! آپ نے ان حضرات کو اہل بیت کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ تو اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

۱۱۔ نزاع مال جندہ اس نبرہم مطبوعہ مطبوعہ مجمع الزوائد جلد ۱۲ جز ۱ ص ۱۱، مہموم بیروت

نوٹ: مقام غور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل تشیع ”اہل بیت بنی“ میں شمار نہیں کرتے۔ اور اسی قسم کی احادیث بطور سند لاتے ہیں۔ جن میں حضرت علی، فاطمہ و حسنین کو یقین کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں۔ کہ ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔ جبکہ یہ اہل بیت نہیں تھے۔ کیونکہ ”اہل بیت“ کا معنی گھر والے ہوتا ہے۔ اور اپنی بیوی سے بڑھ کر دوسرا گھر والا کون ہو سکتا ہے؟ اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس لفظ کا مصداق حقیقی ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں بھی آپ نے اسی امر کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس گفتگو کی تفصیل تحفہ جعفریہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ ہم نے کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے۔ اور دلائل پیش کیے ہیں۔ کہ ازواج مطہرات ”اہل بیت“ میں شامل ہیں۔

### ص، مجمع الزوائد

زید ابن ثابت کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان دو نیلے چھوٹے چار ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے اور دوسرا میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز آپس میں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھے آئیں گے۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۲ ص ۱۴۶، ۱۴۷ مطبوعہ بیروت)

## ض: مجمع الزوائد

ابوسعید خدری راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہوں۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ پہلی چیز کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت ہے۔ یہ دونوں باہم جدا نہیں ہوں گی۔ حتیٰ کہ عرض کوثر پر مجھے آلیں گی۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۲ جز ۳ ص ۱۲۳ مطبوعہ بیروت)

## ط: مجمع الزوائد:

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام جحفہ میں تشریف فرماتے۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا۔ میں نے ہزنبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی پر نسبت نصیب پائی۔ اور بہت جلد مجھے بلاوا آئے گا۔ اور میں اس بلا سے کو قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جنت و دوزخ حتیٰ ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پوچھا۔ تم نے سن لیا۔ سب نے کہاں۔ جی فرمایا۔ میں عرض کوثر پر تمہاری خوشی کی خاطر پہلے سے موجود ہوں کہ پھر تم عرض کوثر پر آؤ گے۔ وہ چوڑائی میں صفاد اور بھری جیسا ہے۔ اس کے پیالے میں پانی پانی کے اور آسمانی ستاروں کے برابر ہوں گے۔ لہذا غور کرو۔ کہ تم ثقلین کو میرا کیسے خلیفہ بناؤ گے۔ ایک نے آواز سے پوچھا۔ یا رسول اللہ

ثقلین کیا ہے؟ فرمایا۔ ایک کتاب اللہ کہ جس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لہذا اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ تاکہ گمراہی سے بچ جاؤ۔ اور دوسرا ثقل میری اہل بیتؑ ہے۔ اور اللہ لطیف و خیر نے مجھے بتلایا ہے کہ یہ دونوں ثقل باہم جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھے ان میں گے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ نہ تو ان دونوں سے اُگے بڑھو اور نہ ان میں کمی کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور انہیں سکھانے پڑھانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ من حکمت اولی بہ من فساد فعلی ولید۔ یعنی میں جس شخص کی ذات سے زیادہ عزیز ہوں۔ اس کا علی ولی ہے۔ اور دوست ہے اے اللہ! تو بھی اس سے محبت کر۔ جو علی سے محبت کرتا ہے۔ اور اس سے تو بھی عداوت رکھ۔ جو علی کا دشمن ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۴۳، ۱۴۴ مطبوعہ بیروت)

نوٹ: یہ حدیث ”حدیث ثقلین“ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ جو حضرات صحیح سید اور آل رسولؐ میں۔ وہ کبھی بھی قرآن اور اس کی تعلیمات سے منہ نہیں پھیریں گے۔ بلکہ قرآنی تعلیمات پر سب سے زیادہ عامل ہوں گے۔ گویا چلتی پھرتی شریعت ہوں گے۔ اور ان کا یہی طریقہ قیامت تک رہے گا۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

# روشنیہ میں ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

## پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ — ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی ندوی

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرامؓ نبیؐ ہمنام کی فوٹو کیے گئے ہیں

**مضامین جلد اول | مقدمہ**۔ اس بارہ میں کہ متبر شیعہ موزنین کا اعتراف ہے کہ شیعہ مذہب کا بانی عبداللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول (مسئلہ خلافت) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعہ کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت حقہ پر قرآن مجید اور شیعہ کتب و ذنی دلائل ورجح کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم۔ اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست صلیقی اکبر پر جبرائیت لی گئی تھی۔ اور فصل دوم میں شیعہ کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعہ حضرت علی کی طاقت و قوت خدا تک پہنچاتے ہیں اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں۔ بار سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمال الایمان اور ضحیٰ ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو عدد قولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تعلق ہے (فصل اول) میں فضائل جلیلہ صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے علقہ ثلاثہ کے مشترک فضائل (فصل سوم) میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

### مضامین جلد دوم

باب اول۔ علقہ ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خانہ دانی اور بی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابو بکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی و آل نبی سات رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل و عریض تحقیقی اسکاٹ ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسند بنات رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المر قفے اور اہل بیت رسول سے علقہ ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خواہیہ کے اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات (فصل اول)۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل تشیع سے (فصل دوم)۔

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور بنو ہاشم سے نبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر حسین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائلِ اہمات المؤمنین از واج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں از واج رسول آپ کی اہمیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائلِ جملہ از واج از قرآن و کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ فضائلِ سیدہ عائشہ و حصہ رضی اللہ عنہا۔

### مضامین جلد سوم

باب اول۔ بحثِ فدک (اس میں آٹھ فہمیں ہیں۔ فصل اول۔ باغِ فدک کی تحقیقی بحث جزائیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مالِ فہی اور فہی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابو بکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیقی۔ فصل چہارم۔ بنتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح۔ فصل ششم۔ اہمیتِ مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم۔ سیدہ فاطمہ رضہ صدیق اکبر سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم۔ جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک۔ ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیعہوں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

### مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی غلط صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱۔ اصحاب میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲۔ ابو بکر صدیق سے سورہ برأت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر ملی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ۳۔ حدیث قرطاس۔ ۴۔ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵۔ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ لگا کر حمل خالی کر دیا۔ ۶۔ حضرت عمر فاروق کو مدینہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱۔ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲۔ عثمان نے بنیہ رسول ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ۳۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا۔ ۴۔ عبداللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵۔ مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیعہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے۔ ۷۔ یثربہ لوگ مخالفت ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا۔ ۸۔ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑھی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱۔ پردہ کے احکامات کی مخالفت کی ۲۔ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳۔ امام حسن کو دھم رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ ازالہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

## فقہ جعفریہ کی جہاد کا تعارف

جلد اول میں مختلف موضوعات پر گفت گو کی گئی ہے۔ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور حلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے خانہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”فقہ جعفریہ“ ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے یہاں اصول باندھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

### فصل اول

”فقہ جعفریہ“ کی بنیاد اور ماخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام من لایحضرہ الفقیہ اور الاستبصار۔ صاحب الاستبصار اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے (کے مابین تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی مسموع اور مردود لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی روایت“ احادیث سند کے اعتبار سے ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات ائمہ اہل سنت سے ان تک کے واسطے صحیح نہیں ہیں۔ یہ بات ”فقہ جعفریہ“ کے نو ماخذ میں سے ایک دلیل ہے۔

## فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

## فصل سوم

یہ فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے اُن ارشادات میں ہے۔ جن میں انہوں نے ”دین چھپانے“ کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مسائل طہارت کے ضمن میں درج ذیل بحث  
مذکور ہوئیں

## فصل اول

- ① پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے ٹکے میں خواہ کتنی ہی نہایت گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ② استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ③ گدھے اور خچر کا پیشاب، ودی اور مرضی اور علی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔
- ④ ہوا غرض نے سے وضو میں کوئی غلطی نہیں پڑتا۔

(۵) پردہ صرف قبل اور دبر کا ہے۔ ان میں سے دُبر خود جو تڑوں میں پھٹی ہوئے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگلی شرمگاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیری کا ہاتھ رکھ لے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لپیپ دی جائے تو یہی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبر میں دلی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

(۶) بول و براز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔

(۷) کُتّا یا چوہا اگر گھیا یا ہڈیاں گرجائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(۸) سوراور کُتّا، زندہ یا مردہ دونوں مانتوں میں پاک ہے۔

## فصل دوم

(۱) تیمم میں منہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔

(۲) وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعہ عقیدہ اور اس کی تردید۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ نے اختیار فرمائی اسی پر اہل سنت کا عمل ہے۔

## فصل سوم

اس میں اذان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اذان میں ”علی ولی اللہ“ بڑھانے والا معون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز منی کے اذان کے حوالہ پر حوالہ جات مذکور ہیں

## کتاب الصلوٰۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

### فصل اول

- ۱۔ دوران نماز بچے کو دودھ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹتی۔
- ۲۔ لونڈی اور بیوی کو اگر نمازی دوران نماز چھاتی سے لگے تو نماز بتور قائم رہتی ہے اسی طرح اگر تناسل سے کھینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۳۔ پلید ٹوپی پہن کر نماز پڑھا جائز ہے۔
- ۴۔ دوران نماز لعنت بھیجنا سنت ائمہ ہے۔

### فصل دوم

- ۱۔ بے نماز کی سزا ستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر غمبول کو شہید کر دینا ستر قرآن جلد دینا اور سات دفعہ بیت المعمور کو گرانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔
- ۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیئے۔
- ۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت
- ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔
- ۵۔ چیلنج، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو نماز میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقامت ادا کیں مگر کوئی شہید نہ ثابت کر دیکھائے کہ اپنے وہ نمازیں

ہاتھ کھلے چھو کر ادا کیں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ان نماز کو دوبارہ پڑھا۔ جو ابو بکر صدیق کی اقتدار میں اپنے ادا فرمائیں۔

## فصل سوم

”التحیات لله والصلوات والطیبات“ کے الفاظ کا ثبوت کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر بہت عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

## فصل چہارم

- ۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہونے چاہئیں۔
- ۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے منہ یا آنکھ وغیرہ سے منی نکلتی ہے۔
- ۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔
- ۴۔ غسل دیتے وقت میت کی بنوں میں کٹڑی رکھی جائے اور اس کی ٹانگیں مضبوط باندھ لی جائیں۔
- ۵۔ مٹی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شہر مگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔
- ۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید

۷۔ قبر کو چوکور شکل بنانا غلط شرع ہے۔

## کتاب الزکوٰۃ

۱۔ مرد جب سیکڑے کے بغیر سونے یا نندی پر زکوٰۃ نہیں۔

## کتاب الصوم

- ۱۔ بیوی یا بیٹی کا تھوک ننگے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
- ۲۔ اُشدر اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

## کتاب الحج

- ۱۔ جس کا ختنہ نہ ہو۔ اس کا حج باطل ہے۔
- ۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

## کتاب النکاح

- ۱۔ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا، اُس میں انگلی پھیرنا، اس کی دُری میں دلی کرنا سب جائز ہیں۔
- ۲۔ خوبصورت سے بے غم ختم ہو جاتی ہے۔
- ۳۔ معصوم اگر مسجد میں دلی کرے تو جائز ہے۔
- ۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات مُرغ میں بھی پائی جاتی ہیں۔
- ۵۔ ریشمی کپڑا آلہ تناسل پر لپیٹ کر محرم عورتوں سے بھی دلی جائز ہے۔
- ۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محارم سے دلی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کر لیں تو اس سے حرمت نہیں آتی۔

۸۔ سید زادی کے ساتھ چوہڑے چھاڑ تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعہ لوگوں کے

نزدیک اہل سنت، یہود و نصاریٰ، حرام زادے اور کتے سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا شیعوں کو بھی شیعوں سے رشتہ نامہ ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

### کتاب الحدود

۱۔ رضا مندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کہ نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

### ”فقہ جعفریہ“ — جلد دوم

”فقہ حنفی“ پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیعہ کی۔ کتاب ”و حقیقت فقہ حنفیہ“ کا ترکی بہ ترکی جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات و الزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثنائی یعنی احادیث کہ راوی مجروح ہونے کی بنا پر

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فتنہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے  
۵۔ ان کی کتاب ”کتاب الجمل“ نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔  
۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاویٰ حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے وحی کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جنازے پر پادریوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمان ابو بکر صدیق اور ایمان ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات والزامات کے علاوہ پچاس کے قریب ایسے ہی لغویات کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے ساور تاریخ بغداد، کے حوالہ دات سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت شان، اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت بیان کی گئی ہے۔

**فقہ جعفریہ جلد سوم**

بحث ماتم کو شرح و بسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا جس کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

## فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیرت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

## فصل دوم

مروءہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا سکت جواب۔

## فصل سوم

قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروءہ ماتم کی سیخ کنی۔

## فصل چہارم

ماتم کس کی ایجاد ہے؟ اس کا فہقی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروءہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروءہ ماتم کی تردید۔

## فصل پنجم

ماتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ دداڑمی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید۔

## فصل ششم

تعزیر نکالنے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور لباس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی شیعہ نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام دعاتم اور صحابہ، لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستائسی ہدایت ذکر کیے۔ ہم نے اُن کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد ”جواز ماتم“ کا قول بالکل پاکلا نہ بات نظر آئے گی۔

## فقیہ فریہ جلد چہارم = متعہ کی بحث

بحث متعہ کو کمال خوبی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول: متعہ کا رواج زمانہ جاہلیت تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متعہ از کتب شیعہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے آٹھ دلائل قاہرہ۔

فصل ششم: اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب و غریب طریقے۔

فصل ہفتم:

”جواز متعہ“ نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور ان مغالطوں اور دھوکہ بازیوں

کا بے مثل جواب جو جواز متعہ پر دیئے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر دم

ایتم ہو جاتا ہے

## تحفہ جعفریہ جلد پنجم: اس جلد میں جواب ہیں

باب اول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن کے دندان شکن جوابات طعن ۱: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دور خلافت میں خطیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں (معاذ اللہ)

طعن ۲: حضرت امیر معاویہؓ نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت امام حسنؓ کی بجائے یزید کو ولی عہد بنایا طعن ۳: حضرت امیر معاویہؓ نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت شوریٰ پر چھوڑ دیں گے طعن چہارم: حضرت امیر معاویہؓ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد بنا کر مسلمانوں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ہفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب محمدؐ کی گولہ و قتل کیا۔ باب دوم: اہل تشیع کے مشہور مطاعن و اعتراضات کے چند اور حقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔ فصل طبر بلائے علیؑ میں جانے والی ام کلثومؓ جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ماجرا دی نہیں اور وہ ام کلثومؓ جو حضرت فاروق اعظمؓ کی زوجہ تھیں۔ وہ قانون جنت کے بطن اقدس سے تھیں۔

فصل ۲: ام کلثوم بنت علیؑ کا عقد عمر فاروقؓ سے باہمی رضامندی سے ہوا۔ فصل ۳: اس میں درج ذیل مطاعن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن ۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنسین کو اچھا نہ سمجھتی تھیں۔

طعن ۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علیؑ سے نفی و عناد تھا۔

داعی سوم: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علیؓ پر گالی گلوچ کیے جانے کو پسند کرتی تھیں۔

طعن چہارم: سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی (

طعن پنجم: سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہراءؓ کی وفات پر اظہارِ افسوس تک نہ کیا

طعن ششم: سیدہ زہراؓ کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور

ابو بکر صدیقؓ کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔

طعن ہفتم: حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں جناب طلحہؓ اور زبیرؓ کے علاوہ ام المومنین سیدہ

عائشہؓ بھی لوث تھیں۔

طعن ہشتم: سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے قتل عثمانؓ کی کوشش کی۔

طعن نہم: حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں۔

طعن دہم: حضرت عائشہ صدیقہؓ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔

طعن یازدہم: حضرت طلحہؓ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے

ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسینؓ و آل نبیؐ کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدینؓ سے لے کر امام

مہدیؑ تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی شان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور

گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب ۱۰: حرم ائمہ اہل بیتؑ کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق

میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم: بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے ٹھوس دلائل و فصل نم

چار عدد بنات رسول دلی بغض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی

ناجائز تنقید کا عاجز کن محاسبہ فصل سوم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو دہیہ

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدھم: مکرمہ صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا  
فصل چہارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں اس پر چند تحقیقی حوالہ جات  
فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے  
مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا  
کے مابین مثالی محبت و اُلفت۔

## دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

مضامین جلد اول:

باب اول: شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) ائد کی شان میں  
شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جلا نبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)  
شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ اموات  
المومنین رضی اللہ عنہم میں شیعوں کی جساتیں (فصل پنجم) شانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں  
شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مملکت میں بے باکیاں  
(فصل ہفتم) شانِ امام حسن میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں  
گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و سطر کے ساتھ ثبات کیا گیا

یعنی معض پروردہ بیشیاں ثابت کر۔ نہ پرشیوں کے دلائل کا سخت ترین علمی محاسبہ۔

## مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق  
سنی عقائد کا خلاصہ شیعہوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت  
کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام ماننے والا کافر و  
مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے مخصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں  
امامت کی شرط اول مخصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل ہیں۔ (دلیل اول۔)  
آل رسول میں سے معتزلی شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا  
چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد  
بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت  
زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آلِ امام حسن نے  
اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آلِ رسول  
کی بزرگ تر شخصیات دعویٰ امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے  
لیے امامت و خلافت کے مخصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعہ (فصل سوم) شیعوں کے  
نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید  
اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب  
باب سوم۔ اس میں یزید کو اہل سنت کا کام قرار دینے پر شیعوں کے  
دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں یزید کی پست ترین حیثیت کا  
بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ یزید نے

قتل حسین پر منہ پٹیا۔ سب پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب، اہل بیت کا کوئی نہ قتل۔  
مضامین جلد سوم: اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

- ۱۔ کلمہ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں
- ۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمارے زائد
- ہدایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔
- ۳۔ بحث یقینہ یقینہ کیا ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فیصلت ہے اور اس کے بطلان کے دلائل۔

## عقائد جعفریہ۔۔۔ جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

### باب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا  
جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اول: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

### طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول نفعی تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے  
ووٹر و صوب کیوں کی؟

### طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازہ رسول میں تاخیر ہوئی۔

### طعن چہارم:

ابوبکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی چیلنج کہ کوئی شیعہ کسی مسند مرفوع اور

صحیح حدیث سے یہ ثابت کر دے کہ امام علی علیہ السلام حضرت علی المرتضیٰ کی نماز جنازہ

میں موجود تھے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔

## باب دوم فضائل اہلبیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل و مناقب کتب اہلسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اہل بیت کے حقیقی محب اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تقیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔  
فصل اول تقیہ کے متعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثبات تقیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تقیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

دست تقیہ۔

فصل پنجم:

ترویج تقیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم:

دعا اور بخشش طلب کرنے وقت لعنت۔

فصل ہفتم:

تقیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت جائز ہے۔

**باب چہارم:** لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے تین ارکان اور ان کا جواب۔  
**رکن اول:** لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔  
**رکن دوم:** ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔  
**رکن سوم:** کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ جنت میں جائیں گے۔

**جلد پنجم عقائد جعفریہ۔ جمعہ ضمیمہ**

**یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے**

**باب اول:**

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔

اس میں چند فصول ترجیح ذیل میں

**فصل اول:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

**فصل دوم:** آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جو صاحبین تھے۔

**فصل سوم:** آپ کے آباؤ اجداد زائدِ نظر میں صاحبانِ ایمان اور توحید کے معتقد تھے

**فصل چہارم:** اپنے اپنے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

**فصل پنجم:** ان عبادت و روایات جو اہل سنت میں اپنے والدین کا دوزخی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امام اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور ملا علی قاری کی توبہ۔

### باب دوم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعہ لوگ اہل سنت و جماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ یہ مذکورہ کتب کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟ اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم

اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان پیش کرتے ہیں

مثلاً ۱۔ شرح ابن ابی حدید ۲۔ روضۃ الاحباب ۳۔ جیب الکیر ۴۔ تاریخ یعقوبی ۵۔ الصفوة الصفوة ۶۔ مروج الذهب ۷۔ تذکرۃ الخواص ۸۔ نایب المودۃ ۹۔ فرائد السمیعین ۱۰۔ مقتل ابن ابی مخنف ۱۱۔ علیہ الامالیع ۱۲۔ اخبار الطوال ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴۔ مقاتل الطالبین ۱۵۔ مودۃ القربی ۱۶۔ الملل والنحل ۱۷۔ عقد الفرید ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامۃ والسیاستہ ۲۰۔ خصائص نائی

۲۱۔ معارج النبوة ۲۲۔ کتاب الفتوح اعظم کوئی ۳۳۔ روضۃ العقاد ۲۴

تاریخ ابوالفداء ۲۵۔ مستدرک حاکم وغیرہ

## عقائد جعفریہ جلد ششم

- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی تمام بڑبندوں  
 مودودیوں، بریلویوں اور پیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محاسبہ۔  
 اس جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔
- فصل اول: شان صحابہ: فصل دوم: صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام  
 فصل سوم: امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت  
 فصل چہارم: امیر معاویہ کے فضائل و مناقب  
 فصل پنجم: امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔
- فصل ششم: مودودی محدث ہزاروی وغیرہ سنی تمام بڑبندوں پیروں  
 کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دلائل شکن جوابات  
 فصل ہفتم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔



# ماخذ و مراجع کتب اہل سنت

| نمبر شمار | نام کتاب          | نام مصنف                                       | سن وفات | مطبوعہ و سن طبع |
|-----------|-------------------|--|---------|-----------------|
| ۱         | بخاری شریف        | امام محمد بن اسماعیل بخاری                     | ۲۵۶ھ    | ۱۲۵۴ھ ۱۹۳۸ء     |
| ۲         | ریاض النضرہ       | احمد بن عبد اللہ محمد بن الدین طبری            | ۴۹۳ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۳         | مجمع الزوائد      | الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر                | ۸۰۷ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۴         | کنز العمال        | علاء الدین علی المتقی بنی                      | ۹۷۵ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۵         | صواعق محرقة       | ابن حجر مکی                                    | ۸۵۰ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۶         | مصنف ابن ابی شیبہ | حافظ ابو جعفر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عسی | ۲۴۵ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۷         | البدایہ والنہایہ  | لابن کثیر عماد الدین ابو القدر ادرستی          | ۷۷۴ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۸         | ترمذی شریف مترجم  | ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی                  | ۲۷۹ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |
| ۹         | ترمذی شریف        | ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی                  | ۲۷۹ھ    | ۱۱۹۸ھ ۱۴۰۵ھ     |

| نمبر | نام کتاب                    | نام مصنف                             | سن وفات | مطبوعہ سن طبع             |
|------|-----------------------------|--------------------------------------|---------|---------------------------|
| ۱۰   | اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ | عزالدین ابی الحسن علی اشیبانی        | ۱۱۹۰ھ   | ۱۹۶۶ء بیروت طبع جدید      |
| ۱۱   | مسلم شریف                   | امام مسلم بن حجاج                    | ۲۶۱ھ    | دہلی                      |
| ۱۲   | شواہد النبوة                | علامہ عبدالرحمن جامی                 |         | مکتبہ نبویہ لاہور         |
| ۱۳   | نور الابصار                 | شیخ الحدیث علامہ غلام رسول فیصل آباد |         |                           |
| ۱۴   | تاریخ بغداد                 | حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی | ۴۶۲ھ    | مکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ |
|      | فتاویٰ عادی                 | امام جلال الدین سیوطیؒ               | ۹۱۱ھ    | مکتبہ فورس فیصل آباد      |

## ماخذ و مراجع کتب اہل تشیع

| نمبر | نام کتاب            | نام مصنف                             | سن وفات | مطبوعہ سن طبع    |
|------|---------------------|--------------------------------------|---------|------------------|
| ۱    | اصول کافی           | محمد بن یعقوب کلینی رازی             |         | تہران طبع جدید   |
| ۲    | مجمع البیان         | ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی         |         | " " "            |
| ۳    | تفسیر منہج الصادقین | علامہ فتح اللہ کاشانی                |         | تہران ۱۳۳۳ھ      |
| ۴    | تفسیر قمی           | ابو الحسن علی بن ابیہریم بن ہشام قمی |         | ایران طبع قدیم   |
| ۵    | تفسیر صافی          | محمد بن الرضا المعروف فیض کاشانی     |         | تہران طبع جدید   |
| ۶    | ترجمہ مقبول         | مقبول احمد دہلوی                     |         | اسلام آباد لاہور |
| ۷    | جامع الاخبار        | ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن حسین  |         | نجف اشرف         |

| نمبر شمار | نام کتاب                     | نام مصنف                                       | سنوات | مطبوعہ و محل طباعت |
|-----------|------------------------------|--|-------|--------------------|
| ۸         | آثار جدیدی ترجمہ تفسیر عسکری | سید شریف حسین مجھڑوی                           |       | اکتیس فیضان لاہور  |
| ۹         | من لایحضرہ الفقیہ            | ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن ابی اسحاق بابوی |       | لکھنؤ طبع قدیم     |
| ۱۰        | اقتقادات صدق فی بحث تبتہ     | .....  |       | تہران              |
| ۱۱        | لوامع التنزیل                | سید علی حارثی رضوی لاہوری                      |       | طبع قدیم لاہور     |
| ۱۲        | امالی شیخ طوسی               | ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی                    | ۴۶۰ھ  | تم ایران طبع جدید  |
| ۱۳        | فروع کافی                    | محمد یعقوب کلینی رازی                          |       | تہران طبع جدید     |
| ۱۴        | کتاب الروضہ                  | محمد بن یعقوب کلینی رازی                       |       | لکھنؤ طبع قدیم     |
| ۱۵        | روضہ کافی                    | محمد بن یعقوب کلینی رازی                       |       | تہران جدید         |
| ۱۶        | تہذیب المتین فی تاریخ        | سید مظہر حسین بہار نپوری                       | ۱۳۴۹ھ | طبع قدیم دہلی      |
| ۱۷        | تہذیب الاحکام                | ابو جعفر محمد بن حسن طوسی                      | ۴۶۰ھ  | لکھنؤ طبع قدیم     |
| ۱۸        | تحفۃ العوام                  | مفتی سید احمد علی                              | ۹۳۵ھ  | لکھنؤ طبع قدیم     |
| ۱۹        | فتح البلاغہ                  | سید شریف ابوالحسن محمد رضی بن الحسن            | ۴۰۴ھ  | بیروت طبع جدید     |
| ۲۰        | رجال کشی                     | محمد بن عمر الکشی                              |       | کربلا طبع جدید     |
| ۲۱        | احتجاج طبری                  | شیخ ابو منصور احمد بن علی طبری                 | ۵۲۸ھ  | قم طبع جدید        |
| ۲۲        | جلد العیون                   | علاء الدین مجلسی                               | ۱۱۱۱ھ | تہران جدید         |
| ۲۳        | معانی الاخبار                | ابن بابوی قمی                                  |       | بیروت طبع جدید     |
| ۲۴        | تفسیر فرات کوفی              | فرات بن ابی اسحاق                              |       | نجد شریف طبع قدیم  |
| ۲۵        | کشف الغمۃ فی معرفۃ           | ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابی الفتح ارغلی       | ۷۸۷ھ  | تبریز طبع جدید     |
| ۲۶        | مجمع المعارف                 | علاء الدین مجلسی                               | ۱۳۷۷ھ | تہران              |
| ۲۷        | ناسخ التواریخ                | مرزا محمد تقی پسر لسان الملک                   | ۱۲۹۷ھ | تہران طبع جدید     |

| نمبر شمار | نام کتاب                           | نام مصنف                              | سن فوت | مطبع و مکان |
|-----------|------------------------------------|---------------------------------------|--------|-------------|
| ۲۸        | مقتل ابی مخنف                      | لوط بن یحییٰ                          | ۲۹۰ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۲۹        | بصائر الدرجات                      | ابو جعفر محمد بن حسن                  | ۲۹۰ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۰        | روضة الصفاء                        | محمد بن خاوندشاه                      | ۹۰۳ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۱        | مناقب آل ابی طالب                  | ابن شہر آشوب                          | ۵۸۸ھ   | قم ۱۹۵۵     |
| ۳۲        | احتجاج طبرسی                       | شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی       | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۳        | اخبار ماتم                         | محمد بن حسین ابن محمد علی             | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۴        | اعلام الوری                        | افضل ابی علی ابن الحسن طبرسی          | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۵        | کتاب سلیم بن قیس ہلالی العامی      | ہلالی العامی                          | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۶        | حیات القلوب                        | علاء باقر مجلسی                       | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۷        | تاریخ یعقوبی                       | احمد بن ابوعقوب                       | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۸        | اشافی ترجمہ اصول کافی              | سید ظفر حسن امروہی                    | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۳۹        | انوار نعمانیہ                      | نعمت اللہ جزائری                      | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۴۰        | مجالس المؤمنین                     | سید نور اللہ تشوشتری                  | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۴۱        | ارشاد شیخ المفید                   | محمد بن نعمان بغدادی                  | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۴۲        | قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول | غلام حسین نجفی                        | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۴۳        | قرب الاسناد                        | ابو العباس عبد اللہ بن جعفر حمیری قمی | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |
| ۴۴        | مقاتل الطالبین                     | ابو الفرج الاصفہانی                   | ۵۲۸ھ   | تبریز ۱۹۵۵  |

# معاونین کا شکر

میری ان پندرہ بلدوں پر مشتمل تصنیف میں میرے جن شاگردوں نے تعاون کیا۔ میں ہر دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے جنہوں نے سب سے زیادہ تعاون کیا۔ وہ میرے برخوردار حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب، مولانا صابر علی صاحب، مولانا صوفی ولایت علی، مزید برآں ان شاگردوں نے گاہے بگاہے میرا ہاتھ بٹایا، مولانا محمد اکرم شاہ، صوفی محمد رمضان عطشی بھکروالے اور قاری حفیظ الرحمن پاکپتن والے شامل ہیں۔

ان کے علاوہ میں خطاط خورشید عالم گوہر قلم اور ماسٹر محمد اکرم جاوید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اپنی اس تصنیف میں حضرت مولانا محمد شرف الدین صاحب صدر مدرس جامعہ سولہ شیرازیہ رضویہ کا نہایت ممنون اور شکر گزار ہوں۔ جن کی انتہائی محنت اور جانفشانی سے میں نے اپنے مقصد حلی کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس تعاون کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے۔ دعا گو

مجتبیٰ علی عفی عنہ

ناظم جامعہ سولہ شیرازیہ رضویہ

حلی، پنج لاہور

marfat.com

شان صحابہؓ رد شیعہ پر تین عظیم الشان اے مثال تحقیقی شاہ کار کتب

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ  
رحمۃ اللہ علیہ  
معجز علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ رد شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شعیہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اصول خزانہ اور گستاخانہ صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

فقہ جعفریہ  
جلد ۴

حجۃ جعفریہ  
جلد ۵

عقائد جعفریہ  
جلد ۴  
میزان الکتب

مکتبہ نوریہ حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ  
بلال گنجہ لاہور پاکستان فون 7227228